ٹمل ناڈو کے

صاحبِ تصنیف علماء

علیم صبا نویدی

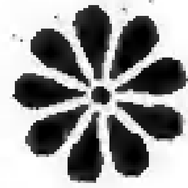
بسم اللہ الرحمن الرحیم

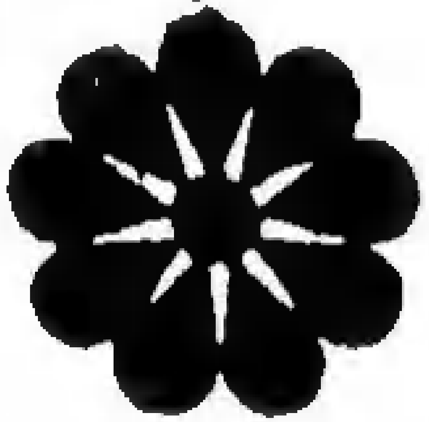
ٹامل ناڈو کے

صاحب تصنیف علماء

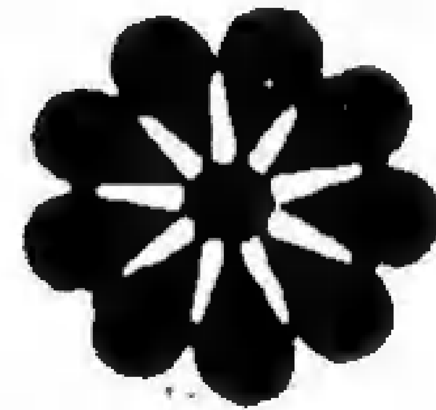
علیم صبا نویدی

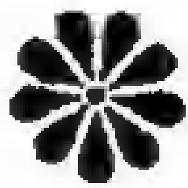
کتاب کا نام — ٹمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء
تعداد — ایک ہزار
قیمت — ایک سو روپیے
مولف — علیم صبا نویدی
پتہ — 26 امیر النساء بیگم اسٹریٹ، مونٹ روڈ۔ مدراس۔600002
ناشر — ٹمل ناڈو اردو پبلی کیشنز، مدراس۔600002
سن اشاعت — مارچ 1996ء





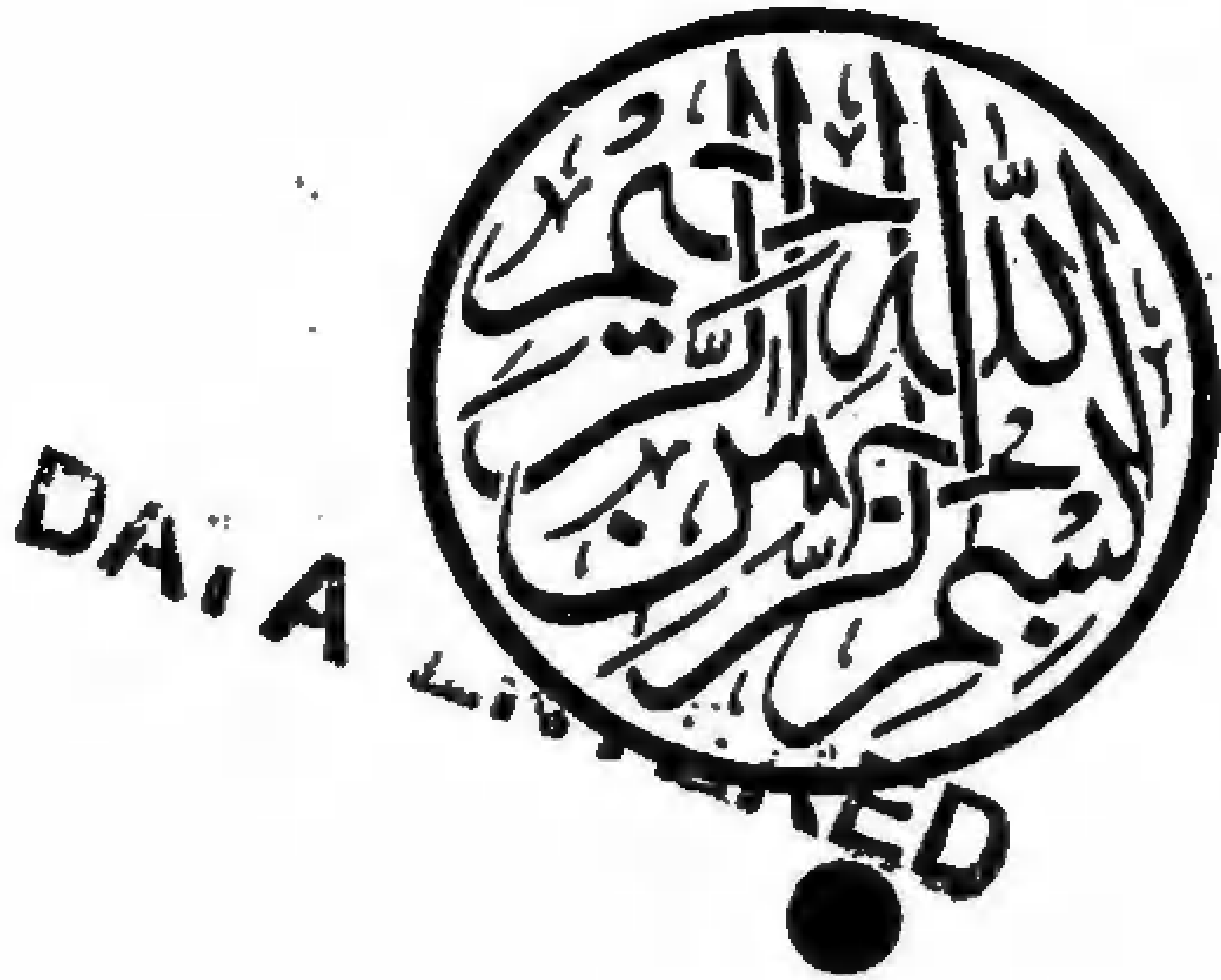
زیر اہتمام
ڈاکٹر محمد علی اثر





ملنے کے پتے

۱	مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	دہلی، علی گڑھ
۲	شب خون کتاب گھر	۳۱۳، رانی منڈی، الہ آباد۔۳
۳	مکتبہ کہسار	برہ پورہ بھاگلپور، (بہار)
۴	اسٹار پبلی کیشنز	آصف علی روڈ، نئی دہلی۔۲
۵	شگوفہ پبلی کیشنز	بیچلرس کوارٹرس معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد
		26 امیر النساء بیگم اسٹریٹ مدراس۔۲
۷	گوہر بک ڈپو	ٹرپلی کین ہائی روڈ مدراس۔۵



ہدیۂ انتساب

بہ

بارگاہ رسالت مآب

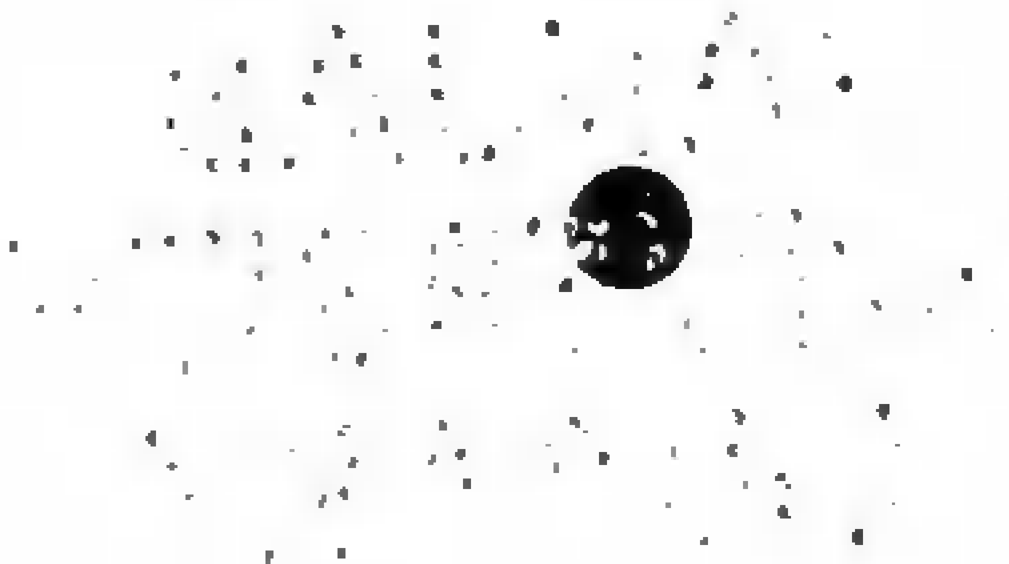
خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

و

دادا حضور حضرت مولانا سید عبد الغفار حسینی قادری چشتی قدس سرہ

اور

نانا ابا حضرت مولانا مولوی شاہ محمد امین الدین قادری چشتی شطاری نور اللہ مرقدہ



ہدیۂ تشکر و امتنان

بخدمت

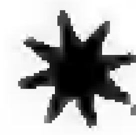


o مولانا مولوی ڈاکٹر راہی فدائی

o مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی

o مولانا صلاح الدین محمد ایوب

جنھوں نے اس کتاب پر اپنی گرانقدر تحریروں سے سرفراز فرمایا



o ڈاکٹر محمد علی اثر

جنھوں نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں بھرپور تعاون کیا۔



فہرست



٭ بیاں اپنا.............

ٹمل ناڈو کی سر زمین جہاں اپنی باغ و بہار آب و ہوا، گوناگوں تہذیب و تمدن اور دراوڈین کلچر کی دلفریب و دلکش سنگ تراشی کے لیے مشہور ہے وہیں صوفیوں، سنتوں، رشیوں منیوں اور علماء و اولیاء کے لیے ساری دنیا میں اپنا ممتاز مقام رکھتی ہے ۔ اس سرزمین میں جن بزرگانِ دین کی بدولت رشد وہدایت اور معرفت وتصوف کی بہاریں آئی ہیں ان کے دینی و علمی کارناموں پر قلم اٹھانا راقم کے لیے اس لیے بھی باعث سعادت ہے کہ ان علمائے دین سے راقم کا بالواسطہ یا بلاواسطہ دیرینہ ذہنی و قلبی رشتہ استوار رہا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ راقم نے آثار قدیمہ کی گم شدہ کڑیوں اور روشن گوشوں کو تلاش و تفحص کے بعد منصۂ ظہور پر لانے کی سعی و کاوش کی ہے ۔

زیر نظر تذکرہ میں ٹمل ناڈو کے علاقے سے تعلق رکھنے والے اہل علم و دانش کی علمی و ادبی مذہبی و ملی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ ٹمل ناڈو صدیوں سے گہوارہ علم و ادب رہا ہے اور یہاں کے باکمال، پاک طینت اصحاب قلم نے اپنی عربی، فارسی، ٹمل اور اردو تصانیف کے ذریعہ جہالت کی تاریکی دور کرنے اور علم و حکمت کی شمعیں روشن کرنے کا دینی اور اخلاقی بلکہ انسانی فریضہ انجام دیا ہے اس لیے آج بھی ہم جنوبی ہند کی دیگر ریاستوں کی طرح ٹمل ناڈو میں مذہبی و دینی علوم کا چلن جاری و ساری دیکھتے ہیں ۔ ان متقدمین علماء و صلحا کا احسان نہ صرف موجودہ نسل پر ہے بلکہ ہماری آئندہ نسلیں انھیں کی راہ علم و ہدایت پر گامزن ہو کر کامرانی کی منزل حاصل کریں گی ۔افسوس اس بات کا ہے کہ شمال کے اکثر تذکرہ نگاروں نے ٹمل ناڈو کی ان مایہ ناز ہستیوں کے اسمائے گرامی کو اپنے تذکروں میں جگہ نہیں دی، حالاں کہ علم و دانش کی دولت کسی خاص علاقے کے لیے مخصوص و محدود نہیں ہوتی اس سے ہر ملک اور ہر فرد کسی بھی وقت استفادہ کر سکتا ہے ۔جب تک ہمارے قلم کاروں میں علاقائی عصبیت اور تعصب ختم نہیں ہوتا نہ تو ہم اپنے پیش رو اہل علم کی قدر دانی کا صحیح معنوں میں حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ آنے والے قلم کاروں کی رہنمائی ۔

اس تذکرے کے سلسلے میں احقر نے جن علمائے دین سے شخصی ملاقاتیں کیں اور جن کی عالمانہ اور عارفانہ گفت و شنید سے احقر کے دل و دماغ اور فکر و نظر آسودہ ہوے ، ان کی کثیر الجہات

مختلف النوع دینی اور علمی خدمات پر ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں لیکن یہاں محدود گنجائش کی وجہ سے احقر نے ان حضرات کی ملی اور ادبی خدمات کا اجمالی تعارف پر اکتفا کیا ہے اور پھر "کم ترکت الاخرین" کے مصداق آنے والی نسلوں کے لئے دعوت فکر دیتا ہے۔

راقم علم و ادب کا ایک بے بضاعت خادم اور میدان تحقیق و تنقید کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے۔ زیر نظر کتاب میں صاحب بصیرت اور اہل نظر حضرات کو کوئی سہو یا خطا نظر آئے تو صرف نظر کرتے ہوئے اصلاح فرمانے کی مودبانہ گذارش کرتا ہے۔

محترمہ راحت سلطانہ نے اس کتاب کی اشاعت کے مختلف مرحلوں میں میرے ساتھ تعاون کیا جس کے لیے میں ان کا شکر گذار ہوں۔

مدراس اور حیدر آباد کے کتب خانوں کے علاوہ اپنے ذاتی ذخیرہ کتب میں محفوظ بعض نادر و نایاب کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں جناب غنی چشتی (مدیر مسلم کرل مدراس) اور ڈاکٹر عطااللہ خان (لکچرار اورینٹل کالج حیدر آباد) نے جو زحمتیں اٹھائی ہیں اس کے لیے میں دونوں حضرات کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔

عزیزی محمد جعفر، محمد خواجہ مخدوم محی الدینؒ اور ڈاکٹر حبیب نثار کا ممنون کرم ہوں، جنھوں نے کمپوزنگ اور طباعت کی ذمہ داری قبول کر کے احقر کو ذہنی الجھنوں سے بچالیا۔

جناب حسن فیاض، ڈاکٹر مصطفیٰ شریف اور عزیزی مولوی ٹی۔ بشیر احمد، قاضی غضنفر علی اسد کے مخلصانہ تعاون کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے کمپوزنگ کے بعد مسودے کی صحت دیکھی۔

اپنی اہلیہ سعید النساء اور دختر جاوید النساء (ایم۔اے) جن کی بے پناہ محبتیں اور قربانیاں تصنیف و تالیف کی دشوار گذار راہوں میں میرے لیے شمع رہ گزر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ خصوصاً عزیزہ جاوید النساء نے بڑی محنت اور انہماک سے منتشر مواد کو یکجا کرنے میں میرا ہاتھ بٹایا لیکن ان دونوں سے جو تعلق خاطر ہے اس بناء پر ان کا شکریہ ادا کرنا محض ایک رسمی بات ہوگی۔

(علیم صبا نویدی)

۲۴/ نومبر ۱۹۹۵ء

* مولانا مولوی صلاح الدین محمد ایوب
شعبۂ عربی نیو کالج مدراس
چیف قاضی گورنمنٹ آف تمل ناڈو

٭ تاثرات

علم و فضل اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے برصغیر ہند و پاک میں تمل ناڈو کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اس لئے کہ شمع محمدی کے پروانے صحابۂ کرامؓ کا ورود مسعود سب سے پہلے اسی سرزمین پر ہوا ہے اور یہیں سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع ہوا ۔ قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں تمام ہندوستان میں سب سے پہلے تمل ناڈو کی سرزمین ہی سے سنی گئیں ۔ ان تاریخی حقائق کے باوجود یہاں کے علماء و اصحاب قلم کے نام اکثر تذکروں میں جگہ نہیں پاسکے حالانکہ آج بھی ان علماء کرام کی تصانیف ہمارے لئے مشعل راہ ہیں ۔ جناب علیم صبا نویدی نہ صرف علم و ادب کے شدائی ہیں بلکہ (۲۶) چھبیس کتابوں کے مصنف بھی ہیں ۔ علاقۂ تمل ناڈو کے اہل علم کے ذکر خیر سے اپنی بے بہا تالیف تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء کو آراستہ کر رہے ہیں ۔ علیم صبا نویدی اس کتاب میں مصنفین کے مختصر حالات کے ساتھ ان کی تصنیفات کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے ۔ جس سے ہند و بیرون ہند کی جامعات کے ریسرچ اسکالرس کو استفادہ کرنے کا زرین موقع نصیب ہو گا ۔ موصوف نے منجملہ علمائے کرام کے ہمارے خانوادے کے بھی چند بزرگوں کے حالات اور علمی خدمات کا احاطہ بڑی عمدگی اور سلیقہ مندی سے کیا ہے ۔ ان بزرگوں کی تصانیف مخطوطات کی صورت میں کتب خانۂ مدرسہ محمدی ، مدراس میں موجود ہیں جہاں سے تشنگان علم اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں ۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ علیم صبا نویدی کی اس تالیف سے لوگ کماحقہٗ استفادہ کریں ۔

* مولانا مولوی ڈاکٹر راہی فدائی

پروفیسر جامعۃ العلوم الثنائیہ
کڑپہ، آندھرا پردیش

✷ مقدمہ

" علم " اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفت مطلق ہے اور " علیم " اس کی ذات بحت کا اسم موصوف ۔ باری تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفت بھی قدیم (سابق از عدم) ہے مگر صفت قدیم کے مظاہر حادث (نو پیدا) اور مسبوق از عدم ہیں ۔ اسی لیے ماسواء اللہ سے جو بھی علم کی صفت سے متصف ہو گا وہ عالم کہلائے گا، " علیم " نہیں ۔ " عالم " حادث ہونے کے باوجود جملہ حوادث میں اک گونہ برتری اور ایک طرح کے امتیاز سے اسکی ہستی ممتاز ہوگی ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں) علمائے کرام کی اسی قدر و منزلت کی وجہ سے ہر دور اور ہر عہد میں ان کی شخصیت مرجع خواص و عوام اور قابل صد احترام رہی ہے ۔ اہل علم نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے لیے تقریر و تحریر کو بجا طور پر آلہ افادہ اور ذریعہ افاضہ بنایا ۔ چوں کہ بمصداق دوام کتب قرو ماقال فر،، جو کچھ ضبط قلم ہوا ہو وہ باقی و دائمی رہ جاتا ہے اور جو کچھ زبان سے ادا کیا گیا وہ وقتی و فانی ہو جاتا ہے لہذا اکثر و بیشتر علم والوں کا یہی طریقہ کار رہا ہے کہ وہ اپنے فیضان علمی کو عام و تمام کرنے کے لیے اپنی زندگی کے اوقات عزیزہ کو نذر تصنیف و وقف تالیف کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگ ان کے حین حیات اور ان کے بعد ممات نسل در نسل علم و حکمت کی لازوال نعمت سے اپنے دامن مراد بھر رہیں اس طرح انھیں تمام کائنات میں اشرف المخلوقات ہونے کا صحیح استحقاق حاصل ہو جائے الحمد للہ ایک مدت مدیدہ اور زمانہ طویلہ سے علمائے کرام و فضلائے عظام ہر ملک اور ہر علاقہ میں اپنے فرائض منصبی سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوتے آ رہے ہیں، (جزاھم اللہ خیر الجزاء) ۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ہم اصاغر و اخلاق جو ان اکابر و اسلاف کے علوم و فنون کے خوشہ چیں و متبعین ہیں ان محسنین علم و مجاہدین قلم کے احوال و اقوال، امتیازات و خدمات کا صدق دل سے اعتراف کیا کرتے، ان بزرگوں کے تذکروں اور ان نیک نہادوں کے علمی کارناموں سے تک یکسر غافل اور

سرے سے جاہل ہیں ۔ خدا بھلا کرے ان تذکرہ نویسوں کا جنھوں نے نئی نسل میں احسان شناسی کا جذبہ بیدار کرنے کی خاطر اور ان کی ذہنی آبیاری و فکری بالیدگی کی غرض سے اہل علم و اصحاب کمال کے تذکرے ضبط تحریر کیے گیے ۔ چناں چہ نزھتہ الخواطر مولفہ مولانا سید شاہ عبدالحی حسینی لکھنوی تذکرہ علمائے ہند از مولانا مولوی رحمن علی وغیرہ چیدہ چیدہ گراں قدر تصنیفات و تالیفات علمائے کرام کے تذکروں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہوے ۔ مگر انتہائی حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف شمالی ہند ہی کے حضرات علمائے کرام کے مفصل حالات زینت قرطاس کیے گئے ہیں، جنوبی ہند کے اہل علم و اصحاب فضل کے کارناموں کو یا تو نسیاً منسیاً کر دیا گیا یا برائے نام ذکر پر قناعت کر لیا گیا، اس غیر ذمہ دارانہ روش کا سبب جنوبی ہند سے بے خبری ہے یا خوئے مصلحت اندیشی ہے خدا ہی بہتر جانے ۔ ہم تو صرف حسن ظن سے کام لیتے ہوے عرض گذار ہیں کہ معتبر و مستند تاریخیں اس امر واقعہ پر شاہد عدل ہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی نورانی کرنیں سب سے پہلے جنوب بعید کے علاقوں مثلاً ملیبار اور تمل ناڈو کے ان شہروں سے پھوٹیں جو بحر عرب کے ساحل پر واقع ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین کے قدوم میمنت سے یہ تمام آبادیاں بقعۂ نور بن گئی تھیں، جس کے نتیجہ میں علم و عرفان کا وافر حصہ باشندگان جنوبی ہند کے حصہ میں آیا، یہاں جید علماء و فضلاء اہل دل علماء و صوفیا اور باکمال مصنفین و مولفین پیدا ہوے تاہم وقت کی یہ انتہائی ستم ظریفی ہے کہ ان سابقین اولین کے کارہائے نمایاں پر امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ غفلت کا غبار اور جہالت کا دبیز پردہ پڑ گیا، کسی صاحب قلم نے ان پردوں کو چاک کرنے اور گرد و غبار کو جھاڑنے کماحقہ جد و جہد نہیں کی ۔ شعراء و ادباء کے گنے چنے چند ایک تذکروں کے قطع نظر خالص علمی نوعیت کی تاریخیں اور علماء و فضلاء کے مفصل تذکروں سے میدان تحقیق دور دور تک خالی نظر آتا ہے ۔ مولانا مہدی واصف کی تالیف "حدیقتہ المرام" اور نواب عزیز جنگ بہادر کی "تاریخ النوائط" قابل قدر و لائق داد و تحسین کاوش و کوشش تو ضرور ہے مگر ان کی تاریخی وسعتیں اور تحقیقی دائرے مقصود محدود ہیں ۔

خدا خوش رکھے جناب علیم صبا نویدی کو کہ انھوں نے اپنے دوش نازک و ناتواں کار پر اس کار گراں بار کو نہ صرف اٹھایا بلکہ اپنی اولوالعزمی اور سخت جانی کا ثبوت فراہم کرتے ہوے اس امانت کو دیانت کی منزل مقصود تک پہنچا دیا ۔ یہ بات اور ہے کہ اس راہ دشوار و پرخار میں

کسی کسی موڑ پر ان کے پائے تحقیق لغزش آشنا ہوئے اور کہیں کہیں ان کے قدم لہولہان بھی ہوگئے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے جس کام کا بیڑا اٹھایا وہ کوئی معمولی کام نہیں جان جوکھم میں ڈالنے کا کام تھا، عربی اور فارسی کے ماہرین تحقیق و تفحص کی جس جدت و شدت سے جی چرا کر گوشۂ عافیت میں سر چھپائے ہوں ویسے سخت مراحل سے مردانہ وار گزر کر اپنے اسلاف، اکابر اور اپنے اصحاب و اصاغر علمی کمالات و خدمات کو وسعت قلبی اور تعمق نظری کے ساتھ اجاگر کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ جناب علیم صبا نویدی اردو کے منفرد و مقبول، اعلیٰ درجے کے شاعر و افسانہ نگار ہی نہیں بلکہ آپ کا شمار علم و ادب کے مایہ ناز محققوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے قبل ازیں علامہ باقر آگاہ ویلوری اور حضرت بحرالعلوم مدراسی پر گراں قدر کتابیں لکھ کر اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ اسی خوش گوار تجربے کا پس منظر کی وجہ سے آپ نے اپنی زیر نظر تالیف "تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء" کو سلیقہ مندی و شائستگی کے رنگ و روغن سے مزین و معطر کر دیا ہے، شاذو نادر ہی ایسا موقعہ آیا ہے جہاں آپ کا رخش قلم بے قابو پھر گیا ہو بہر کیف آپ نے اس معرکۃ آرا بے بہا تالیف میں علاقۂ تمل ناڈو کے ان تمام علماء (اہل علم) کا ذکر خیر کیا ہے جو کسی نہ کسی سطح پر صاحب تصنیف کہلائے ہیں، چاہے ان کی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہوں یا مخطوطات و مسودات کی صورت میں سرکاری، نیم سرکاری یا نجی کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہوں اور ایک خاص بات اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ اس میں علیم صاحب نے بلاامتیاز مذہب و مسلک تمام اہل علم و اصحاب قلم کو اپنی تحقیق میں جگہ دی ہے، یہ ایک عجیب و انوکھی بات ہے۔

آخر میں راقم موصوف کی اس سعی بلیغ کو قبولیت عام اور شہرت دوام حاصل ہونے کی نیک تمنا کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں بصمیم قلب دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اس کار خیر کو شرف رضا و قبول سے نوازے۔ آمین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

٭ مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی
پروفیسر، صدر شعبۂ اردو
ایس. ایس. یونیورسٹی آف سنسکرت
کالڈی، کیرالا

٭ نئے افق کی طرف

علیم صبانویدی کی ادبی زندگی عجائبات کی آمیزش کا کارخانہ معلوم ہوتی ہے آپ کی شاعری میں غنچوں کی سی کیفیت اور شگفتگی، تعمیر حقیقت اور خواب پریشاں کی عکس ریزی قابل دید ہے۔ آپ نے حالات کے نشیب و فراز سے گذر کر زندگی کو ایک ایسا رخ دیا ہے جو انسان کو صبر و شکر سکھاتا ہے۔ آپ نے جس طرز کو اپنایا ہے اس میں تحریک و عمل کی پاکیزہ روشنی ہے۔ آپ نے ذہن کے شیش محل میں نورانی تصورات اور خیالات کی شمعیں روشن کرکے زندگی کو تنوع دیا ہے اور قوس قزح کا سماں پیدا کیا ہے جس پر قاری کی نظریں ہٹ کر آسودہ ہوجاتی ہیں۔ آپ کی شاعری کا نقطۂ آغاز غزل ہے جس کی ہیئت میں آپ نے مختلف تجربے (مثلاً آزاد غزل اور نثری غزل) کئے ہیں۔ آپ کے ہاں روایتی انداز بھی ہے اور اس سے فرار بھی۔۔۔ آپ کے ہاں بظاہر حسن کا ناز ہے اور نہ عشق کا نیاز مگر داخلی طور پر دونوں کیفیات کی جھلک ضرور ہے بہ الفاظ دگر ان کے کلام میں ایک طرح کی دھوپ چھاؤں کی سی کیفیت ہے اور اس دھوپ چھاؤں میں ایک نیا رنگ، نیا روپ بلکہ انوکھا لہجہ اور شگفتہ اسلوب ہے۔ بالخصوص آپ کی نعتیہ شاعری (نعتیہ ساسنیٹ) کئی معتبر، متبرک ذہنوں کو چھو کر معراج کمال تک پہنچ چکی ہے۔ سانیٹ کی ہیئت میں نعت و سلام کہنے کا شرف سب سے پہلے تاریخ شعر و ادب میں آپ کو حاصل ہے۔ ہائیکو کی صنف میں آپ نے بہت ساری نعتیں لکھیں جس کا اعتراف پروفیسر کرامت علی کرامت نے بھی اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔

مسرت اس بات کی ہے کہ ہندو پاک کے معاصر ادیبوں، نقادوں اور جید علماء نے آپ کی شعری اور نثری خدمات کا منصفانہ جائزہ لیا ہے اور آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

علیم صبانویدی کی نثرنگاری کی ابتداء بقول حضرت دانش فرازی اور حضرت راز امتیاز افسانہ نگاری سے ہوئی۔ ان کے افسانوی مجموعے "روشنی کے بھنور"، "شگاف

درشگاف " اور اجلی مسکراہٹ، دس دس سال کے وقفہ کے بعد منظر عام پر آتے رہے اور ان طویل وقفوں سے یہ گمان اغلب ہے کہ موصوف کا مزاج افسانہ نگاری سے لگا نہیں کھاسکا مگر گذشتہ پانچ برس کی مدت میں آپ کا غیر معمولی ذہن خاموش نہ رہ سکا لہذا آپ نے تحقیق و جستجو اور چھان بین سے اپنا رشتہ جوڑا۔ مولانا باقر آگاہ ویلوری، " جنوب کا شعرو ادب " اور " حضرت العلام مولانا عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی " جیسی معرکہ آراء تحقیقی نوعیت کی کتابیں پیش کر کے تشنگان علم و ادب کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ آپ کی زیر نظر کتاب " تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء " آپ کی تحقیقی ہنر مندی کی ایک اور اہم کڑی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

" تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء " میں چند ایسے گہرہائے آبدار ہیں جو تاریخ ادب اردو میں پہلی مرتبہ پیش ہوئے ہیں۔ علیم صبا نے گویا یہ کتاب پیش کر کے مدت مدید سے گمنامی کے پردے میں روپوش فن پاروں کو دریافت کیا ہے۔ آپ واقعی قابل مبارکباد ہیں کہ آپ نے ماضی کے مقدس اجالوں کو تلاش کیا اور ان سے اہل علم کو بصیرت اندوزی کا موقعہ عطا کیا بہ الفاظ دیگر اس گلشن سدا بہار میں کھلے فنی بصیرت اور علمی دیانت کے گلہائے رنگا رنگ سے چشم جذبہ و فکر لطف اندوز ہورہی ہے۔ ایک اور اہم وصف جس سے علیم صبا نویدی متصف ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں کہیں بھی ملکی کی عصبیت یا مذہبی فرقہ واریت کا شائبہ نہیں ملتا۔ تعجب اس بات کا ہے کہ آپ نے تمل ناڈو کے علمی و ادبی جزیرے میں بیٹھ کر اپنے طور پر نہ صرف شعری دنیا میں نئی راہیں، نئی منزلیں تلاش کی ہیں بلکہ اصناف ادب کے نئے نئے افق تک بھی رسائی حاصل کرنے کی سعی کی ہے۔

پیش نظر کتاب کی افادیت اور اہمیت اس لئے بھی مسلم ہے کہ علیم صبا نویدی نے اس کتاب میں تمل زبان بولنے والے مسلم ادیبوں کی دینی خدمات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ دراصل یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے جس سے آج کا قاری اور آنے والے دور کے احباب ضرور فیض یاب ہوں گے۔ بقول مولانا مولوی شیخ التفسیر ابوالسعید سید شاہ عبدالجبار قادری باقوی مدظلہ علیم صبا نویدی نے علماء کے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اس موضوع پر عربی مدارس کے احباب کو کام کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن رب العزت کی عجیب مصلحت ہے کہ یہ کام علیم صبا نویدی کے

ذریعہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ موصوف نے بڑی محنت، لگن اور جستجو کے ساتھ علماء کی خدمات کا بڑے اچھے انداز میں خاکہ پیش کیا ہے۔

علیم صبانویدی نے یہ اہم دینی، علمی و ادبی کارنامہ انجام دیکر نہ صرف ایک اور نئے افق اور اس کی متنوع سمتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے بلکہ اپنی تصنیفی اور تحقیقی صلاحیتوں کو ایک انمول تاریخی دستاویز کی حیثیت دیدی ہے۔

خدائے عزوجل آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کی انتھک محنتوں کو نور علیٰ نور بنادے۔

آمین

★ ★ ★

فہرست

۲۴ مولانا مولوی عبداللطیف ذوقی ویلوری	۱۱۵۱ھ-۱۷۳۸ء	۱۱۹۴ھ-۱۷۸۰ء	47
۲۵ علامہ محمد باقر آگاہ نائطی ویلوری	۱۱۵۸ھ-۱۷۴۵ء	۱۲۲۰ھ-۱۸۰۵ء	[redacted]
۲۶ محمد میر جواد پلاور	۱۱۵۸ھ-۱۷۴۵ء	۱۲۲۳ھ-۱۸۰۸ء	53
۲۷ سید محمد غوث آرکاٹی	— — —	۱۲۲۵ھ-۱۸۱۰ء	54
۲۸ غوثی چنگل پٹی مدراسی	— — —	— — —	
۲۹ عمر ولی القادری	۱۱۹۲ھ-۱۷۴۸ء	۱۲۱۶ھ-۱۸۰۱ء	55
۳۰ مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر	۱۱۹۹ھ-۱۷۵۲ء	۱۲۳۸ھ-۱۸۲۲ء	56
۳۱ مولوی غلام محی الدین معجز	۱۱۷۳ھ-۱۷۵۹ء	۱۲۲۹ھ-۱۸۱۴ء	57
۳۲ مولانا مولوی مرزا علی بخت اظفری	۱۱۷۴ھ-۱۷۶۰ء	۱۲۳۵ھ-۱۸۱۹ء	58
۳۳ لالہ مکھن لال بہادر فرد	۱۱۷۷ھ-۱۷۶۳ء	۱۲۴۱ھ-۱۸۲۵ء	59
۳۴ حکیم غلام علی موسیٰ رضا خان رائق	۱۱۸۰ھ-۱۷۶۶ء	۱۲۴۸ھ-۱۸۳۲ء	60
۳۵ نواب عزیز الدین خان مستقیم جنگ نامی	۱۱۸۱ھ-۱۷۶۷ء	۱۲۴۰ھ-۱۸۲۴ء	61
۳۶ مولانا مولوی محمد اسحاق	۱۱۸۴ھ-۱۷۷۰ء	— — —	62
۳۷ مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قادری قربی ویلوری	— — —	۱۲۴۰ھ-۱۸۲۴ء	63
۳۸ سید برہان الدین پانڈی	۱۱۸۹ھ-۱۷۷۲ء	۱۲۴۳ھ-۱۸۲۷ء	
۳۹ مولوی سید ابو سعید والا	۱۱۹۰ھ-۱۷۷۶ء	۱۲۶۴ھ-۱۸۴۷ء	64
۴۰ مولانا شیخ آدم	۱۱۹۱ھ-۱۷۷۷ء	— — —	[redacted]
۴۱ مولوی تراب علی نامی	— — —	۱۲۴۴ھ-۱۸۲۹ء	
۴۲ مولوی قاضی ارتضا علی خان خوشنود	۱۱۹۸ھ-۱۷۸۳ء	۱۲۷۰ھ-۱۸۵۳ء	66
۴۳ مولانا مولوی حافظ شیخ عبدالقادر	۱۱۹۸ھ-۱۷۸۳ء	۱۲۵۱ھ-۱۸۳۵ء	67
۴۴ محمد علی حسین ماجد	۱۱۹۸ھ-۱۷۸۳ء	۱۲۱۶ھ-۱۸۰۱ء	68
۴۵ مولانا مولوی محمد سعید اسلمی	۱۱۹۸ھ-۱۷۸۳ء	۱۲۷۲ھ-۱۸۵۵ء	69
۴۶ مولوی صفی الدین ناصر	۱۱۹۸ھ-۱۷۸۳ء	۱۲۴۳ھ-۱۸۲۷ء	
۴۷ مولوی قدرت اللہ خان	۱۱۹۹ھ-۱۷۸۴ء	۱۲۸۱ھ-۱۸۶۴ء	70
۴۸ مولوی میر حیات میسوری	۱۱۹۹ھ-۱۷۰۴ء	۱۲۸۱ھ-۱۸۶۴ء	
۴۹ مولوی قاضی مصطفیٰ علی خان خوشدل	۱۲۰۰ھ-۱۷۸۵ء	۱۲۳۴ھ-۱۸۱۸ء	71
۵۰ قاضی محمد اسلم خاں شایاں	۱۲۰۰ھ-۱۷۸۵ء	۱۲۳۴ھ-۱۸۱۸ء	72
۵۱ مولوی غلام عبدالقادر ناظر	۱۲۰۰ھ-۱۷۸۵ء	۱۲۳۴ھ-۱۸۱۸ء	
۵۲ حضرت سید محمود بلگرامی	— — —	— — —	73

۷۸ حاجی سید محمد غوث	۱۲۳۸ھ-۱۸۲۲ء	۱۳۱۸ھ-۱۹۰۰ء	101
۷۹ نواب غلام غوث خان بہادر	۱۲۳۹ھ-۱۸۲۴ء	۱۲۷۲ھ-۱۸۵۵ء	
۸۰ مولانا سید شہاب الدین شہاب ویلوری	۱۲۴۰ھ-۱۸۲۴ء	— — —	103
۸۱ مولانا سید احمد مشتاق	— — —	— — —	104
۸۲ مولانا حبیب اللہ ذکاء	۱۲۴۴ھ-۱۸۲۸ء	۱۲۹۲ھ-۱۸۷۵ء	
۸۳ مولانا محمد قدرت علیم	۱۲۵۰ھ-۱۸۳۴ء	۱۳۴۵ھ-۱۹۲۶ء	106
۸۴ مولانا مولوی سید شاہ عبدالغفار مسکین	۱۲۵۱ھ-۱۸۳۵ء	۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء	107
۸۵ مولوی عبدالغنی خان امیر	۱۲۵۹ھ-۱۸۴۳ء	۱۳۰۹ھ-۱۸۸۸ء	108
۸۶ مولوی عبدالصمد خان ماہر	— — —	۱۳۲۷ھ-۱۹۰۹ء	
۸۷ مولوی محمد اعظم گھنالہ بہادر ہوش	۱۲۶۷ھ-۱۸۵۰ء	— — —	109
۸۸ مولوی شاہ عبدالقادر فخر ویلوری	۱۲۶۹ھ-۱۸۵۲ء	۱۳۳۳ھ-۱۹۱۵ء	
۸۹ شمس العلماء مولوی قاضی عبیداللہ	۱۲۷۰ھ-۱۸۵۳ء	۱۳۴۴ھ-۱۹۲۵ء	110
۹۰ قاضی محمد عبداللہ حسین خلیل	۱۲۷۱ھ-۱۸۵۴ء	۱۳[illegible]ھ-۱۹۳۳ء	112
۹۱ شمس العلماء مولوی عبدالعزیز جنگ	۱۲۷۲ھ-۱۸۵۵ء	— — —	
۹۲ مولوی حکیم محی الدین حسین چیدا انور	۱۲۷۳ھ-۱۸۵۶ء	۱۳۳۶ھ-۱۹۱۸ء	114
۹۳ مولوی تجمل حسین خان ایمان گوپاموی	۱۲۷۷ھ-۱۸۶۰ء	۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء	
۹۴ مولانا عبدالقدوس ضو ویلوری	۱۲۸۱ھ-۱۸۶۴ء	۱۳۶۵ھ-۱۹۴۶ء	116
۹۵ محمد عبدالقادر شاکر وانمباڑی	۱۲۸۲ھ-۱۸۶۵ء	۱۳۴۱ھ-۱۹۲۳ء	
۹۶ نواب عبدالروف خان بہادر پرتو	۱۲۸۲ھ-۱۸۶۵ء	۱۳۴۵ھ-۱۹۲۶ء	118
۹۷ علامہ شاہ عبدالجبار صاحب قادری	۱۲۸۶ھ-۱۸۶۹ء	۱۳۵۳ھ-۱۹۳۴ء	119
۹۸ ابراہیم عبدالقادر	۱۲۸۷ھ-۱۸۷۰ء	۱۳۶۵ھ-۱۹۴۵ء	120
۹۹ مولانا سید خواجہ معین الدین چشتی	— — —	— — —	
۱۰۰ نواب محمد منور خان گوہر	۱۲۸۸ھ-۱۸۷۱ء	۱۳۶۱ھ-۱۹۴۲ء	121
۱۰۱ مولانا مولوی عبدالصمد علی	— — —	۱۳۶۱ھ-۱۹۴۲ء	
۱۰۲ خطیب محمد اعظم سفیر بلچپوری	— — —	۱۳۶۱ھ-۱۹۴۲ء	122
۱۰۳ مولانا محمد عبدالمجید پنگنوری	۱۲۹۰ھ-۱۸۷۳ء	۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء	

۱۲۹ مولانا راجی صدیقی	۱۳۴۶ھ-۱۹۲۷ء	۱۴۱۰ھ-۱۹۸۹ء	155
۱۳۰ علامہ سید شاہ عبدالجبار باقوی	۱۳۴۶ھ-۱۹۲۷ء	بقید حیات۔	156
۱۳۱ افضل العلماء ڈاکٹر سیکا شعیب عالم	۱۳۴۹ھ-۱۹۳۰ء	بقید حیات۔	159
۱۳۲ مولانا ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی	۱۳۵۳ھ-۱۹۳۴ء	بقید حیات۔	160
۱۳۳ مولوی سید شاہ مصطفےٰ حسین بخاری	۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء	بقید حیات۔	
۱۳۴ مولانا مولوی خطیب عبدالمجید باقوی	— — —	بقید حیات۔	161
۱۳۵ مولانا اشرف سعودی باقوی	۱۳۵۹ھ-۱۹۴۰ء	بقید حیات۔	162
۱۳۶ مولوی یعقوب اسلم عمری	۱۳۶۵ھ-۱۹۴۵ء	بقید حیات۔	
۱۳۷ مولوی حافظ عبدالرزاق حافظ باقوی	۱۳۴۵ھ-۱۹۲۶ء	بقید حیات۔	164
۱۳۸ شیخ مجتبیٰ پلاور	— — — —	۱۳۶۹ھ-۱۹۴۹ء	165
۱۳۹ مولوی ظہیر احمد راہی فدائی باقوی	۱۳۶۹ھ-۱۹۴۹ء	بقید حیات۔	
۱۴۰ مولانا مولوی بشیر الحق قریشی	۱۳۷۳ھ-۱۹۵۳ء	بقید حیات۔	167
۱۴۱ مولوی سید شاہ عثمان پاشاہ قادری	۱۳۷۶ھ-۱۹۵۶ء	بقید حیات۔	168
۱۴۲ مولانا مولوی سید محمد ابراہیم باقوی	۱۳۷۷ھ-۱۹۵۷ء	بقید حیات۔	169
۱۴۳ مولانا ابوالحسن محمد رمضان القادری	۱۳۸۸ھ-۱۹۶۸ء	بقید حیات۔	170

پست نوشت

۱۴۴ مولانا شاہ محمد	— — — —	— — — —	
۱۴۵ مولانا نادر ویلوری	— — — —	— — — —	171
۱۴۶ یحییٰ ابراہیم پلاور	— — — —	۱۲۹۰ھ	172
۱۴۷ شیخ عبدالقادر سلیے نینار	— — — —	— — — —	
۱۴۸ رتن لال مست	۱۲۲۰ھ-۱۸۰۵ء	— — — —	
۱۴۹ علامہ غضنفر حسین شاکر نائطی	۱۳۱۷ھ-۱۸۹۹ء	۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء	173
۱۵۰ مولوی محمد صادق	۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء	۱۳۷۷ھ-۱۹۵۸ء	175
۱۵۱ مولوی حمزہ حسین	۱۳۴۳ھ-۱۹۲۴ء	بقید حیات۔	176
۱۵۲ مولوی علی فطرت	۱۳۴۳ھ-۱۹۲۴ء	بقید حیات۔	177
۱۵۳ مولانا غلام محمد مہدی خان	— — — —	— — — —	178
۱۵۴ علامہ آمر کلیمی شاہ	۱۳۴۳ھ-۱۹۲۴ء	بقید حیات	

* * *

۱۔ شاہ سلطان ثانی

آپ بمقام آرکاٹ ۱۰۱۸ھ مطابق 1609 ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید فخرالدین سلطان حسینی تھے اور آپ کا سلسلۂ نسب حضرت بندہ نواز گیسودرازؒ (گلبرگہ) سے ملتا ہے آپ مولانا حبیب اللہ بیجاپوری (المتوفی ۱۰۴۱ھ مطابق 1631 ء) قاضی محمد کلیانی (1) اور شیخ حسن نجفی (2) کے ہم عصر اور اپنے دور کے عظیم المرتبت عالم اور مایہ ناز صوفی شاعر تھے۔ شہر آرکاٹ میں آپ کے معتقدوں اور مریدوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہے۔ آپ کے مریدوں میں شاہ عالم شغلی اور مرتضیٰ گیانی (3) مشہور صاحب تصنیف گذرے ہیں۔ حاجی سید عبدالوہاب شطاری نے "جنوبی ہند کے مشائخین" میں لکھا ہے کہ جنوبی ہند میں حضرت شاہ سلطان ثانی کا مزار مبارک سے آج بھی آرکاٹ اور اس کے قرب وجوار کے لوگ فیض روحانی حاصل کر رہے ہیں۔

شاہ سلطان ثانی دبستان دکن کے ایک قادر الکلام غزل گو شاعر تھے ان کا ضخیم دیوان تقریباً تین ہزار پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنی کتاب "دکنی غزل کی نشوونما" میں مختلف کتب خانوں میں محفوظ "دیوان سلطان" کے بارہ قلمی نسخوں کی نشاندہی کی ہے (4)

چند سال قبل ڈاکٹر رضیہ صدیقی نے جامعہ عثمانیہ سے "دیوان سلطان کی تدوین" کے موضوع پر مقالہ تحریر کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔ شاہ سلطان ایک صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ دیوان کے علاوہ انھوں نے دو نثری تصانیف "درالاسرار" اور "زنجیرہ" اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ نے ۱۰۹۷ھ مطابق 1685 ء میں وصال فرمایا اور آرکاٹ میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۔ شاہ عالم شغلی ترچنا پلوی

آپ ۱۰۳۰ھ مطابق 1620 ء میں بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم مقامی عربی مدارس میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم وتربیت سید شاہ نعمت اللہ قادری کی سرپرستی میں ہوئی اور آگے چل کر انھیں سے بیعت ہوئے۔ عادل شاہی سلطنت (۱۰۱۸ھ تا ۱۰۹۷ھ مطابق 1609 ء تا 1685 ء) کی تباہی کے بعد مدراس آئے اور یہاں کے عالم بے نظیر شاہ سلطان ثانی مصنف

"دار الاسرار" اور "زنجیرہ" سے نہ صرف فیض یاب ہوئے بلکہ ان سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔ غالباً آپ نے مرشد کی ہدایت پر نطہر نگر گئے اور وہیں رشد و ہدایت اور تبلیغ اسلام کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رکھا۔ آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی شاعر بھی تھے دکن کے معروف شعرا صادق آرکاٹی، عبد القادر ناظر نے آپ کی شاعری کی تعریف کی ہے۔ مولانا باقر آگاہ ویلوری نے اپنی مثنوی "گلزار عشق" کے دیباچے میں آپ کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۴/ صفر ۱۱۱۴ھ مطابق 1702ء کو ۸۳ سال کی عمر میں بمقام نطہر نگر (ترچناپلی) میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ شاہ صادق آرکاٹی نے "غاب قطب" سے شغلی کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

گفت شاہ صادق ازروے عقیدت مصرعے
تاکہ جوئی اندریں "غاب قطب" تاریخ وصل (5)

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنے ایک تحقیقی مضمون "شاہ عالم شغلی ترچناپلوی" میں شغلی کی درج ذیل منظومات کی نشاندہی کی ہے۔(6)

۱۔ دیوان شغلی ۲۔ مثنوی پند نامہ ۳۔ نظم وحدت ۴۔ قصیدہ ۵۔ رباعی

۳۔ مولانا اپا شیخ صدقت اللہ

آپ کے والد ماجد شیخ سلیمان ولی ۱۰۰۰ھ تا ۱۰۷۹ھ مطابق 1591ء تا 1668ء کیلاکرئی (Kilakarai) کے متوطن تھے۔ آپ کے آباو اجداد مصر سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ بمقام کائل پٹنم ۱۰۴۲ھ مطابق 1632ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا صدق نائینار بڑے ولی صفت انسان تھے اور حضرت شاہ الحمید ناگوری کے خاص الخاص مرید تھے۔ آپ تحصیل علم کے لیے ادھیرام پٹنم آئے اور وہاں حضرت مخدوم شیخ عبد القادر صدیقی جو (Chinnina) (Labbai Alim المتوفی ۱۰۷۹ھ مطابق 1660ء) کے نام سے مشہور تھے ان سے دینی علوم میں ملکہ حاصل کیا۔ حصول علم کے بعد آپ اپنے استاد کے قائم کیے ہوئے مدرسہ (7) میں استاد مقرر ہوئے۔ کیلاکرائی کا ماحول جب لادینی اثرات اور غیر اسلامی رسومات کی طرف مائل ہو رہا تھا تو آپ نے یہاں کے تمل بولنے والے مسلمانوں کو دین کا صحیح راستہ دکھایا۔

ڈاکٹر شعیب عالم کا بیان ہے کہ آپ نے اسی اسلامی مشن کو لے کر سارے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور خوش قسمتی سے آپ نے جامع مسجد دہلی میں اورنگ زیب عالمگیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ عالمگیر آپ کی علمی اور دینی خدمات سے بے حد متاثر ہوئے اور مدراس واپس آنے کے بعد بھی آپ کے اور عالمگیر کے درمیان بالالتزام مراسلت جاری رہی اور "فتاویٰ عالمگیری" کی ترتیب میں اورنگ زیب نے آپ کے مشوروں کو پسند فرمایا۔

آپ نے اسی اسلامی مشن کے تحت مکہ اور مدینہ میں دو سال قیام کیا۔ عرب ممالک سے واپسی کے بعد آپ نے بہت بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ بہت سارے ساحلی علاقوں میں مسجدیں تعمیر کیں اور عربی مدارس کی بنیاد رکھی۔

آپ جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کے مشہور و معروف شاعر بھی تھے۔ آپ نے دو سطوری نظمیں بہت زیادہ تعداد میں لکھیں۔ آپ کی نظموں کے درج ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔وتریا (Vithriya) ۲۔ یاخطبہ ۳۔یاسیدی شیخی ۴۔سبحانامولود

آپ کی ان شعری کتابوں کے علاوہ شافعی فقہ سے متعلق بھی دو نثری کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ۱۔ہدیہ شریف ۲۔معنیٰ

آپ ۱۱۱۵ھ مطابق 1703ء میں واصل بحق ہوئے اور کیلاکرائی کی جامع مسجد میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کے رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ آپکا مزار اورنگ زیب نے تعمیر کروایا تھا

۴۔ شیخ علی آلپ پلاور

آپ کا سلسلہ نسب حضرت کعب بن زبیرؓ سے ملتا ہے۔ آپ کا اصلی نام شیخ علی تھا۔ آپ کے والد ماجد سید ابوبکر ترونا ولی (Tirunaveli) میں میلچ چیول (Melach Cheval) گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اسی گاؤں میں آپ پیدا ہوئے۔ دیسامانکم (Desa Manickam) گاؤں کے آشرم کے پنڈت سے تمل زبان سیکھی۔ قرآن شریف بچپن ہی میں اپنے والد بزرگوار کی سرپرستی میں ختم کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کائل پٹنم گئے اور وہاں پہنچ کر آپ کا جذبۂ عشق محمدیؐ جب پروان چڑھا تو آپ نے تمل زبان میں ایک طویل قصیدہ جو ۴۳ ،

ابیات پر مشتمل تھا بنام معراج مالئی (Meraj malai) لکھا اور وہاں کے قاضی سید محمد علاؤالدین سے خوب داد حاصل کی۔ آپ کے نابینا مالدار دوست پاواڈے چٹیار (Pavade Chettiar) نے اس قصیدے کی بہت آدر کی اور انھوں نے اس قصیدے کو اپنے یار (Sivaligam Chettiar) کی توسط سے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ اس قصیدے کی اشاعت کے بعد خود (Sivalingam Chettiar) اپنے نام سے منسوب Chettiar محلے میں اس کتاب کی رسم اجراء کا انتظام بڑی شان و شوکت سے کیا۔

اس قصیدے کے علاوہ موصوف نے معراج سے متعلق بڑی بصیرت افروز نظمیں لکھی ہیں۔ یہ تمام نظمیں ٹمل زبان میں ہیں۔

روز و شب عبادت الٰہی میں مصروف رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اہل السنت والجماعت کے عقائد اور خیالات کے حامی تھے۔ Chettiar کے سارے کنبے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے۔

آپ نے ۲۷/ رمضان ۱۰۶۰ھ مطابق 1649ء بروز جمعہ پالیم کوٹا کی مسجد میں بہ وقت نماز عصر بہ حالت سجدہ جان جان آفریں کے حوالے کر دی اور اسی مسجد کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے لکھے ہوئے مطبوعہ "معراج نامہ" کا نسخہ سینے پر رکھ کر دفن کیا گیا۔

۵۔ عمر پلاور

آپ کا خاندان عرب سے ہندوستان آیا تھا۔ آپ کے والد ماجد شیخ محمد علی عطر کے بیوپاری تھے۔ آپ ۱/ شعبان ۱۰۵۲ھ مطابق 1642ء میں ناگاپورم (ضلع ترونلویلی) میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے والد کی سرپرستی اور نگرانی میں عالم و فاضل ہوئے۔ ٹمل زبان و ادب کی کتابیں کاڈیگئی متو پلاور (Kadigai Muthu Pullavar) سے پڑھیں۔ ٹمل زبان کے مشہور محقق یم آر یم عبدالرحیم کا بیان ہے کہ آپ نے تنگی Seetha Kathi کے ایما پر حضور اکرمؐ کی سیرت پانچ ہزار دو سو اٹھائیس ابیات پر مشتمل طویل نظم بنام "سیرا پرانم" لکھی۔ اس طویل نظم کی تکمیل میں صدق اللہ اپا کے نیک مشوروں کے ساتھ ساتھ ان کے مرید محمود طیبی

اور ابو القاسم مریکار (محمود بندر) کی ہمت افزائی اور راہ بری شریک ہے(8) ۔

ترسٹھ سال کی عمر میں ۱۴/ ربیع الاول ۱۱۱۵ھ مطابق 17 / جولائی 1703 ء میں آپ دار فانی سے رحلت کر گئے بمقام Ettaga Palam سپرد خاک ہوئے۔آپ کے انتقال کے دو سو سال بعد آپ کے مزار مبارک پر ایک یادوا ہندو نے ۱۳۴۰ھ مطابق 1921 ء میں مقبرہ تعمیر کروایا(9) ۔

۶۔ حافظ سید محمد فراقی ویلوری

حافظ سید محمد فراقی فرزند سید کریم محمد حسینی المتوفی ۱۰۹۷ھ تا ۱۱۰۵ھ، مطابق 1685 ء تا 1693 ء میں پیدا ہوئے(10) آپ کے دادا سید محمد قادری (المتوفی ۱۰۸۷ھ مطابق 1672 ء) بیجاپور کے مشہور مدرس تھے۔ فراقی جنوب کا وہ خوش قسمت شاعر ہے جس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف میر حسن نے اپنے تذکرہ نکات الشعراء میں کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی فراقی کو غزل گو شعراء کے زمرے میں رکھتے ہوئے "تاریخ ادب اردو جلد اول" میں ان کی غزلوں کے چند اشعار پیش کیے ہیں لیکن فراقی کو مکمل طور پر تلاش کرنے اور ان کی شخصیت اور فن کا تفصیلی جائزہ لینے کا سہرا ڈاکٹر محمد علی اثر کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنے مضمون میں فراقی کے واقعات حیات پر روشنی ڈالی ہے اور اس کا شجرہ نسب بھی درج کیا ہے(11) ۔

مثنوی "مرات الحشر" کی زبان قدیم دکنی ہے۔ بقول ڈاکٹر اثر یہ بھی درست ہے کہ فراقی نے فارسی کتاب "آخرت نامہ" کے غائر مطالعے کے بعد بہت ساری احادیث آیتوں سے استفادہ کیا ہے اور مثنوی "مرات الحشر" کی تصنیف کی۔ فراقی کو زندہ رکھنے کے لیے ان کی یہ مثنوی اردو ادب میں ہمیشہ روشن نقوش چھوڑے گی۔

فراقی نے ۹/ شوال ۱۱۴۴ھ مطابق 1731 ء کو بمقام ویلور رحلت پائی اور ان کی تدفین بیجاپور میں ان کے آبائی قبرستان میں عمل میں آئی۔

۷۔ شیخ محمد مخدوم عبدالحق ساوی دستگیر

آپ سلاطین بیجاپور کے چشم و چراغ تھے(12) ۔ آپ کے جد اعلیٰ بمقام "ساوا" ترکی سے ہندوستان تشریف فرما ہوئے تھے اس نسبت سے آپ کا اسم گرامی شیخ ساوی مشہور ہوا۔ مولف "تذکرہ اولیاء دکن" نے لکھا ہے کہ آپ کے بزرگ ترکستان سے مدراس آکر قصبہ میلاپور میں قیام پذیر ہوئے لیکن حضرت کاوش بدری مولف "قطب مدراس" (13) نے لکھا ہے کہ آپ کے بزرگ عبدالنبی سپہ گری کرتے کرتے ترکستان سے ایک تاجر کے ساتھ بیجاپور (ہندوستان) تشریف لائے اور یہاں پہنچنے کے بعد آپ نے نہ صرف تجارت میں ناموری پیدا کی بلکہ مذہبی رہنماؤں میں بھی بلند مقام حاصل کیا۔ سات سال کی عمر میں والدہ کا سایا سر سے اٹھ گیا تھا اور اس پر حشر یہ کہ عین جوانی میں آپ کے ابا حضور بھی داغ مفارقت دے گئے ۔ آپ کی ولادت کے وقت ہی آپ کی خوش طالعی کی پیشن گوئی کی گئی تھی کہ آپ کا نام اسلامی دنیا میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ آگے چل کر یہ پیشن گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ آپ نے بیجاپور کے جید علماء کی سرپرستی میں حدیث، فقہ، منطق اور ریاضی کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے علاوہ علم الکلام، علم معانی، علم ظاہری اور علم باطنی کے پرنور خزانے سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ناصرالدین شاہ قادری (جو ان دنوں اپنی روحانی روشنیوں کا ماخذ و منبع تھے) ان کے دست مبارک پر قادریہ سلسلے میں خرقۂ خلافت سے مشرف ہوئے اور ان ہی کی صاحب زادی سے نکاح کیا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے شیخ کی اجازت لے کر حرمین شریف کا سفر کیا۔ اس سفر میں مکہ اور مدینہ کے نامور علمائے دین سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے دینی جلسوں میں حصہ لے کر ہندوستان کا نام روشن کیا۔

حضرت ناصرالدین شاہ قادری سے اکتساب فیض کرنے کے بعد آپ نے شیخ کامل، واقف رموز الہیٰ، عارف نکات، نور قطب العالم حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی اور ولی کامل سے علم صحیح پر بھرپور ملکہ حاصل کرنے کے بعد ان ہی کے ایماء پر مدراس کا رخ کیا اور میلاپور (مدراس) میں مستقل طور پر بود و باش اختیار کرلی۔

آپ کی ذات بابرکت سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کا ذکر مولف "تذکرہ اولیائے دکن" (14) نے کیا ہے۔ آپ کی بیش بہا کرامات نے کثر مخالفین کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور آپ کی کرامت و بزرگی دیکھ کر تمام علمائے دین آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے آپ سراپا خلق و مروت تھے، آپ کی مہمان نوازی اور غربا پروری بے مثل تھی۔ لوگ دور دور

سے اپنی دینی اور دنیوی مقصد براداری کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے تھے۔

آپ نے مدراس کے ماحول میں نہ صرف دین اور اس کے رسول کا پیغام پہنچایا بلکہ تصنیف و تالیف کا بھی شاندار سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی اکثر کتابیں اور چند مخطوطات احقر نے کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس، کتب خانہ اہل اسلام مدراس، کتب خانہ لطیفیہ حضرت مکان ویلور میں دیکھے ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

امیزان التوحید (بزبان فارسی)
یہ کتاب وحدت الوجود پر مشتمل ہے۔

۲ رسالۂ اسم اللہ
۳ رسالۂ ولایت
۴ رسالۂ حیات جان
۵ رسالۂ سبحان مریدین
۶ رسالۂ قبض وبسط
۷ رسالۂ سماع اور راگ
۸ رسالۂ نسبتی
۹ رسالۂ فیض
۱۰ رسالۂ استغناء
۱۱ عقائد صوفیہ
۱۲ تجدد امثال
۱۳ عصائے موسوی
۱۴ میزان المعانی
۱۵ جوامع الاسرار
۱۶ دیباچۂ مفتاح التفاسیر
۱۷ مفاتیح الغیب
۱۸ غایت التمثیل
۱۹ زاد الطالبین
۲۰ حیات السالکین
۲۱ پنج گنج
۲۲ تنبیہ العارفین
۲۳ الطریق القویم فی صراط المستقیم
۲۴ دلیل محکم
۲۵ مکتوب بنام جمال محمد
۲۶ غنیمت الوقت
۲۷ محک المدعی
۲۸ مفتح الکل
۲۹ بیان واقع

آپ کا وصال حق ۱۱۶۵ھ مطابق 1751ء ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا جسد مبارک چھ ماہ اماناً حضرت رحمت اللہ نائب رسول اللہؒ کے مقبرے میں ایک صندوق میں رکھا گیا۔ آپ کے ارادتمندوں اور نواب محمد علی والاجاہ کے اصرار پر آپ کی نعش مبارک دوبارہ مدراس لائی گئی اور ۱۱۶۶ھ مطابق 1752ء میں احاطۂ کرشنا پیٹ کے قبرستان میں سپرد خاک کی گئی۔ کسی نے حسب ذیل تاریخیں نکالی ہیں۔

تاریخ تدفین	تاریخ رحلت
امجد اہل معارف رفتہ آہ	عمدہ اہل حقائق رفتہ آہ
۱۱۶۶ھ	۱۱۶۵ھ

آپ کی وفات کے بعد نواب والاجاہ نے مزار اقدس پر عالی شان گنبد ۱۲۰۴ھ مطابق 1789ء میں تعمیر کروایا۔ کسی نے تاریخ تعمیر گنبد یوں نکالی ہے۔

قبۂ عرش منزلت ناگاہ

۱۲۰۴ھ

آج بھی آپ کا مزار پر نور زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

۸۔ لالہ جسونت رائے منشی

آپ کا نام جسونت رائے اور منشی تخلص تھا آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں ہوسکا۔ نواب سعادت اللہ خان گورنر آرکاٹ کے دربار سے وابستہ تھے (15) ۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نواب سعادت اللہ خاں کی سرپرستی میں اعلیٰ خدمات پر مامور ہوے اور تصنیف تالیف کا کام بھی انجام دیا نواب صاحب کے واقعات حیات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب "سعید نامہ" تصنیف کی جس میں ان کی مدح میں قصیدے بھی شامل ہیں۔ منشی نے فارسی زبان میں ایک مثنوی "گل کدہ عشق" کے نام سے لکھی ہے۔ (16) جس کا قصہ غواصی کی مثنوی "سیف الملوک بدیع الجمال" پر مبنی ہے۔

۹۔ میر مرتضیٰ مزوی

آپ ضلع کوکن (بمبئی) میں ۱۱۰۷ھ مطابق 1695ء میں پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیمات اپنے وطن کے علماء کے توسط سے ہوئی نواب سعادت اللہ خان کے دور میں آرکاٹ آئے اور یہاں پہنچنے کے بعد علم منطق اور علم فلسفہ کے استاد مقرر ہوے اور زندگی بھر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ علم نجوم پر آپ کو بلا کا درک حاصل تھا آپ کے عمل عملیات کی روشنی آرکاٹ کے ماحول میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہر شام عقیدت مندوں کے ہجوم سے آپ کا گھر بھرا رہتا تھا۔ دعاؤں سے

ہر مرض کو دفع کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۱۷۳ھ مطابق 1759ء میں ہوا۔ آپ کی لکھی ہوئی مثنویاں "التحفۃ والدلائل"، "نظم الوصول"، "پنج گنج"، "گنج حکمت" اور "مخزن اسرار" علم نجوم پر مثنوی بے حد مشہور ہیں۔

۱۰۔ محمد قاسم پلاور

آپ کے آباواجداد مصر (Cairo) سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی عبدالقادر کائل پٹنم کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت کائل پٹنم کے نامور علماء کے ہاں ہوئی اور آپ نے بہت کم عمری میں عربی اور تمل زبانوں پر دسترس حاصل کرلی تھی۔ آپ حضور اکرمؐ کی ذات و صفات سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ عشق محمدی میں خود کو مٹادینے اور اس سمندر میں غوطہ لگاکر کبھی نہ ابھرنے کو زندگی کی معراج تصور کرتے تھے۔ ان ہی پاکیزہ عقیدتوں کے پیش نظر ایک طویل نعت تمل زبان میں بنام تروپوگز (Tirupugaz) لکھی جو بے حد مشہور ہوئی۔

آپ ۱۲/ ذی القعدہ (بروز جمعرات ٹھیک بوقت اذاں) ۱۱۷۷ھ مطابق 1763ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۱۔ قاضی نظام الدین احمد صغیر

قاضی نظام الدین فرزند محمد عبداللہ شہید ۱۱۱۳ھ مطابق 1701ء میں بمقام آرکاٹ پیدا ہوئے۔ آرکاٹ کے جید علماء سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی اپنے والد محترم کی شہادت ۱۱۴۵ھ کے بعد اپنی زندگی تصنیف و تالیف کے لیے وقف کردی۔ نواب سعادت اللہ خان نے آپ کو آرکاٹ کی قضاوت اور صدارت کا عہدہ عطا کیا۔ آپ نے قضاوت کے فرائض کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا آپ کی زندگی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ جب جنوبی ہند بالخصوص صوبہ مدراس میں انگریزوں نے آہستہ آہستہ اپنا قبضہ جمایا تو آپ نے نہ صرف اپنے مذہب کی تبلیغ کو وسعت دی بلکہ جب اسلامی تہذیب اور اس کی پاکیزہ قدروں پر انگریزوں نے حملہ کرنا شروع کیا تو قاضی نظام الدین نے عیسائی مبلغین کے کفر کو توڑنے کے لیے توریت زبور

اور انجیل کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔ موصوف نے فارسی زبان میں اس لیے ترجمہ پیش کیا کہ اس زمانے کے عوام کی بول چال کی زبان فارسی ہی تھی۔ زبور کے ترجمے کا نام "سرور الصدود بترجمہ معرب الزبور" مطبوعہ ۱۱۵۳ھ مطابق 1740ء اور انجیل کے ترجمے کا "نام فیض الجلیل فی ترجمہ معرب الانجیل" رکھا۔ اس ترجمہ کا مقصد یہ تھا کہ عام مسلمانوں کو دین کی صحیح حقیقت اور اس کی راہ مستقیم سے آگاہ کیا جائے اور مغربی اثرات کے جال میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو دین سے براہ راست واقف کروایا جائے۔

ان دونوں تراجم کی اولیت کا سہرا قاضی نظام لدین احمد کے سر جاتا ہے۔ ان تراجم کے علاوہ قاضی صاحب کی اور آٹھ کتابیں کتب خانہ مدرسۂ محمدی میں محفوظ ہیں جن میں چھ فارسی اور دو عربی کتابیں ہیں۔

مندرجہ بالا کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی نظام الدین احمد کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور انھوں نے اپنی اکثر کتابوں میں احادیث و تفاسیر اور تاریخ و سیر کی نایاب کتابوں کے حوالے دیے ہیں

مصنف "تاریخ احمدی" لکھتے ہیں کہ شہر آرکاٹ میں قاضی نظام الدین احمد ایک قطب کی حیثیت رکھتے تھے۔

قاضی صاحب نے ۱۱۸۹ھ مطابق 1775ء میں وفات پائی اور آرکاٹ کے توپ خانے کے احاطے میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۲۔ سید شاہ ابوالحسن قربی قادری ویلوری

آپ کی پیدائش ۱۱۱۸ھ مطابق 1706ء میں ہوئی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری (المتوفی ۱۱۴۹ھ مطابق 1736ء) ہے۔ آرکاٹ میں چھ سال قیام کرنے کے بعد ویلور کا رخ کیا اور وہیں پیوند خاک ہوئے۔ آپ کے والد نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور حضورؐ کے حکم سے ویلور کے قلعہ کے قریب اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ حضرت قربی نے ابتداء میں شیخ محمد فخرالدین مہکری نائطی بے خود ویلوری سے تعلیم حاصل کی اور پھر مدراس جاکر حضرت شیخ عبدالحق مخدوم ساوی سے اجازت و خلافت سے

بہرور ہوئے۔ " میزان العقائد " (17) ۱۲۷۴ ھ مطابق 1857 ء " تقویت الایقان " " (18)، خلاصت العرفان " (19)، " لب السلوک " (20) ۔ " رسالہ اثبات وجود حقیقی " (اس کتاب میں سوال وجواب کے پیرائے میں واجب الوجود اور ممکن الوجود سے بحث کی گئی ہے ۔" حق المعرفت " اس کتاب میں حضرت قربی نے اللہ تعالی کی خاصی معرفت اور تقرب حاصل کرنے کے لیے مرشد کامل کے ہاتھوں پر بیعت کرنا ضروری قرار دیا ہے رسالہ تحفتہ الذاکرین (اس کتاب میں ازکار و اشغال کا تفصیلی ذکر ہے) کیمیائے سعادت رسالہ وجدان، رسالہ عین العین، رسالہ حق الحق، رسالہ تجدد امثال، رسالہ مظہر کل، رسالہ اسم اللہ وغیرہ تصانیف حضرت قربی کی یادگار ہیں ان تمام رسائل کا موضوع تصوف ہے۔ آپ کا فارسی دیوان نایاب ہے۔ البتہ دکنی شاعری کے دیوان کو پروفیسر فضل اللہ نے اپنے بسوط مقدمہ کے ساتھ ۳۱۸۴ ھ مطابق 1964 ء حیدرآباد سے شائع کیا تھا۔ بقول راہی فدائی " حضرت قربی کی عظمت وتقدس اپنی جگہ پر مسلم ہے مگر تحقیقی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہی حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ آپ کے معاصرین بلکہ آپ کے معتقدین میں بھی شعروادب کا ستھا ہوا ذوق پہلے ہی سے موجود تھا، چناں چہ ویلوری کے مشہور دکنی شاعر ولی ویلوری نے اپنی معرکتہ الآرا مثنوی " روضتہ الشہدا " ۱۱۳۷ ھ مطابق 1724 ء میں تصنیف کی تھی یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت قربی نے سرزمین ویلور پر قدم رکھا نہیں فرمایا تھا۔ اسی طرح سدھوٹ (ضلع کڈپہ) علاقۂ قدیم مدراس (موجودہ اندھرا پردیش) کے نامور شاعر محمد ابن رضا نے قصیدہ بردہ کا اولین دکنی منظوم ترجمہ ۱۱۲۰ ھ مطابق 1708 ء کے آس پاس کیا تھا علاوہ ازیں قربی کے پیرومرشد حضرت مخدوم ساوی (المتوفی ۱۱۶۵ ھ / 1751 ء) نے دکنی تصنیف (مرقعہ نظم و نثر) مفتح الکل " اور حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ المتوفی ۱۱۹۵ ھ مطابق 1781 ء کے آس پاس کیا تھا۔ علاوہ ازیں قربی کے پیرومرشد مخدوم ساوی (المتوفی ۱۱۶۵ ھ / 1751 ء) نے اپنی گراں قدر مثنوی " تنبیہ النساء " حضرت قربی سے متاثر ہوکر نہیں لکھی۔ الغرض اس طرح کی مبالغہ آرائیوں سے، ہم اپنے ممدوح کو کوئی حقیقی فائدہ نہیں پہنچا پاتے ہیں " البتہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ " جس طرح دیوان ولی اورنگ آبادی کے دہلی پہنچنے کے بعد شمالی ہند کے شاعروں کو اردو دیوان مرتب کرنے کا شوق ہوا تھا بالکل اسی طرح حضرت قربی کے دیوان مرتبہ ۱۱۵۱ ھ مطابق 1739 ء کے بعد ہی جنوب کے شعراء کرام میں ترتیب دواوین کا جذبہ و شوق پیدا ہوا تھا۔

ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال، پروفیسر فضل اللہ اور مولانا بشیر الحق قریشی کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ حضرت قربی کی ذات گرامی ہی کے فیض سے علاقئہ مدراس میں اردو شاعری کا آغاز ہوا۔ (21)

حضرت قربی کی دکنی منظومات میں "بدعت نامہ"، ہدایت نامہ"، معراج نامہ" اور "نمک نامہ" بھی اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۱۸۲ھ مطابق 1768ء میں ہوئی اور احاطئہ دار العلوم لطیفیہ میں آپ کا روضئہ مبارک آماجگاہ خاص و عام ہے۔

آپ کی حسب ذیل کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تمام کتابیں کتب خانئہ لطیفیہ میں موجود ہیں:

۱ لب السلوک
۲ رسالہ اثبات وجود حقیقی
۳ نمک نامہ
۴ حق المعرفت
۵ رسالہ تحفۃ الذاکرین
۶ حکی نامہ
۷ فارسی دیوان
۸ اردو دیوان
۹ معراج نامہ
۱۰ ملفوظ قربی بر قرب
۱۱ رسالہ بسم اللہ
۱۲ رسالہ مظہر کل
۱۳ رسالہ ظہور ذات و مراتب
۱۴ رسالہ جمعہ الجمع
۱۵ کیمیائے سعادت
۱۶ رسالہ وجدان
۱۷ رسالہ تجدد امثال
۱۸ رسالہ حق الحق
۱۹ رسالہ برہان قاطع در بیان توحید جامع
۲۰ رسالہ عین العین
۲۱ معراج نامہ

۱۳۔ مولوی حسن علی نقش بندی آہ

آپ کی پیدائش پیرنام بٹ (22) شمالی آرکاٹ میں ہوئی۔ ویلور اور آرکاٹ کے علمائے باوقار سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ساری عمر دینی اور مذہبی ماحول میں گزری۔ دین کی خدمت کا جذبہ خون میں دریا کی طرح رواں دواں تھا۔ دین کے ناطے ہی سے موصوف کا

کاغذ اور قلم سے گہرا رشتہ تھا۔ آپ کو فارسی کی ابتدائی تدریس میں مہارت حاصل تھی۔ آپ نے "چہل سبق" نامی کتاب ترتیب و مرتب کی تھی جو آج ہندوستان بھر میں مشہور ہے اور یہ کتاب بنگلور، کلکتہ اور دہلی کے علاوہ کئی اور شہروں سے ہزاروں کی تعداد میں چھپتی رہتی ہے لیکن افسوس ہے کہ بعض اشاعتوں میں مرتب کی حیثیت سے موصوف کے نام کا اندراج نہیں ہوا۔ مولانا مفتی اشرف سعودی (بنگلور) نے حال ہی میں اس کتاب کو از سر نو ترتیب دے کر مصنف کے نام کے ساتھ بڑے سلیقے سے شائع کیا ہے۔

چہل سبق کے علاوہ مولوی حسن علی کے دو اور کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تشریح المصادر ۲۔ صرف حسن علی

۱۴۔ مولوی امین الدین احمد خان بہادر

آپ (فرزند سیف الدین خاں) بمقام رامناڈ ۱۱۲۶ھ مطابق 1714ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ مقام ہے جو آرکاٹ، ویلور، نطہر نگر کی طرح دینی اور علمی مرکز کی حیثیت سے مشہور ہوا۔ مولوی امین الدین نے اپنے دور کے مختلف اساتذہ سے عربیات اور فارسی کتابیں پڑھیں اور فقہ، حدیث، فلسفہ اور منطق میں ید طولیٰ حاصل کیا پھر لکھنو جاکر مولوی نظام الدین جیسے عالم بے نظیر کے آگے زانوے ادب تہہ کیا۔ خواجہ کمال الدین خان (المتوفی ۱۲۲۳ھ مطابق 1808ء) کے ساتھ کئے گئے فقہی و منطقی مباحث سے آپ کی تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی عالمانہ چشمکوں کو مولف خانوادہ بدر الدولہ نے تفصیلی طور پر بیان کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہمیں مولوی امین الدین احمد کی علمی اور تنقیدی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ خواجہ کمال الدین خان نے آگے چل کر علمی طور پر ملا عبد العلی بحر العلوم سے بھی الجھنے کی کوشش کی تھی۔ ان عالمانہ چشمکوں کے پیش نظر نہ جانے کس پس منظر میں مولانا باقر آگاہ نے خواجہ کو "نقاد علماء زماں" کہا تھا جبکہ مولوی امین الدین احمد کی منطقی اور فلسفیانہ فکر و فہم کے آگے خواجہ کی علمی بساط کچھ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ مولوی امین الدین کی تمام تر زندگی درس و تدریس اور اسلامی تبلیغ میں گزری۔

ڈاکٹر محمد افضل الدین اقبال کا بیان ہے کہ حدیث، سیرت اور کلام پر مشتمل آپ کے

متعدد تصانیف کے قلمی نسخے کتب خانہ سعیدیہ، حیدر آباد میں محفوظ ہیں(23) -

مولوی امین الدین کی طبیعت کا رجحان اردو اور فارسی شاعری کی طرف تھا۔ آپ کی ایک طویل دکنی مثنوی کا قلمی نسخہ "عقائد امین الدین احمد خان" کتب خانہ مدرسۂ محمدی میں محفوظ ہے افسوس اس بات کا ہے کہ اس کی اشاعت کی نوبت آج تک نہیں آئی۔ آپ کا انتقال ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء میں رامناڈ میں ہوا اور وہیں قلعے کے باہر دفن ہوئے۔ کسی نے آپ کی تاریخ وفات "مہتاب از جہاں رفت سے ۱۱۹۵ھ" نکالی ہے. آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ سراج العقائد ۲ غایت الاتقان فی معنی الایمان ۳ لمعات النجوم فی شرح سلم العلوم

۴ مجموعہ رسائل ۵ لوامع اللباب فی شرح خلاصۃ الحساب ۶ شرح منظومہ میراث ما

۷ شمس انور فی شرح فقہ اکبر

۱۵۔ مولوی میر اسماعیل خان ابجدی

حضرت ابجدی ولد سید شاہ میر بیجاپوری بمقام چنگل پیٹ (مدراس) ۱۱۲۸ھ مطابق 1715ء میں پیدا ہوئے۔ آپ صوفیانہ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے نواب والاجاہ کی فرمائش پر شاہنامہ فردوسی کی طرز پر ایک مثنوی "انور نامہ" لکھی۔ اس مثنوی کی تصنیف کے بعد ۱۱۶۹ھ مطابق 1755ء میں آپ کو نواب والاجاہ نے ملک الشعرا کے خطاب سے نوازا تھا۔ "انور نامہ" میں نواب انور الدین خان اور نواب محمد علی والاجاہ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں "زبدۃ الافکار" ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء "مولود نامہ" "مثنوی" "راغب و مرغوب" ۱۱۹۶ھ مطابق 1781ء "ہفت جوہر" اور "شرح العراقین" بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اردو میں "حقیقت نامہ" اور "تحفۃ الصبیان" نامی دو کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جو شعبۂ اردو، فارسی اور عربی جامعہ مدراس سے شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کا فارسی مجموعہ کلام "دیوان ابجدی" کے نام سے غیر مطبوعہ ہے جس میں ۱۶۶ غزلیں اور سترہ نظمیں شامل ہیں(24)

آپ کی وفات ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء میں ہوئی۔ تذکرہ مخطوطات جلد پنجم میں (25) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے ابجدی کی وفات ۱۱۹۲ھ مطابق 1778ء لکھی ہے جو صحت پر مبنی نہیں ہے (26) آپ کی وفات کے ڈیڑھ سو سال بعد مولانا یوسف کوکن نے "کلیات ابجدی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کر کے شائع کی ہے۔

١٦۔ حکیم شاہ عثمان خان سرور

شاہ عثمان خان سرور (نواب مہتور خان بہادر کے بھتیجے اور نواب ناصر خاں بہادر شہید کی فوج کے بخشی کے رشتہ دار تھے) بمقام محمد پور ۱۱۲۹ھ مطابق 1716ء پیدا ہوئے۔ آپ آرکاٹ کے مشہور و معروف بزرگ صوفی اور سلسلۂ قادریہ کے ولی کامل تھے۔ آپ نے رشد و ہدایت کی روشنی دور دور تک پھیلائی، امیروں کو اپنے قریب تک آنے نہیں دیتے تھے۔ گویا دنیا میں رہ کر اہل دنیا سے دور، ویرانے میں ایک عظیم الشان خزانے کی حیثیت رکھتے تھے۔ غریب و مفلس کو دل سے چاہتے تھے اور انھیں اپنے فیوض و برکات سے ہر لمحہ نوازتے رہتے تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اکتساب علم کے لئے آپ کے ہاں ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ مہلک سے مہلک مرض میں مبتلا لوگوں کے لئے ان کی تعویزیں، دعائیں اور مبارک اذکار و تسبیحات شفائے کلی کا سامان مہیا کرتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مولف "تاریخ احمدی" نے آپ کو اپنے وقت کے قطب سے یاد کیا ہے۔ آپ نے بندہ علی شاہ سے تصوف کے رموز سیکھے اور مولانا شاہ محمد علی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شاہ عثمان سرور ایک صوفی اور مجذوب شاعر تھے۔ ڈاکٹر افضل الدین اقبال کا بیان ہے کہ اکثر جذب کی حالت میں شعر کہتے تھے اور ان کے مریدین نے ان کے اشعار جمع کر کے ایک دیوان کی صورت دی تھی۔ یہ دیوان ۱۲۲۹ھ مطابق 1813ء میں مدراس سے شائع ہوا تھا۔ مولف بہادر اعظم جاہی عبدالقادر ناظر نے آپ کو حضرت مظہر جان جاناں کا شاگرد بتایا ہے۔ آپ نے ساٹھ سال کی عمر میں خونی پیچش کے عارضے کی وجہ سے رجب ۱۱۹۰ھ مطابق 1776ء میں کو انتقال کیا۔ اور محلہ پتلی واڑی، آرکاٹ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کا مزار پر نور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

مولوی نصیر الدین ہاشمی مولف مدراس میں اردو کا بیان ہے کہ اگر میر و سودا کے کلام سے سرور کے کلام کو ملا دیا جائے تو کچھ بھی فرق نہیں نظر آئے گا۔ مگر راقم کا خیال ہے کہ سرور کا کلام دہلی کی محاوراتی زبان سے بہت کم میل کھاتا ہے۔

۱۷۔ شاہ تراب علی تراب، گنج الاسرار

شاہ تراب ۱۱۳۰ھ مطابق 1717ء میں ترنامل موضع چٹ پیٹ (آرکاٹ) میں پیدا ہوئے۔(27) آپ کے آباواجداد بھی صوفی تھے جس کی طرف انھوں نے "ظہور کلی" کے درج ذیل شعر میں کیا ہے۔

جدوآبا صوفیاء میرے ہیں سب
تھی محبت پاک اواز فضل رب

شاہ تراب اپنے دور کے ایک کثیر التصانیف صوفی شاعر تھے۔آپ بیجاپور سے ترنامل آکر حضرت امین الدین اعلیٰ کے پڑپوتے پیرپاشاہ حسینی کے مرید ہوگئے تھے اور مرشد کے عشق میں وطن کو بھول کر بیجاپور میں قیام پذیر ہوگئے تھے۔پیرپاشاہ حسینی نے شاہ تراب کو نہ صرف علوم متداولہ اور سلوک ومعرفت کی تعلیم دی بلکہ [illegible]ء میں خلافت بھی عطا کی اور حکم دیا کہ ترنامل جاکر اپنے سلسلہ تصوف کی تبلیغ واشاعت کریں۔شاہ تراب نہ صرف عربی، فارسی اور دکنی زبانوں پر ماہرانہ عبور رکھتے تھے بلکہ مرہٹی، سنسکرت اور دوسری مقامی زبانوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔تراب نے آٹھ تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔"دیوان تراب" ۲۔"من سمجھاون" ۳۔"مثنوی تراب" ۴۔"ظہور کلی" ۵۔ گلزار وحدت ۶۔قصہ مہ جبین وملا" ۷۔"گیان سروپ" ۸۔"آئینہ کثرت"۔

مذکورہ بالاتصانیف میں سے اول الذکر تین شائع ہو گئی ہیں۔

شاہ تراب کے کلام کی اندرونی شہادتیں اس بات کا بھی پتہ دیتی ہیں کہ غالباً انہوں نے پیرپاشاہ حسینی کے انتقال کے بعد ویلور کے صاحب دیوان صوفی شاعر حضرت شاہ ابوالحسن قربی سے بھی بیعت کی تھی۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔۔

اے تراب قربیتؔ سوں مرشد کی
بسکہ پایاہوں قرب ربانی
یارسول اللہ بحق بوتراب بوالحسن
رکھ مجھے سرشارودیوانہ لئے وحدت سیتی
کیاہے وسواس اس جگہ اے تراب

جس جگہ بوالحسن ہمارا ہے

۱۸۔ مولوی محمد محفوظ خاں

آپ فرزند دوم نواب انور الدین خاں بہادر شہید اور نواب والاجاہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہ مقام گوپاموا ۱۱۴۱ھ مطابق 1728ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ نواب انور الدین کی شہادت ۱۱۶۱ھ مطابق 1748ء (گڈھ آمبور) کے بعد محفوظ اپنے بھائی نواب والاجاہ کے ہمراہ مدراس آئے۔ والاجاہ نے آپ کو ترونلویلی کا ناظم مقرر کیا تھا۔ آخری عمر تک ناظم کی خدمت پر مامور رہے۔ محفوظ نے اپنے دور کے مشہور علماء و فضلاء سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ نواب انور الدین کی شہادت کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت نواب والاجاہ کی نگرانی میں ہوئی بچپن ہی سے آپ کی ذہانت و فطانت کے ہر سمت چرچے تھے۔ مشکل سے مشکل فقہی مسائل کا حل بہ آسانی پیش کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ نواب آصف جاہ محفوظ کی علمی تبحر سے متاثر ہو کر شاہی کتب خانہ سے دو ہزار کتابیں تحفتاً عطا کی تھیں۔

۱۱۹۳ھ مطابق 1779ء میں آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے۔ نواب والاجاہ نے محفوظ کی وصیت کے مطابق آپ کی نعش مبارک حیدر آباد بھیج دی اور وہیں اپنے والد نواب انور الدین شہید کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کو نثر اور نظم دونوں پر قدرت حاصل تھی۔ نثر میں آپ کی کتاب " قرۃ العینین فضائل رسول الثقلین " بہت مشہور ہے۔

۱۹۔ علیم اللہ شاہ قادری

آپ کی ولادت ترچناپلی میں ہوئی، آپ کے پیر کا نام محی الدین تھا۔ سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے۔ سن پیدائش کا کہیں پتہ نہیں چلتا لیکن آپ نے ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء کے آس پاس وفات پائی اور نطہر نگر میں دفن ہوئے۔

آپ نے ایک سو غزلوں پر مشتمل دکنی زبان میں ایک دیوان کے علاوہ متعدد مثنویاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ چند مثنویوں کے نام یہ ہیں۔

(1) مجاز نامہ (2) محیط نامہ (3) شمع دل افروز (4) گنج مخفی (5) مثنوی بطول۔

آپ کے دیوان کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد، بمبئی کی زینت بنا ہوا ہے۔ (28) ( )

UD 99

آپ کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فارسی، عربی اور دکنی اردو پر دستگاہ حاصل تھی۔ فن عروس پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ اپنے دور کے صاحب کشف بزرگوں میں سے تھے۔

۲۰۔ ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی

آپ کے والد ماجد ملا نظام الدین فرنگی محلی المتوفی ۱۱۶۱ھ مطابق 1747ء اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے جن کے رشد و ہدایت، علوم ظاہری اور باطنی سے ایک دور مستفیض ہوا تھا اور جن کا مرتب کردہ درس نظامی آج بھی ہندوستان کے مختلف مدارس میں جاری ہے۔ ملا نظام الدین کے فرزند حضرت مولانا عبد العلی بحر العلوم نے ۱۱۴۲ھ مطابق 1729ء میں بمقام لکھنو آنکھیں کھولیں۔ ابتدائی تعلیم اور تربیت اپنے والد ماجد کی نگرانی میں نہایت احسن طریقہ سے ہوئی مولانا کمال الدین سہالوی (المتوفی ۱۱۷۵ھ مطابق 1761ء) سے بہت کم عمری میں اصول فقہ، صرف و نحو ہیئت و ہندسہ اور منطق پر نہ صرف مہارت تامہ حاصل کیا بلکہ عالم ظاہر و باطن ہوئے

آپ لکھنو، رامپور اور بردوان میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد محمد علی والاجاہ کی خاص دعوت پر بوہر بردوان سے ۲۴۔ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء مدراس تشریف فرما ہوئے۔ دربار والاجاہی اس دور میں اپنی علمی قدر دانی اور شاہانہ سرپرستی کے لئے بہت مشہور تھا یہی وجہ ہے کہ سلطنت بیجاپور کی تباہی کے بعد بہت سارے علماء فضلاء اور حکماء نے آرکاٹ کا رخ کیا اور والاجاہی دربار سے وابستہ ہوگئے۔ دربار والاجاہی میں ملا بحر العلوم کا مقام اور رتبہ بہت بلند تھا۔

ملا بحر العلوم مدراس پہنچے تو نواب والاجاہ نے خود ان کی پالکی کو کاندھا دیا اور آپ کو پالکی سے نیچے اتار کر نہایت عزت و احترام سے قدم بوسی کی۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس قدر دانی کا ذکر "الندوہ" کے ایک پرچے میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تاریخ میں علماء کی عزت افزائی اور قدر دانی

کی ایسی مثال کہیں بھی نہیں ملتی ۔(29) نواب والاجاہ نے ملابحرالعلوم کو اپنے مسند شاہی سے نواز کر "مدرسہ کلاں" کی ذمہ داریاں سونپ دیں ۔

یہ بات مسلم ہے کہ ہر دور کے حکمراں نے اپنے زمانے کے علماء اور اولیائے کرام سے مشورے لئے اور ان کی دی ہوئی ہدایتوں پر عمل پیرا رہے اسی طرح نواب محمد علی والاجاہ نے بھی ملابحرالعلوم کے مشوروں سے فیض اٹھایا ۔

آپ اپنے علمی عظمتوں اور عقل ودانش کی رفعتوں کی باعث بہت ممتاز تھے ہر طرح کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیوض و برکات سے شاد کام ہوتے تھے ۔ آپ اپنے عقیدت مندوں کے لئے انسانیت اور روحانیت کی معراج تھے ۔ آپ اپنی غیر معمولی صفات اور تبحر علمی کی وجہہ سے والاجاہی سرزمین پر نیک اور صالح شہرتوں کے مالک بنے ۔

حضرت ابوالحسن امام شاذلی فرماتے ہیں " اللہ اور اس کے ولی کا رشتہ آپس میں بہت گہرا ہوتا ہے اور اس طرح حرص و طمع ، نمود و نمائش اور ہوائے نفسانی جب ولی کو ورغلاتے ہیں تو رب العزت خود اپنے ولی کی حفاظت کرتا ہے اور دامان رحمت میں محفوظ رکھتا ہے (30) حضرت بحرالعلوم کی ہستی بھی دنیاوی حرص و طمع نمود و نمائش سے صرف مبرا تھی بلکہ اللہ تعالی کی پرنور رحمتوں میں منور تھی ۔

آپ سراپا حسن اخلاق کا پیکر تھے ،آپ کے اخلاق حسنہ سے ایک زمانہ متاثر تھا آپ کی طبیعت کی انکساری ، خاکساری اور مہمان نوازی قابل صد ستائش تھی ۔

آپ نے بے شمار افراد کو درس روحانیت اور حدیث سے بہرور کیا اور دین کی دولتوں سے مالامال کیا ۔ گویا آپ اپنے وقت کے قطب اور ابدال تھے ۔ صبرو شکر قناعت وعلم و یقین اور رضاو توکل سے آپ کی ذات معمور تھی ۔ اللہ تعالی نے آپ کو بہت بلند رتبہ عطا کیا تھا ۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور شیریں گفتاری سے پیش آتے تھے ۔ آپ سے جو بھی ایک بار ملتا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا ۔ آپ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ ہزاروں لوگ آپ کی سعادت ابدی اور فیض سرمدی سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے ۔ آپ نے اہل السنت و الجماعت کے عقائد کی حمایت کرتے ہوئے گفت و شنید اور تحریروں سے دین کی ناقابل فراموش خدمت انجام دی ۔ آپ سرور دینؐ ، شہنشاہ امم رحمت عالم صلی اللہ و سلم کے سچے عاشق اور خادم تھے ہر لمحہ انہی کی محبتوں میں مست و سرشار رہتے تھے ۔

نواب والاجاہ (المتوفی ۱۲۱۰ھ مطابق 1795 ء) کے بعد ان کے فرزند عمدۃ الامراء بہادر حکمراں ہوئے تو انھوں نے ملابحرالعلوم کو "ملک العلماء" کے شاہی خطاب سے نوازا۔ اس خطاب سے بہت پہلے مشہور و معروف بزرگ عالم دین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ملاعبدالعلی کے علمی تبحر سے متاثر ہو کر "بحرالعلوم" کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ نے اپنی طویل عمر میں والاجاہی سرکار کے نشیب و فراز دیکھے، انگریزوں کی ظلمتیں بھی سہی مگر کبھی بھی اپنی خاندانی اعلی ظرفی، جاہ و حشمت، خودداری، متانت و سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ہمیشہ ثابت قدمی کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

نواب عمدۃ الامراء کی وفات (۱۲۱۶ھ) مطابق 1801 ء کے نو سال بعد اکاسی برس کی عمر میں ملابحرالعلوم ۱۲۔ رجب ۱۲۲۵ھ مطابق 1810 ء کی شام اس عالم فانی سے عالم قدوس کی طرف رخصت ہوئے۔ ۱۳۔ رجب ۱۲۲۵ھ مطابق 1810 ء کی شام مسجد والاجاہی کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔ موصوف کی شاگرد راجہ مکھن لال خرد نے تاریخ وفات لکھی۔

خرد یافت تاریخ سال وفات

بہ زیر زمیں رفت گنج علوم

۱۲۲۵

آج بھی آپ کا آستانہ عالیہ عقیدت مندوں کے لئے انوار و رحمت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ زائرین ہر صبح و شام اس آستانے پر حاضر ہو کر ہر مرض کی شفایابی کی دعا کرتے ہیں اور مرادوں کے پھولوں سے اپنا دامن بھر لے جاتے ہیں۔

مولانا یوسف کوکن عمری کی تحقیق کے مطابق راقم السطور کے ہاتھ جو ملابحرالعلوم کی کتابوں کی فہرست لگی، وہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت:۔ ملابحرالعلوم نے یہ کتاب ۱۱۸۰ھ میں لکھی اور 1878 ء میں نولکشور پریس، لکھنو سے شائع ہوئی۔

۲۔ شرح مسلم العلوم مع الحواشی:۔ ملابحرالعلوم نے اس کتاب میں ملا محب اللہ بہاری کی مشہور و معروف کتاب "سلم العلوم" کی شرح لکھی ہے۔

۳۔ رسائل الارکان:۔ ملابحرالعلوم کی یہ کتاب فقہی مسائل پر مشتمل ہے۔ حنفی نظریات کے پیش نظر فقہی مسائل کا بھی استنباط کیا ہے۔ یہ کتاب نواب والاجاہ کے دور تک درسی نصاب

تیں شامل تھی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

۴۔ تنویر المنار: ۔ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی کی مشہور کتاب ، منار الانوار ، کی فارسی شرح ہے اور یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام مدراس میں راقم السطور نے بیس بائیس سال پہلے دیکھا تھا۔

۔ احوال قیامت: ۔ یہ کتاب ملابحر العلوم نے بردوان میں قیام کے دوران لکھی تھی ۔اس کتاب میں قیامت کے احوال بہ زبان فارسی قلم بند ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بھی کتب خانہ اہل اسلام، مدراس میں موجود تھا۔

۶۔ الحاشیہ علی الصدرا: ۔ یہ کتاب "صدرا" کی شرح ہے جس کے مصنف شیخ صدر الدین شیرازی ہیں۔ اس کتاب کے نسخے بھی بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۷۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ میر زاہد ملا جلال: ۔ ملا جلال الدین دوانی کی شرح تہذیب پر میر زاہد نے ایک حاشیہ لکھا اور اس حاشیہ پر ملابحر العلوم نے بھی حاشیہ لکھا ہے۔

۸۔ تعلیقات علی الافق المبین: ۔ میر باقر داماد کی کتاب " الافق المبین " پر تعلیقات لکھی ہیں اور اس کا نسخہ رضا لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔

۹۔ العجالۃ النافعہ: ۔ یہ کتاب " حمت الہیہ " سے متعلق ہے۔ اس کا ایک نسخہ رام پور لائبریری میں محفوظ ہے۔

۱۰۔ الحاشیۃ علی حاشیۃ زاہد علی الرسالۃ القطبیۃ: ۔ اس کتاب کا موضوع منطق ہے۔

۱۱۔ شرح الضابطہ: ۔ اس کتاب میں منطق کے مسائل پر مبسوط بحث ہے اور یہ کتاب ۱۲۷۳ھ میں مطبع محمدی، مدراس سے شائع ہوئی۔

۱۲۔ شرح مثنوی مولانا روم: ۔ ملابحر العلوم کی یہ معرکتہ الاراء کتاب ہے جو مولانا روم کی مثنوی کی فارسی شرح ہے۔ نولکشور پریس، لکھنو سے شائع ہوئی۔

۱۳۔ وحدت الوجود: ۔ ابن عربی کے نقطۂ نظر کے مطابق وحدت الوجود کی فارسی میں شرح لکھی ہے۔

۱۴۔ تنزلات ستہ: ۔ اس کتاب میں مسائل تصوف سے متعلق مدلل بحث موجود ہے۔ یہ کتاب نواب انور الدین خاں بہادر کی درخوست پر لکھی گئی ہے اور انھیں کے نام سے یہ کتاب معنون ہے۔

۱۵۔ شرح فص نوحی من فصوص الحکم:۔ اس کتاب میں ابن عربی کی مشہور کتاب فصوص الحکم کے ایک فص نوحی کی شرح لکھی ہے۔

۱۶۔ الرسالۃ الصغری فی السلوک:۔ یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جو رامپور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۱۷۔ ہدایۃ الصرف:۔ علم صرف کے متعلق فارسی میں ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ یہ رسالہ بھی کئی بار چھپ چکا ہے۔

۱۸۔ رسالہ فی تقسیم الحدیث:۔ تقسیم حدیث سے متعلق ایک، چھوٹا سا کتابچہ ہے، جو رامپور کی لائبریری میں ہے۔

۱۹۔ الحاشیۃ علی المشنا بالتکرار:۔ فن حکمت کے ایک مسئلہ پر ملابحرالعلوم کے ایک حاشیہ پر مشتمل کتابچہ برٹش لائبریری، لندن میں محفوظ ہے۔

۲۰۔ شرح مقامات المبادی:۔ اس کتاب کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے

۲۱۔ شرح المجسطی:۔ المجسطی فن ہیئت کی مشہور کتاب ہے کئی علماء نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے لیکن ملابحرالعلوم کی شرح بڑی جامع ہے۔

۲۲۔ شرح فقہ اکبری:۔ ملابحرالعلوم کی یہ کتاب بھی بے حد مشہور ہے جس کا ذکر کئی تذکروں میں موجود ہے۔

۲۱۔ مولوی سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری

آپ مولوی سید شریف الدین محمد خاں کے فرزند ہیں۔ آپ سادات نیشاپور سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے جد اعلی نیشاپور سے ہندستان تشریف لائے اور کنتور قصبہ لکھنؤ میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کے والد کنتور سے اورنگ آباد اپنے اہل و عیال کے ساتھ آئے جہاں "خلد آباد" کی قضاوت آپ کے سپرد کی گئی۔ حضرت سید شاہ عبدالقادر فخری ۱۱۴۳ھ مطابق 1730ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے ماموں مولوی فخرالدین المتوفی ۱۱۹۹ھ مطابق 1785ء سے حاصل کی اپنے استاد آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ مطابق 1785ء سے عربی ادب اور حدیث کی کتابیں پڑھی اپنے استاد آزاد بلگرامی ہی سے آپ میں شاعری کا ذوق پیدا ہوا۔ اپنے استاد

اور ماموں فخرالدین کے نام کی نسبت سے لفظ فخری کو اپنے نام کا جزو بنالیا۔ نواب محمد علی والاجاہ نے آپ کو مدراس آنے کی دعوت دی جسکو آپ نے شرف قبولیت بخشا چنانچہ آپ ۱۱۸۳ھ مطابق 1769ء میں مدراس تشریف لائے، نواب امیرالامراء کو آپ سے بے حد عقیدت تھی جس کی وجہ سے موصوف نے میلاپور کی مسجد کے اطراف کا احاطہ خرید کر آپ کے نام سے منسوب کر دیا جو آج بھی آپ ہی کے نام سے مشہور ہے اور اسی احاطہ میں آپ کا مزار شریف بھی واقع ہے۔ نواب محمد علی والاجاہ نے آپ کے ویلور کے قصبۂ جدوال کی جاگیر بھی عطا کی تھی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "اصل الاصول" زبان فارسی، ااا تصوف پر ایک مستند اور معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ جس کو مولانا کوکن نے اپنے عالمانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ اس کتاب کے نسخے آج بھی نایاب ہیں۔ دوسری فارسی کتاب "مفتاح المعارف" ہے یہ بھی علم تصوف پر لکھی گئی ہے۔ اس میں آپ نے اکیس ابواب کے تحت تصوف کے مختلف موضوعات کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ آپ کا فارسی دیوان "دیوان فخری" کے نام سے مخطوطہ کی شکل میں دیوان صاحب باغ، مدراس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے "کمل الجواہر مفتاح المعارف"، "سجات"، "فیض معنوی"، "فخر مناقب علیا" نامی کتابیں بھی تصنیف کیں (31) مجموعی طور پر آپ کی علمی و ادبی خدمات لائق تحسین ہیں۔

مہربان فخری اپنے ہم عصر شعراء مثلاً حبیب اللہ ذکا، میر ضیا، پروانہ میں وغیرہ میں بہت ممتاز تھے۔ شاہ ضیاالدین پروانہ نے مہربان کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف اپنی غزلوں میں کیا ہے آپ کی وفات ۱۲۰۴ھ مطابق 1789ء میں ہوئی۔

۲۲۔ مولانا سید امیرالدین علی

آپ کے مقام ولادت اور تاریخ ولادت کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اپنے معاصر علماء میر حسن امتیاز (المتوفی ۱۱۹۹ھ مطابق 1784ء) سید عاصم خان مبارز جنگ بہادر (32) (المتوفی ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء علی دل خان مروت (المتوفی ۱۲۰۱ھ مطابق 1786ء) وغیرہ میں امیرالدین علی کا مقام اور رتبہ بہت اونچا تھا۔ فارسی زبان و ادب میں آپ کا مطالعہ بہت گہرا اور عمیق تھا۔ انشاء پردازی میں بھی آپ کی نظیر دور دور تک نہیں ملتی تھی۔ زندگی بھر کسی دنیادار کی تعریف نہیں کی۔ طبیعت میں استغنا اور بے نیازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

برسوں تک مدراس میں رہنے کے بعد ۱۱۹۶ھ مطابق 1781ء میں ادگیر گئے اور بارہ سال ادگیر میں بسر کرنے کے بعد مدراس واپس لوٹ رہے تھے کہ ۴ / ذی قعدہ ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء کی صبح راستہ میں (Naidupet) کے مقام پر صحت بہت بگڑ گئی اور وہیں واصل بحق ہوئے۔ تدفین بھی وہیں عمل میں آئی۔ علامہ باقر آگاہ نے تاریخ وفات لکھی۔

سرفرو بردم از پئے تاریخ در گریبان غم بدرد تمام
کہ زد از خاطر حزیں آگاہ رفتہ نازاں بسوئے دار سلام
۱۲۰۸

امیرالدین علی کے شاگردوں میں مولوی غلام محی الدین معجز (المتوفی ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء) بڑے ممتاز مقام کے مالک تھے۔ مدراس کے مشہور شاعر سید محی الدین محی (33) (المتوفی ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء) نے امیرالدین علی کے فارسی رقعات " رقعات امیری " کے نام سے ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں ترتیب دیے۔ مولانا کوکن نے لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ مولوی غلام محمود مستولی الدولہ بہادر کے کتب خانے میں موجود ہے (34) ۔ لیکن آج یہ کتب خانہ کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چلا۔

۲۳۔ مولوی ندیم اللہ خاں ندیم

مولوی ندیم اورنگ زیب عالمگیر کے دل پسند سوانح نگار محمد حسین عرف شیخ احمد کے پوتے تھے۔ آپ بمقام آرکاٹ ۱۱۴۸ھ مطابق 1735ء میں پیدا ہوئے۔ آرکاٹ کے اساتذہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے طبیعت شعروشاعری کی طرف مائل تھی۔ فارسی میں بڑے عمدہ اشعار کہتے تھے۔ ان کے اشعار کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسۂ محمدی میں موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے کلام میں وہ تمام تر خوبیاں موجود ہیں جو ایک فنکار کو بہت اونچا اٹھا سکتی ہیں۔ ان کی چند غزلیں مولف خانوادہ قاضی بدرالدولہ نے اپنی تالیف میں صفحہ ۱۸۵ پر پیش کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۱۸۰ھ مطابق 1766ء میں ہوا اور ماہی منڈل (جو آرکاٹ سے چتور کے راستے میں واقع ہے) دفن ہوئے۔

۲۴۔ مولانا مولوی سید عبداللطیف ذوقی ویلوری

آپ حضرت قربی کے فرزند اور خلیفہ ہیں، آپ کی ولادت (۱۱۵۱ھ مطابق 1738ء) بمقام ویلور ہوئی۔ مگر مصنف "سخن وران بلند فکر" نے آپ کا مقام ولادت بیجاپور لکھا ہے جو غلط ہے۔ مادہ تاریخ ولادت "رخشان" ہے۔ حضرت ذوقی نے اپنے والد حضرت قربی، مولانا محمد عظیم الدین اور مولانا حافظ غلام حسین سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ عربی، فارسی اور اردو کے باکمال شاعر تھے آپ کی زود گوئی اور زود نویسی ضرب المثل تھی۔ اس کا اقرار آپ کے ہم سبق اور یار غار مولانا باقر آگاہ نے اپنی تصنیفات میں برملا کیا۔ آپ نے ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۹۴ھ مطابق 1780ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار بھی اپنے والد کے بغل میں ہے۔ مولوی امین بیجاپوری نے آپ کی تاریخ رحلت نکالی ہے۔

امین گفتا، غاب قطب الامجاد

۱۱۹۴ھ

آپ کی نثری تصانیف میں "تفسیر لطیفی" بلند پایۂ علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔ آپ نے "لطائف لطیفی"، "قصائد ذوقی"، "عقائد ذوقی"، "انشائے باقری"، "انشائے لطف الہیٰ"، "انشائے قادری ہدیۃ الاخبار، عشق نامہ، چمن محبت، چہار فصل، نجیب نامہ، مثنوی در بے بہا، احسن الاسلوب، چہل حدیث، مختصر المناظر، نظم تذکرۃ الاولیاء تعداد الشہود، غرائب اللغات، جامع العجائب، مفتاح الاسرار، مجموعہ رباعیات۔

۲۵۔ علامہ محمد باقر آگاہ حافظی شافعی قادری ویلوری

حضرت آگاہ کی ولادت ۱۱۵۸ھ مطابق 1745ء بمقام ویلور ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولوی محمد مرتضیٰ معروف بہ محمد صاحب عادل شاہی سلطنت کے زوال کے بعد بیجاپور سے ہجرت کر کے دارالسرور ویلور تشریف لائے اور وہیں بودوباش اختیار کی۔ آگاہ نے اپنے چچا شیخ حبیب اللہ خلیفہ حضرت قربی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی چچانے ہی انھیں حضرت قربی کی درس گاہ میں پہنچادیا جہاں آپ کی عربی، فارسی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ چچا اپنے بھتیجے کو لے کر نطہر نگر (ترچناپلی منتقل ہوگئے۔ آگاہ وہاں پہنچ کر حضرت شاہ ولی اللہ (المتوفی ۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء) سے فیض یاب ہوئے۔ پھر دو سال بعد ۱۱۷۷ھ مطابق 1763ء میں ترچناپلی سے وطن مالوف ویلور کی طرف لوٹ آئے اور دوبارہ حضرت قربی کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت قربی کی صحبتوں کے زیر اثر علم و عمل، شریعت و معرفت کے علاوہ شعرو سخن میں بھی کمال حاصل کیا۔ حضرت قربی کی وفات ۱۱۸۲ھ مطابق 1768ء تک آگاہ ویلور ہی میں قیام پذیر رہے اور وفات کے بعد شہر مدراس آئے۔ اس دوران آپ کی علمی و ادبی مہارت کا چرچہ اطراف واکناف کے علاقوں میں ہونے لگا جس سے متاثر ہو کر نواب والاجاہ نے آپ کو اپنے دونوں صاحب زادوں (نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیر الامراء) کا اتالیق مقرر کیا۔ آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر نواب والاجاہ نے آپ کو اپنا دبیر خاص بنالیا۔ حضرت آگاہ کے تبحر علمی کا اس قدر چرچا ہوا کہ آپ کے معاصرین کے اندر رشک وحسد کا جذبہ سر اٹھانے لگا۔ مولانا آگاہ نے عربی فارسی اور اردو میں بے شمار تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کے تبحر علمی کا یہ حال تھا کہ آپ نے آزاد بلگرامی (35) جیسی یگانہ روزگار شخصیت کے فارسی کلام پر چار سو اعتراضات کیے جو "چہار صد ایراد بر کلام آزاد" نامی کتاب میں موجود ہیں۔ مولانا باقر آگاہ نے مختلف علوم وفنون میں کتب و رسائل لکھے جن میں عربی کے دس فارسی کے بیس اور اردو کے چھبیس رسالے ہند و پاک کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ باقر آگاہ نے پندرہ سال کی عمر سے شاعری شروع کی تھی اور تقریباً آخری عمر تک یہ مشغلہ جاری رہا۔ آپ کی کتابوں میں "ہشت بہشت"، "گلزار عشق" کی قدر و قیمت تاریخ میں اس لیے بھی بہت زیادہ ہے کہ ان مثنویوں کی ابتداء میں آپ کے طویل نثری مقدمے بھی

شامل ہیں ۔ آپ نے ایسے دور میں سادہ اور دل کو چھونے والی نثر کی بنیاد ڈالی جب کہ شمالی نثر فارسی اور عربی زبان کے زیر اثر بوجھل اور گنجلک ہو گئی تھی ۔ آپ نے حالی اور شبلی سے بہت پہلے ہی یہ کارنامہ انجام دیا ۔ جس کے لیے اردو ادب اور خصوصاً اردو تنقید آپ کی مرہون منت ہے ۔

مولانا باقر آگاہ نے مولانا سید سلیمان ندوی (36) مولانا عبدالرحمان امرتسری (37) سے بہت پہلے ہی سیرت طیبہ کو منظوم پیرائے میں بطور احسن پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ۔ اس طرح عورتوں کی ذہنی ترتیب کے لیے باقر آگاہ نے "تحفتہ النساء" لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ جنوب کے علماء و اہل قلم نے شمال کے مصنفین کے مقابلے میں بہت زیادہ حساس واقع ہوے ہیں .بہر حال مولانا آگاہ بحثیت شاعر اور ادیب و نقاد تاریخ ادب اردو میں ممتاز مرتبہ اور مقام کے حامل ہیں ۔

آپ ۱۲۲۰ھ مطابق 1805 ء میں جاں بحق ہوے اور اپنی ذاتی جاگیر (نواب والاجاہ کی عطا کردہ) کرشنا پیٹ میں پیوند خاک ہوے لیکن آج اس مقام پر ایک عالیشان عمارت زیر تعمیر ہے ۔

مولانا آگاہ کے عربی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱ تلک عشرہ کاملت ہندسیۃ: اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ مدرسۂ محمدی میں موجودہ ہے ۔

۲ مقامات عربیہ: یہ کتاب ایک سو ایک صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانۂ مدرسہ محمدی میں موجود ہے ۔

۳ النفحۃ العنبریہ فی مدحۃ خیر البریۃ: یہ حضور اکرمؐ کی مدحت میں کہے گئے قصائد کا مجموعہ ہے کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے ۔

۴ شمایم الشمایل فی نظام الرسائل: یہ عربی مکتوبات کا مجموعہ ہے ۔

۵ دیوان غزلیات: اس کتاب میں مولانا آگاہ کی غیر مطبوعہ غزلیں ہیں ۔ مولانا آگاہ کے فارسی تصنیفات کی فہرست مندرجۂ ذیل ہیں ۔

1 ۔ تحفتہ الاحسن ۔ اس کتاب نے مولانا آگاہ نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قربی قدس سرہ کے حالات پیش کیے ہیں ۔

۲۔ سعادت سرمدیہ فی وجود محبت محمدیہ۔

۳۔ چہار صد ایراد بر کلام غلام علی آزاد۔ اس کتاب میں مولانا آگاہ نے مولانا آزاد بلگرامی کی شاعری پر چار سو اعتراضات کے ہیں۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ مدرسہ محمدی، مدراس میں موجود ہے۔

۴۔ نغمہ بیدل نواز۔ اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام، والاجاہ روڈ مدراس میں احقر نے دیکھا تھا۔

۵۔ کشف الغطاعن اشرات یوم الجزاء۔ اس کتاب میں مولانا آگاہ نے قیامت کے دن جو علامات ظاہر ہوں گے ان کا تفصیلی ذکر پیش کیا ہے۔

۶۔ سحر الحلال فی قصائد الہلال۔ اس کتاب میں مولانا آگاہ نے فارسی شعراء نے جو قصائد ہلال کی تعریف میں لکھے تھے انہیں یکجا کر دیا ہے۔

۷۔ کتاب الرسائل فی ما یتعلق بالامامہ من المسایل۔ اس کتاب میں مولانا آگاہ نے سنیوں اور شیعیوں کے اختلافی مسائل پر مفصل بحث کی ہے۔ مولانا آگاہ کی یہ کتاب بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے جو ایک ہزار دو سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے اس کتاب کا ایک نسخہ احقر نے کتب خانہ اہل اسلام، مدراس میں دیکھا تھا۔

۸۔ احسن التبتین فی آداب المتعلمین۔ یہ کتاب (۸۰) اسی صفحات پر مشتمل ہے جس کا ایک نسخہ کتب خانہ اہل اسلام میں موجود ہے۔

۹۔ ایقاظ الغافلین۔ اس کتاب کا حوالہ الاعلان بالاذان عند تغول الغیلان میں آتا ہے۔

۱۰۔ جلاء البصایر فی نقض فی نقض دلائل المناظر۔

۱۱۔ سجل الجواہر فی شرح جلاء البصائر۔

۱۲۔ فتوی در بارہ تقلید۔ اس کتاب کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد میں محفوظ ہے۔

۱۳۔ ایقاظ النیام الاہتمام بمقلد کل امام۔ یہ کتاب بھی کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

۱۴۔ ارشاد الجاھلین۔

۱۵۔ اتحاف السالک فی شرح کلمہ خطر ببالک۔

۱۶۔ بیان دلنہاد در شرح رباعی مستزاد۔

۱۷۔ شرح دیباچہ مثنوی معنوی۔

۱۸۔ افغان نے در شرح غزل اول حضرت خواجہ حافظ۔

۱۹۔ دیوان فارسی۔

مولانا آگاہ کی اردو تصانیف حسب ذیل ہیں:

1 ۔ ہشت بہشت۔ یہ کتاب آٹھ منظوم رسالوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ من دیپک۔ اس میں نور محمدی کا تفصیلی ذکر ہے۔

۲۔ من ہرن۔ اس میں ان تمام بشارتوں کا ذکر ہے جو قدیم کتب مقدسہ میں موجود ہیں۔

۳۔ من موہن۔ اس میں حضور اکرمؐ کی سن ولادت سے لے کر آٹھ سال کی عمر تک کے حالات کا بیان ہے۔

۴۔ جگ سوھن۔ اس میں آنحضرتؐ کی وفات کے تاریخی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۵۔ آرام دل۔ اس میں نبی اکرمؐ کے اخلاق حمیدہ اور عبادات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ راحت جان۔ اس میں حضور اکرمؐ کے خصائص بیان کیے گئے ہیں۔

۷۔ من درپن۔ اس میں آنحضرت صلعم کے معجزات کا ذکر موجود ہے۔

۸۔ من جیون۔ اس میں فضائل درود کا تفصیلی بیان ہے۔

مولانا باقر آگاہ نے یہ کتاب شرک و بدعات میں پھنسے ہوے لوگوں کی اصلاح کی خاطر عام فہم دکنی زبان میں لکھی تاکہ عوام الناس بہ آسانی سمجھ سکیں اس کتاب کے کئی ایک اڈیشن مطبع کشن راج، مدراس سے شائع ہوے۔ یہ کتاب مدراس اور کرناٹک کے ماحول میں اتنی مقبول ہوئی کہ میلاد کے جلسوں میں اکثر گھروں میں بڑی عقیدت واحترام سے پڑھی جاتی تھی۔

2 ۔ رسالۂ عقائد۔ یہ مثنوی چار سو بیس ابیات پر مشتمل ہے جس میں اہل السنت والجماعت کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔

3 ۔ تحفتہ النساء۔ یہ طویل مثنوی عورتوں کے لیے لکھی گئی۔ عورتوں کی ذہنی پرورش و پرداخت میں یہ مثنوی بہت اہم رول ادا کر چکی ہے۔

4 ۔ محبوب القلوب۔ یہ مثنوی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات پر مشتمل ہے

5 ۔ ریاض الجنان ۔ اس مثنوی میں اہل بیت کے فضائل موجود ہیں ۔

6 ۔ تحفتہ الاحباب ۔ اس مثنوی میں اصحاب کرام کے مناقب بیان کیے گئے ہیں ۔

7 ۔ فوائد در فرائد ۔ اس کتاب میں اقسام وحی کیفیت وحی سے متعلق ذکر موجود ہے ۔

8 ۔ گلزار عشق ۔ اس طویل مثنوی میں رضوان شاہ اور روح افزاء کے قصہ کو نظم کیا گیا ہے ۔

9 ۔ خمسہ متحیرہ اوج آگاہی ۔ یہ کتاب پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے ۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں ۔

(ا) صبح نو بہار عشق (ب) ندرت عشق

(ج) غرقاب عشق (د) حیرت عشق (و) حسرت عشق

مولانا یوسف کوکن عمری نے اپنی تالیف باقر آگاہ صفحہ نمبر ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ مولانا آگاہ کی یہ تصنیف کہیں موجود نہیں ہے لیکن آج سے پانچ چھ سال پہلے اس تصنیف کا ایک مکمل نسخہ مولانا راہی فدائی اور احقر نے کتب خانۂ مدرسہ لطیفیہ، حضرت مکان، ویلور میں دیکھا تھا ۔

ڈاکٹر محمد علی اثر نے اپنے مضمون "مولانا باقر آگاہ" میں خمسہ متحیرہ " اوج آگاہی کے دیگر نسخوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ اس کا ایک مکمل نسخہ کتب خانہ سالار جنگ کی زینت ہے ۔

اس کے علاوہ اس تصنیف کی اولین مثنوی " صبح نو بہار عشق " کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو کراچی کی کتب خانہ کی زینت ہے ۔ اور اس مجموعے کے ابتدائی تین مثنویاں کتب خانہ آصفیہ ، اوریئنٹل مینسکرپٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہیں ۔ (38)

10 ۔ روپ سنگار ۔ ۳۷۰ ۔ ابیات پر مشتمل اس مثنوی کا موضوع نائکہ بھید ہے ۔ اس نادر و نایاب مثنوی کا واحد مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو کا مخزونہ ہے ۔

11 ۔ روضتہ الاسلام شافعی فقہ کے موضوع پر یہ مثنوی ۲۴۲۴ ۔ اشعار پر مشتمل ہے ۔

12 ۔ دیوان ہندی ۔ اردو غزلوں قصیدوں رباعیوں اور قطعات پر مشتمل " دیوان آگاہ " کے چار قلمی نسخوں کا پتہ چلتا ہے ۔ دو کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس میں موجود

ہیں اور ایک ایک نسخہ کتب خانہ سالار جنگ اور کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد کی زینت ہے۔

علامہ باقر آگاہ کے فن اور شخصیت پر ڈاکٹر ذاکرہ غوث کی ضخیم کتاب (مطبوعہ 1995ء) علامہ کی علمی و ادبی کثیر الجہات خدمات کو محیط ہے۔

۲۶۔ محمد میر جواد پلاور

آپ بمقام رام ناڈ پورم ۱۱۵۸ھ مطابق 1745ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا اور رام ناڈ پورم کے علماء سے عربی اور ٹمل زبان و ادب کی کتابیں پڑھیں۔ بچپن ہی سے شاعری کے اثرات رگ و پے میں سرایت کر گئے تھے۔ آپ کی شاعری جلالی کیفیات سے مملو تھی، اکثر ذو معانی اشعار لکھتے تھے۔ رام ناڈ پورم کا راجہ Seethupati آپ کی جلیل القدر شخصیت اور عالمانہ شاعری کا بہت زیادہ قدر داں تھا۔

آپ نے ٹمل زبان میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم دستگیرؒ پر ایک طویل منقبت " محی الدین آنڈا گئی پلائی " لکھی جو آپ کی شہرت کا باعث بنی۔ ٹمل زبان کے مشہور محقق یم۔ آر۔ یم۔ عبدالرحیم کا بیان ہے کہ آپ نے منقبت لکھنے کے بعد اس کو نواب والاجاہ (المتوفی ۱۲۱۰ھ مطابق 1795ء) کی نذر کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔

اس منقبت کے اختتام آپ نے نواب والاجاہ کے حق میں دعائیں بھی دی تھیں نواب والاجاہ نے آپ کی شعری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ آپ ۱۲۲۳ھ مطابق 1808ء میں اس دار فانی سے سدھارے اور بمقام پرنگا کوڈی احاطۂ جامع مسجد میں مدفون ہوئے۔

۲۷۔ سید محمد غوث غوثی آرکاٹی

سید محمد غوث قادری نام غوثی تخلص محمد پور (آرکاٹ) میں پیدا ہوئے۔
(39) آپ کے والد افصحی بھی شاعر تھے۔

ڈاکٹر محمد علی اثر کا بیان ہے کہ افصحی کے نانا حضرت ہاشم حسینی علوی معروف بہ ہاشم پیر محمد ابراہیم عادل شاہ اور عادل شاہ کے مرشد اور وجیہ الدین علوی گجراتی کے برادر زادہ تھے(40) ۔ غوثی ارکاٹی قدیم اردو کے ایک پر گو اور قادر الکلام سخنور تھے آپ کی تصانیف میں قصص الانبیاء کے موضوع پر 12500 اشعار پر مشتمل ایک ضخیم مثنوی کے علاوہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے مناقب میں " ریاض غوثیہ " اور " غوثیہ " کے نام سے دو مثنویاں ، " تفسیر غوثی " کے عنوان سے ایک مختصر نثری رسالہ اور " ضیافت نامہ حضرت محمدؐ " کے زیر عنوان ایک قصیدہ ملتا ہے(41) ۔

غوثی کا شمار حضرت باقر آگاہ کے رفقاے خاص میں ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آگاہ کی تقریباً تمام کتابوں کے آخر میں غوثی کے قطعہ ہاے تاریخ ملتے ہیں۔ غوثی ایک درویش صفت ، سنی المذہب اور قادری المشرب بزرگ تھے۔ " ریاض غوثیہ " میں انھوں نے نواب والاجاہ کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں(42) ۔

نصیر الدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ غوثی نے ۱۲۲۵ھ م 1810ء میں انتقال کیا (43) اور ان کا مزار ان کے مرشد حضرت سر اللہ انترجامی کے مزار کے روبرو ہے (44) ابو سعید والہ مدراسی نے غوثی کی وفات کی تاریخ نکالی تھی لیکن تلاش و بسیار کے باوجود " ماہ و تاریخ وفات نہیں مل سکا۔

۲۸۔ غوثی چنگل پیٹی

غوثی چنگل پیٹی اور غوثی آرکاٹی دونوں ہم عصر شاعر تھے۔ اس لیے دونوں کی زبان و بیان میں بڑی حد تک یکسانیت نظر آتی ہے۔ حضرت کاوش بدری اور جناب اکرام کاوش نے غوثی آرکاٹی اور غوثی چنگل پیٹی کو خلط ملط کر دیا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد علی اثر غوثی چنگل پیٹی اور غوثی آرکاٹی دو علاحدہ شخصیتیں ہیں اول الذکر " رچنگل پیٹ " کا متوطن تھا اور اس نے اپنے والد کا نام میر احسن اللہ بتایا ہے جب کہ آخر الذکر غوثی اپنے

آپ کو محمد پور (آرکاٹ) کا رہنے والا کہتا ہے اور اس کے والد افصحی صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ اشعار دیکھیے۔

ہوں میں احسن اللہ کا غوثی پسر — چنگل پیٹ وطن ہے جو میرا نگر (45)
محمد پور کا غوثی رہبنار — کتے آرکاٹ جس بلدے کوں اظہار
افصحی مجھ باپ ہے اور میں غلام — جس فضیلت کا تھا دکھن بیچ نام
او کھلایا ہے اچنبا نوبہار — عاشقاں قربان ہیں جس پر ہزار (46)

غوثی چنگل پیٹی حضرت بندہ علی شاہ کا مرید اور ارادت مند تھا۔ اس کے دیگر اساتذہ میں شاہ محمد علی اور محمود بندر کے ملاں شریف کے نام ملتے ہیں (47)۔

غوثی نے اپنے دوست محمد غفور ویلوری کے ایماء پر "شہادت جنگ سلطانی" کے نام سے ۷۷۵ ابیات پر مشتمل ایک مثنوی قلمبند کی ہے۔ اس مثنوی کو غوثی نے ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں مکمل کیا۔ "شہادت جنگ سلطان" کو ڈاکٹر آمنہ خاتون نے مرتب کر کے مہاراجہ کالج میسور کے سالنامے "مخزن" میں 1957ء میں شائع کیا ہے۔

۲۹۔ عمر ولی القادری

آپ بمقام کائل پٹنم ۱۱۶۲ھ مطابق 1748ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے قصائد کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کو تصوف پر بھرپور عبور حاصل تھا اور آپ کی مادری زبان تمل تھی۔ عربی زبان میں آپ کے لکھے ہوئے قصائد تمل بولنے والے علماء میں بے حد مشہور ہوئے۔

دین کی تبلیغ کے سلسلے میں آپ مشرقی ہندوستان اور جزیرہ سماترا (Sumatra) گئے اور وہاں چودہ سال اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں گزار کر متعدد عربی مدرسوں کی بنیاد رکھی۔ آپ نے عربی اور تمل زبان میں بہت سی کتابیں ترتیب دیں جو کئی ایک مدارس کے نصاب میں شامل تھیں۔

ڈاکٹر شعیب عالم نے آپ کی کتابوں کی (تمل زبان میں) جو فہرست دی ہے وہ حسب ذیل ہے (48)۔

۱۔ غرائب النظام ۲۔ ہدایۃ الاغنیاء ۳۔ بحر السر ۴۔ سراشیخ

۵۔طریق الوصل ۶۔شکایت العزام الی حمیم المرام ۷۔مبایعت الشیخ
۸۔بشارۃ اللہ ۹۔کنز الجنان ۱۰۔ماللعبید مایشاء یدبر
۱۱۔نظام المدائع

آپ نے ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں وصال فرمایا۔

۳۰۔مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر

آپ ۱۱۶۶ھ مطابق 1753ء میں بمقام آرکاٹ پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام مولوی ناصر الدین محمد تھا۔ آپ تبلیغ اسلام اور تجارت کی غرض سے جنوبی ہند آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اپنے دادا قاضی نظام الدین احمد صغیر سے کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کی دادا کے انتقال کے بعد مولوی امین الدین احمد خان سے علم فقہ اور علم کلام کی تکمیل کی جب ۱۱۹۵ھ مطابق 1780ء میں اپنے استاد کی وفات ہو گئی تو مولوی ولی اللہ بن محمد عبد العظیم بہاری (نطہر نگر) ترچنا پلوی سے تصوف اور سلوک کا اکتساب کرنے کے بعد مدراس تشریف لائے اور نواب امیر الامراء کے ملازم ہو گئے نواب کی رحلت تک اسی ملازمت سے وابستہ رہے اور جب ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں نواب اعظم الدولہ کرناٹک کے نواب بنائے گئے تو مولوی غوث کا بحیثیت دیوان تقرر عمل میں آیا اور انھیں "شرف الملک شرف الدولہ" کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔

۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء میں نواب اعظم الدولہ کے استاد مقرر ہوئے تقریباً سات سال کے بعد اچانک اپنے عہدے کو استعفیٰ دیکر بقیہ زندگی خدمت خلق خدا اور تصنیف و تالیف میں گزار دی۔

۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء میں آپ کی روح قفس عنصری سے نکل گئی اور آپ مسجد والاجاہی، مدراس کے احاطۂ مبارک میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند قاضی بدر الدولہ نے علمی دنیا میں بڑی شہرت اور ناموری پائی۔

آپ نے فارسی اور عربی میں بیشتر کتابیں تصنیف کیں جن میں:

"نثر المرجان فی رسم نظم القرآن" یہ آپ کی بہترین عربی تصنیف ہے۔ جسے آپ نے مولانا بحر العلوم کی خواہش پر تصنیف کیا یہ سات ضخیم جلدوں میں حیدرآباد سے چھپ چکی ہے۔

۲ "الفوائد الصبغیہ شرح الغرائض الرحیمہ" (49) یہ علم فرائض کی مشہور نظم الرجبیہ کی مشہور عربی شرح ہے۔ آپ نے اپنے دونوں فرزندوں مولوی عبدالوہاب اور مولوی صبغت اللہ کے لیے یہ کتاب لکھی تھی۔

۳ "النجم الوقاد فی شرح قصیدہ بانت سعاد" یہ کتاب صحابی رسولؐ حضرت کعب ابن زہیرؓ کے مشہور قصیدہ عربی کی عربی شرح ہے۔

۴ "رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقت والمجاز" (50) یہ فارسی کا مختصر رسالہ ہے جس میں حقیقت و مجاز کے تعلق سے بحثیں موجود ہیں۔

اسی طرح بہت ساری عربی اور فارسی کتابیں مولوی محمد غوث کی نوک قلم سے منصۂ شہود پر آچکی ہیں مولوی محمد غوث کی ایک اور معرکہ آراء تالیف "ترجمۂ کیدانی" ہے جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے(51) آپ کے اس ترجمے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی اردو نثری فارسی آمیز اور قدیم اسلوب میں ہے شاید آپ نے لفظی ترجمہ کی قید سے اپنے زور قلم کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔

۳۱۔ مولوی غلام محی الدین معجز

آپ ۱۱۷۳ھ مطابق 1759ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا محمد ندیم اللہ خان ندیم ہیں۔ آپ حسب دستور قدیم پانچ سال کی عمر میں مکتب مں بٹھائے گئے۔ آپ نے والد کے انتقال کے بعد آرکاٹ کے علماء سے فارسی اور عربی پڑھی اور فن کتابت میں مہارت حاصل کی۔ آکاٹ سے سترہ سال کی عمر میں ۱۱۹۰ھ مطابق 1776ء میں مدراس آئے نواب محمد علی والاجاہ کے بھائی نواب محفوظ خان نے آپ کی سرپرستی کی اور یہاں مولوی میر محمد بخش برہان پوری (المتوفی ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء) مولوی محمد غوث شرف الملک المتوفی ۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء، سید عاصم خان مبارز جنگ بہادر (المتوفی ۱۲۱۶ھ) اور علی دل خان مروت (۱۲۰۱ھ) جیسے جید علماء سے عربی اور فارسی کی تکمیل کی۔ بہت قلیل عرصے ہی میں آپ کے کمال علمی کی شہرت دور دور تک پھیلی تو نواب امیر الامراء بہادر المتوفی ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء نے آپ کو اپنے فرزند عظیم الدولہ کا اتالیق مقرر کیا۔ امیر الامراء کی وفات کے بعد نواب والاجاہ نے بھی اپنے ہاں بطور معلم معجز کو

رکھا۔ آپ کا انتقال ۲۴ / شوال ۱۲۲۹ھ مطابق 1817ء میں ہوا اور میلاپور میں مولوی سید احمد اللہ مرحوم کی قبر کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کا اردو دیوان "مجموعۂ اشعار ہندی" اور فارسی دیوان "گلدستۂ اشعار معجز" کے نام سے خود معجز کے فرزند مولوی غلام عبد القادر ناظر نے ۱۲۳۲ھ مطابق 1816ء میں مرتب کیا۔

۳۲۔ مولانا مولوی مرزا اظفری

آپ کا نام محمد ظہیر الدین علی بخت اور اظفری تخلص تھا آپ کے والد کا نام سلطان محمد ولی تھا آپ کا خاندانی سلسلہ مغلیہ سلطنت کے حکمرانوں سے ملتا ہے۔ اظفری کی ولادت ۱۱۷۴ھ مطابق 1760ء میں بمقام لال قلعہ دہلی ہوئی۔ اظفری نے عربی، فارسی اور ترکی زبانیں اپنے دور کے باکمال اساتذہ سے سیکھیں اور فن موسیقی اور تیر اندازی میں بھی دسترس حاصل کی۔ فن شاعری میں آپ کو میر تقی میر سے فیضِ سخن حاصل تھا۔ جب آپ کے والد کا انتقال ۲۸ / محرم ۱۲۰۰ھ مطابق 1785ء میں ہوا تو آپ اپنی والدہ کے ہمراہ دربدر کی خاک چھانتے ہوئے (۱۶ / ذی القعدہ ۱۲۰۰ھ مطابق 1785ء) کو مدراس بمقام Red Hills پہنچے چونکہ آپ نے بمقام نائیڈو پیٹ آندھرا سے ایک مکتوب اور اپنی عربی، فارسی، ترکی اور اردو شاعری کے نمونے نواب عمدۃ الامراء کی خدمت میں ارسال کیے تھے اس لیے نواب صاحب نے آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر اپنے محل میں نہ صرف آنے کی دعوت اور شاہانہ استقبال کیا بلکہ آپ کے لیے ماہانہ وظیفہ بھی مقرر کیا۔

آپ کا عقد ثانی ۱۲۱۳ھ مطابق 1798ء میں مدراس کے پٹھان خاندان میں ہوا جب کہ آپ کی پہلی زوجہ لکھنو میں قیام پذیر تھیں۔ دوسری بیوی کے بطن سے مرزا والا بخت، مرزا علی بخت اور سارہ بیگم پیدا ہوئیں۔ آپ نے ۱۲۱۴ھ مطابق 1799ء میں اپنی پہلی بیوی اور بچوں کو بھی مدراس بلالیا۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مدراس میں گزارا اور ۱۷ / شعبان ۱۲۳۵ھ مطابق 1819ء کو جاں بحق ہوئے۔

آپ نے نواب عمدۃ الامراء کی خواہش پر اپنے استاد میر تقی میر کو مدراس آنے کی دعوت دی تھی لیکن میر صاحب نے بعض ناگزیر وجوہات کے تحت مدراس آنے سے معذرت چاہ لی تھی۔

آپ نے فارسی، ترکی اور اردو میں بہت ساری کتابیں تصنیف کیں جن میں " واقعات

اظفری"، "سوانحات اظفری"، "لغات ترکی چغتائی"، "محبوب القلوب" اور "ننکری نماری" (اردو اور ہندی لغات کا مجموعہ) "سانحات اظفری"، "رسالۂ عروضی وقافیہ"، "دیوان فارسی"، دیوان ترکی" اور دیوان اردو "قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ عروضی زادہ فوائد المبتدی، فرہنگ اظفری، معروف اللغات، نصاب ترکی، میزان ترکی بھی آپ کے تصانیف میں شامل ہیں۔

۳۳۔ مکھن لال بہادر خرد

آپ منشی رائے دولت رام کے فرزند تھے۔ آپ ۱۱۷۷ھ مطابق 1763ء میں بمقام وینکٹاگری پیدا ہوئے۔ آپ کی فارسی تعلیم مختلف علماء کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ بچپن ہی میں حیدرآباد گئے اور وہیں آپ نے فارسی تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم و فنون پر بھی مہارت حاصل کی۔ آپ نواب امیر الامراء بہادر کی دعوت پر مدراس تشریف لائے اور بعد میں نواب محمد علی والاجاہ کے چھوٹے فرزند نے آپ کو منشی کا عہدہ عطا کیا۔ یہاں پر آپ نے مولانا عبدالعلی ملک العلماء اور مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر سے عربی سیکھی اور عربی گرامر کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ آپ کو فن تاریخ گوئی میں بڑی دست گاہ حاصل تھا۔ جب نواب والاجاہ کی خواہش پر آپ نے مسجد والاجاہ کی سنگ بنیاد کی قطعہ تاریخ لکھی جو آج بھی اس مسجد کے محراب کی پیشانی پر کندہ ہے۔

ساخت طاقتگہ اسلام شہ دین پرور
آنا کہ فرمان براو ھست زمہ نماہی
بہر تاریخ بنائش بجزد ھاتف گفت
نام فرخندہ دی مسجد والاجاہی
۱۲۱۰ھ

نواب عظیم الدولہ کے زمانے میں آپ کو راجہ اور بہادر کے خطابات سے نوازا گیا اور پلنکومن کے دربار میں آنے کی اجازت دی گئی۔ آپ آخری عمر تک نوابین آرکاٹ کے دربار میں منشی اور سررشتہ دار کے عہدے پر فائز تھے۔

آپ کے نام کا روشن ستارہ ۲۴ / شوال ۱۲۴۱ھ مطابق 1825ء کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

اس فانی دنیا سے غروب ہو گیا۔ اور آپ اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ آپ کی بیوی کا انتقال ۱۰/ شعبان المعظم ۱۲۴۷ھ مطابق 1831ء میں ہوا۔ آپ کے فرزند تنکیم چند نے بھی آپ ہی کی طرح سرکار والاجاہی میں بڑا نام پیدا کیا اور علم و ادب میں مشہور ہوئے۔ جن کی وفات ۷/ محرم الحرام ۱۲۵۳ھ مطابق 1837ء میں ہوئی۔

بیس پچیس سال پہلے مولانا کوکن نے احقر سے ایک ملاقات پر بتایا کہ راجہ مکھن لال خرد نے ایک کتابچہ "فن تاریخ گوئی" بھی لکھا تھا جو انھوں نے کتب خانۂ مدرسہ محمدی میں 1937ء میں دیکھا تھا۔ احقر نے چند سال پہلے کتب خانہ کی فہرست دیکھی تو اس فہرست میں مکھن لال خرد کی کسی کتاب کا پتہ نہ چلا۔۔۔ واللہ عالم بالصواب۔

آج بیس پچیس سال پہلے راقم نے آپ کا مرتب کردہ مختصر سا دیوان گورنمنٹ مینواسکرپٹ لائبریری مدراس میں دیکھا تھا اس دیوان میں نعت شریف کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر پر ایک طویل منقبت بھی شامل ہے۔

۳۴۔ حکیم غلام علی موسیٰ رضا خان رائق

آپ محمد پور، آرکاٹ میں ۱۱۸۰ھ مطابق 1766ء میں پیدا ہوئے۔ نواب حیدر علی نے جب آرکاٹ پر حملہ کیا تو نامساعد حالات کے پیش نظر آپ اپنے والدین کے ہمراہ نلور، آندھرا پردیش گئے اور وہاں کے جید عالم سید امیر الدین علی (المتوفی ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء) کی زیر نگرانی عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدراس آئے اور مولانا باقر آگاہ ویلوری کے شاگردوں میں شریک ہوئے۔ مولانا باقر آگاہ کی سفارش پر نواب عمدۃ الامراء نے آپ کو منشی کا عہدہ عطا فرمایا، نواب عمدۃ الامراء کے بعد آپ نواب اعظم الدولہ کے خاص الخاص حکیم اور سکریٹری مقرر ہوئے۔

آپ نے [redacted] / رجب المرجب ۱۲۴۸ھ مطابق 28 / نومبر 1832ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور ابو سعید والا نے درج ذیل شعر سے آپ کی تاریخ وفات نکالی:

سال از سر بکارم گفت حقا کہ ز دہر رفت لقمان

۱۲۴۸ھ ۱۲۵۰ھ

آپ نے جو تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱ گلدستہ کرناٹک۔ اس گلدستہ میں کرناٹک کے اہم ترین شعراء کا تذکرہ موجود ہے۔ (52)

۲ دیوان رائق فارسی کلام کا مجموعہ (53)

۳ جامع الاشیاء (54)

رائق کے انتقال کے بعد اس نسخہ کو بقول مولانا یوسف کوکن نور محمد خرسانی نے صاف کیا اور اسے دو حصوں (55) میں مرتب کیا اور نقل مدراس کی Govt Manuscript Library میں موجود ہے جو ۱۳۷۰ھ مطابق 1950ء میں شائع ہوی۔

۳۵۔ نواب غلام اعزالدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی

آپ حامد علی خان ولد عبدالحی کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۱ھ مطابق 1767ء میں بمقام مدراس (56) ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام غلام علی تھا۔ آپ نے مولوی حافظ محمد حسین سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت نامی فارسی، عربی اور اردو تینوں زبانوں میں ید طولی رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں مولانا باقر سے اکتساب فن کیا ہے۔ آپ نے "نو بہار عشق" (57) اور "بہارستان عشق" (58) " بوستان بہشت" نامی مثنویوں کے علاوہ "گنج قدرت" کے نام سے حضرت شیخ شاہ الحمید میراں عبدالقادر ناگوری (المتوفی ۹۷۸ھ مطابق 1570ء) کی سوانح حیات بھی لکھی۔ آپ کی فارسی مثنویوں میں "فردوس اعجاز" اور "ساقی نامہ" کو بہت شہرت نصیب ہوئی تھی نامی نے بھی فارسی میں شعر کہنے کو معیوب تصور کیا اور ہندی میں اپنے خیالات کے اظہار کو ترجیح دی۔ شمال کے شعراء مثلاً مرزا محمد رفیع سودا، آبرو، سوز، مظہر، سے اپنے آپ کو برتر سمجھتے تھے۔ نواب عمدہ الامراء نے آپ کو ملک الشعرا کے خطابات سے بھی نوازا تھا۔

آپ کی وفات ۱۲۴۰ھ مطابق 1824ء میں ہوئی اور احاطۂ پریسیڈنسی کالج مدراس میں آپ کی تربت آج بھی محفوظ ہے۔

۱۔ مثنوی داغستان کلفت ۱۲۳۱ھ

۲۔ مثنوی مدینۃ الانور ۱۲۱۳ھ

۳۔ مثنوی نو بہار عشق جسے مولانا محمد یوسف کوکن نے 1955ء میں مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

۴۔ مثنوی بلقیس و سلیمان

۵۔ مثنوی قادر ولی الموسوم بہ گنج قدرت

۶۔ مثنوی بہارستان عشق یا لیلیٰ مجنوں

۷۔ مثنوی شیرین خسرو

۸۔ قصۂ بنارس اور نظم نامۂ خواب

۹۔ مثنوی وفات نام (شاید مدینۃ الانوار کا دوسرا نام ہے)

۳۶۔ مولانا مولوی محمد اسحاق

آپ کی پیدائش ۱۱۸۴ھ مطابق 1770ء میں بیجاپور ہوئی۔ لیکن آپ کی عمر کا بیش تر حصہ مدورا (مدراس) میں بسر ہوا۔ آپ نے "ریاض العارفین" کے نام سے ایک صوفیانہ مثنوی ۱۲۰۶ھ مطابق 1791ء میں تصنیف کی۔ یہ مثنوی دس ابواب پر مشتمل ہے جس میں بندگی رب، خوف خدا، عمل توکل، عاجزی و تحمل، رضا بہ قضا، عشق و محبت اولیاء کرام وغیرہ موضوعات کو موضوع سخن بنایا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا اسحاق نے یہ مثنوی ۱۲۰۶ھ میں پایۂ تکمیل پہنچی۔

جب کیا میں نظم یو شیریں مقال
عمر تب مری اتھی بائیس سال
اور سن ہجرت شہ ذوالافتخار
تھی ہزار اک دو صد شش در شمار

مذکورہ بالا اشعار سے مولانا اسحاق کا سن پیدائش ۱۱۸۴ھ مطابق 1770ء برآمد ہوتا ہے "ریاض العارفین" ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ جامعہ مسجد، بمبئی (UM 71) میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اس مثنوی کے قلمی نسخے ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد اور اسٹیٹ سنٹرل لائبریری، حیدرآباد میں بھی موجود ہیں۔ یہ کتاب متعدد بار شائع ہو چکی ہے اس کا

ایک مطبوعہ نسخہ کریمی لائبریری، بمبئی میں موجود ہے۔

۳۷۔ مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری

آپ سید شاہ عبداللطیف ذوقی ویلوری کے فرزند ہیں۔ آپ بمقام ویلور ۱۱۸۶ھ مطابق 1772ء پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوی اور آپ نے تفسیر، فقہ کی تعلیم مدراس کے جید علماء سے حاصل کی پندرہ سال کی عمر میں علوم متداولہ میں بھرپور دسترس پیدا کی اور اپنے والد کے آستانے کے سجادہ نشین ہوئے۔ بقول مولوی حافظ بشیر الحق قریشی لطیفی آپ نے اپنے رشتہ کے دادا حضرت مولانا سید شاہ میر تقی قادری قدس سرہ، سے اجازت و خلافت حاصل کی اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے فیض یاب ہوئے (59) ۔ آپ پر اکثر جذب و استغفراق کی کیفیت طاری رہتی تھی اور جب اس کیفیت سے باہر ہوئے تو آپ تصنیف و تالیف کی طرف مائل ہو جاتے۔ بقول مولانا محمد طیب الدین اشرفی مونگیری آپ پر ایک ہزار گیارہ مرتبہ جذبہ طاری ہوا۔ (60) حضرت محوی نے ان نورانی کیفیات کے ہم سفر ہونے کے باوجود علم و ادب کی بڑی خدمت انجام دی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں معرکتہ آراء کتابیں تصوف و معرفت کے موضوعات پر تصنیف کیں۔ آپ کی اکثر کتابیں مخطوطات کی صورت میں آج بھی دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے کتب خانے کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ "رسالہ شرح حقیقت محمدی (فارسی)"، "مسئلہ بیعت غائب و حاضر"، فارسی رسالہ تفصیل المراتب فی اطوار المراقب (61) (دکنی زبان میں) رسالہ ذکر (دکنی زبان)، نفس رحمانی (62) ، رسالئہ معرفت، رسالئہ عالم ارواح، رسالئہ عالم مشعل، رسالئہ وجود مراتب وجود (63) رسالئہ اسمائے ربوب الہیٰ (64) مندرجہ بالا کتابوں میں حضرت محوی ویلوری نے اپنی ضروریات اور اصلاحی تقاضوں کے پیش نظر اس دور کی عوامی بولی میں اپنی تخلیقات پیش کیں۔ جس سے خواتین کی ذہنی ترتیب میں بہت آسانی ہوئی۔ بہرحال حضرت محوی کے تصانیف قدیم اردو یعنی دکنی زبان میں ایک تاریخ ساز کارنامے سے کم نہیں۔

آپ کی وفات ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء میں ہوئی۔

۳۸۔ سید برہان خان ہانڈی

آپ بیجاپور کے سادات گھرانے سے تھے۔ آپ کے والد ماجد سید حسن تھے آپ بمقام نظہر نگر (ترچناپلی) پیدا ہوئے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں گھر پر پڑھیں۔ غلام حسین جودت کے زیر نگرانی فارسی زبان پر ملکہ حاصل کیا۔ فن انشاپردازی میں کوئی آپ کا ہم سرنہ تھا۔ نواب والاجاہ کے فرزند حسام الملک بہادر کے حکم پر کتاب "تزک والاجاہی" ۱۱۹۸ھ مطابق 1721 ء میں لکھی اس کتاب کے بعد تذکرہ گلدستہ کرناٹک کا ترجمہ کیا اور ہمیشہ کے لیے زندہ جاوید ہوگئے۔ (65)

آپ ۱۲۴۰ھ مطابق 1824 ء میں واصل بحق ہوئے۔ آپ نے مندرجہ بالا معرکتہ الآراء کتابوں کے بعد چند اور کتابیں بھی تالیف کی جو حسب ذیل ہیں۔

۱ نعرہ حیدری ۲ منشآت بے نظیر ۳ طوطی نامہ

آپ کے ہزاروں خطوط کا مجموعہ بنام "رقعات برھانی"، "انشائیے برھانی" "کتب خانۂ مدرسہ محمدی میں موجود ہیں (66)

۳۹۔ مولوی سید ابو سعید والا

آپ فرزند ابو طیب خان بمقام رحمت آباد ۱۱۹۵ھ مطابق 1776 ء پیدا ہوئے۔ والا کے دادا سید زین العابدین نواب والاجاہ کے دیوان تھے والا نے عربی اور فارسی کی تعلیم اساتذہ عصر سے حاصل کی۔ فن شاعری میں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد ہوئے۔ مولانا آگاہ کے انتقال کے بعد رحمت آباد گئے اور وہیں مولوی شاہ رفیع الدین قندھاریؒ کے مبارک ہاتھ پر بیعت کی۔ ۱۲۵۲ھ مطابق 1836 ء میں دوبارہ مدراس آئے اور نواب غلام غوث خان اعظم کے استاد مقرر ہوئے۔

فن خطاطی اور تاریخ گوئی پر دسترس رکھتے تھے۔ حسب ذیل کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں۔

۱۔ بحر غم ۲۔ آئینۂ رحمت ۳۔ غزلیات و قصائد کا دیوان ۴۔ بحر رحمت

۱۲۶۴ھ میں آپ کی روح مالک حقیقی سے جا ملی۔

مسجد معمور (متیال پیٹ) کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ مولانا مولوی مرتضیٰ علی خان خوشنود نے تاریخ وفات لکھی۔

العاقبۃ للمتقین

۱۲۶۴ھ

۴۰۔ مولانا شیخ آدم

آپ نواب عمدہ الامراء کے استاد تھے۔ آپ نے امام ابن حجر کی کتاب "ترجمۂ آدم فی الحدیث" کا اسی نام سے اردو میں ترجمہ ۱۲۱۶ھ مطابق1801ء میں کیا ہے۔ آپ نے اس مقصد کے تحت مذکورہ بالا کتاب کا ترجمہ اردو میں کیا کہ وہ لوگ جو فارسی زبان سے واقف نہیں تھے خصوصاً عورتوں اور عام لوگوں کو فائدے پہنچے۔ مندرجہ ذیل ابواب میں اس کتاب کو تقسیم کیا گیا ہے۔

نماز، وضو، ماں باپ کی فرمانبرداری، زنا، حرام کاری، زنا بہ ہم جنس، مرد کے حقوق، عورت کے حقوق، خودکشی، اسقاط حمل، زکوۃ، شراب خوری، نوحہ خوانی، گناہ کبیرہ، یہ کتاب مطبع کریمی، بمبئی سے ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ جامع مسجد، بمبئی میں محفوظ ہے(67)۔

موصوف کی اس کتاب کے مطالعے سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ موصوف کو عربی زبان پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ، حدیث، منطق، فلسفہ، اور تصوف پر ان کا مطالعہ وسیع تھا۔
آپ کی ایک اور کتاب "اعجاز الاسلام" سن تصنیف ۱۲۱۵ھ مطابق 1800ء اس کا ایک نسخہ کتب خانۂ ادارہ ادبیات اردو کا مخزونہ ہے۔ مخطوطہ نمبر ۱۰۸۳ ہے(68)۔

۴۱۔ مولوی تراب علی نامی

آپ شیخ نصرت اللہ عباسی خیرآبادی کے فرزند تھے۔ آپ ۱۱۹۱ھ مطابق 1777ء میں خیرآباد سیتاپور (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم خیرآباد کے مستند اور جید علماء مولوی محمد علی، مولوی غلام امام رضوی اور مولوی سید عبدالوحید لکھنوی سے حاصل کی۔ شعروشاعری کی طرف بھی طبیعت مائل تھی۔ مرزا قتیل (المتوفی ۱۲۲۳ھ مطابق 1808ء) کے تلامذہ میں شامل ہوکر بہت جلد فن شاعری پر قدرت حاصل کی۔ فکر معاش نے کسی ایک مقام

پر بیٹھنے نہ دیا۔ کلکتہ جاکر انگریزوں کی حکومت میں ملازمت کی۔ کلکتہ میں قیام کے دوران ۱۳۴۴ھ مطابق 1925ء میں ایران، اصفہان، شیراز اور عراق کا سفر بھی کیا۔ سفر سے واپسی کے بعد الیسٹ انڈیا کمپنی کے حکم پر ۱۲۲۷ھ مطابق 1812ء میں مدراس آئے اور یہاں فورٹ سینٹ جارج کالج (69) میں صدر شعبۂ عربی، فارسی اور اردو مقرر ہوے۔ ۱۲۴۲ھ مطابق 1826ء میں عازم حج بیت اللہ ہوے۔ حج کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد واپسی میں سری رنگاپٹنم (میسور) کے مقام پر سخت بیمار ہوے اور یہیں ۱۷/ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء کی شام واصل بحق ہوے۔ دوسرے دن ٹیپو سلطانؒ کے چبوترے کے قریب تدفین عمل آئی۔ راقم اور مولانا راہی فدائی نے اس مقام پر کئی بار حاضری دی ہے۔ یہاں بہت ساری قبریں موجود ہیں لیکن کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے اس لئے، ہم نامی کی قبر کا پتہ نہ لگا سکے۔

نامی کی تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وسیط النحو ۲۔ دار المنظوم (یہ کتاب منطق پر مشتمل ہے)

۳۔ رسالہ در میر تراب علی نامی بطرف ایران و عراق و عرب

کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے اس لئے، ہم نامی کی قبر کا پتہ نہ لگا سکے۔

نامی کی تین کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وسیط النحو ۲۔ دار المنظوم (یہ کتاب منطق پر مشتمل ہے)

۳۔ رسالہ در میر تراب علی نامی بطرف ایران و عراق و عرب

۴۲۔ مولوی قاضی ارتضا علی خان خوشنود

قاضی ارتضا علی خان خوشنود فرزند قاضی مصطفیٰ خان خوش دل (المتوفی ۱۲۳۴ھ مطابق 1818ء) بمقام گوپامو ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء میں پیدا ہوے۔ ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء میں جب آپ اپنے والد محترم سے ملنے مدراس آے تو نواب اعظم الدولہ بہادر نے آپ کو مدراس کا مفتی مقرر کیا۔ آٹھ نو سال تک اسی عہدے پر فائز رہ کر اس سے مستعفی ہوے اور پھر دوبارہ ضلع چتور (آج جو آندھرا پردیش میں شامل ہے) کے قاضی بھی بنائے گئے۔ ۱۲۲۶ھ مطابق 1811ء میں شہر مدراس کے قاضی القضاۃ بنے اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں وظیفہ یاب ہوے۔

صاحب تذکرہ " حدیقۃ المرام " مولوی مہدی واصف نے لکھا ہے کہ حج و زیارت سے فارغ ہو کر مدراس واپس ہو رہے تھے کہ بندرگاہ " حدیدہ " میں جہاز ہی میں ۱۲۷۰ھ مطابق 1853ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور نعش مبارک سمندر کے حوالے کر دی گئی۔ آپ کی تاریخ وفات " دامن دریا خوشنود " سے نکلتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی مصنف " نزہۃ الخواطر " نے قاضی خوشنود کا شمار ان فاضلین میں کیا ہے جو درس و افادہ میں ہمہ گیر شہرت کے حامل تھے اور مولف تذکرہ " علمائے ہند " رحمان علی نے بھی آپ کی تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کی تالیفات حسب ذیل ہیں:

۱۔ نقود الحساب ۲۔ فرائض ارتضیہ ۳۔ شرح فارسی قصیدہ بردہ

۴۔ شرح الاسماء الحسنیٰ عربی ۵۔ نفائس ارتضیہ (عربی) ۶۔ تصریح المنطق عربی

آپ زندگی بھر درس و تدریس، ذکر الٰہی اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں مصروف رہے۔ مختلف علوم مثلاً فقہ، اصول فقہ، حکمت و ریاضی، اور منطق پر آپ نے کئی ایک کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ بالخصوص " نقود الحساب " اور " فرائض ارتضیہ " کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ دونوں کتابیں فورٹ سینٹ جارج کالج پریس سے شائع ہوئیں۔

آپ کی عربی و فارسی میں متعدد قلمی اور مطبوعہ کتابیں کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی خاصہ لگاؤ تھا۔ آپ عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ نواب غوث خان بہادر، شیرین سخن راقم، قدرت اللہ قدرت کو آپ سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ اکثر علماء کی تاریخ وفات آپ نے نکالی ہے۔ " گلزار احمد " میں خوشنود کا فارسی کلام اور اردو کلام کا ذکر موجود ہے (70)۔

۴۳۔ مولانا مولوی حافظ شیخ عبدالقادر

آپ کی ولادت ۱۵/ ربیع الآخر ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء بمقام زمین آتور (سلیم) میں ہوئی آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین (المتوفی ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء) تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے پاس ہوئی اور امام العروس سے بیعت و خلافت حاصل

کی ۔آپ نے مدراس پہنچ کر قاضی ارتضیٰ علی خان خوشنود سے بھی خوب استفادہ کیا ۔ مدراس کے علمی ماحول سے سیراب ہونے کے بعد آپ نے ویلور کا رخ کیا اور وہاں پہنچکر آپ نے حضرت ابوالحسن محوی ۔ حضرت مکان ویلور کی بارگاہ سے ایسا اٹوٹ رشتہ جوڑا کہ جس کا نقش آج بھی لطیفیہ کی تاریخ میں روشن اور نمایاں ہے ۔آپ نے اپنے پیرو مرشد کے حکم کی تعمیل میں ویلور میں نکاح ثانی اپنے خلیفہ مولانا مولوی محمد امین الدین قادری کی دختر فاطمہ بی بی سے کیا جن کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا تو حضرت محوی نے یہ پیشن گوئی کی کہ یہ لڑکا دینی دنیا میں علم و عرفان کی شمع روشن کرے گا جس کی روشنی سے ایک عالم مستفیض ہوگا۔

حضرت محوی کی پیشن گوئی کے مطابق آگے چل کر یہی نومولود ہستی حضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری ثم مدارسی مدرسۂ باقیات صالحات کی بانی بنی ۔ مولانا راہی فدائی کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر بڑے پائے کے عالم تھے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں ید طولیٰ حاصل تھا بالخصوص عربی زبان و ادب کے ماہر عالم باعمل تھے ۔آپ نے مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ مطابق 1823ء) کی فارسی تفسیر "تفسیر عزیزی" کا عربی ترجمہ فرمایا ہے ۔جس کا نام "التعریب القادری للتفسیر العزیزی" ہے(71) ۔

آپ کی وفات ۱۹ / محرم الحرام ۱۲۵۱ھ مطابق 1835ء بمقام آتور (سلیم) ہوئی ۔ "آفتاب علم شد زیر زمیں" مادہ تاریخ رحلت ہے ۔

۴۴۔ محمد علی حسین ماجد

آپ نواب عمدہ الامراء بہادر کے فرزند ہیں ۔ بمقام مدراس ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء میں پیدا ہوئے ۔آپ نے بہت کم عمری میں قرآن مجید ختم کر کے فارسی اور عربی زبان و ادب پر بہت جلد دسترس حاصل کرلی ۔ابتداء میں اصلاح سخن کے لیے مولانا باقر آگاہ کی طرف رجوع ہوئے اور آگے چل کر جب صاحب زادے نے اپنے استاد سے بھی کنارہ کشی اختیار کرلی تو نواب عمدہ الامرا صاحب زادے کو مولانا باقر آگاہ کے پاس لے گئے اور انہوں نے اپنی جانب سے معافی چاہی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے کے لیے کہا۔چوں کہ مولانا صاحب زادے کے ناخوش گوار رویے سے دل برداشتہ ہوچکے تھے اس لیے انہوں نے صاف صاف طور پر نواب صاحب سے کہہ دیا کہ ان

الحال صاحب زادے فارغ الاصلاح ہو چکے ہیں۔

مولف سخن وران بلند فکر کا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد صاحب زادے نے نہ صرف اپنا مذہب تبدیل کر کے اپنے آپ کو شیعوں میں شامل کر لیا بلکہ مولانا باقر آگاہ کی تخلیقی جواہر پاروں پر بے جا تنقیدی حاشیے بنا کر اپنی تباہی کو دعوت دی۔

آخر ش خاندان والا جاہی کا یہ نازک خیال، با کمال صاحب دیوان نوجوان شاعر بہت کم عمری میں ۱۲۶۱ھ مطابق 1801ء میں جان بحق ہو گیا۔ کسی نے تاریخ وفات لکھی ہے

امیر الملک ماجد نوجوان رفت

۱۲۱۶ھ

موصوف نے غزلیات کے دو دیوان اور ایک مثنوی اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ جو ماجد کی فکری وسعتوں اور جذباتی بلند پروازوں کی آئینہ دار ہیں۔

۴۵۔ مولوی محمد سعید اسلمی

آپ کی ولادت مدراس میں ۱۱۹۸ھ مطابق 1783ء میں ہوئی۔ آپ نے بقول مولوی رحمان علی مولف تذکرہ علمائے ہند مدراس کے جید علماء مثلاً مولانا مولوی عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی سے عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کی(72) آپ اپنے دور کے فاضل علماء میں سے تھے حضرت قطب ویلور سید شاہ عبد اللطیف نقوی کے استاد ہیں اور آپ نے فتنہ وہابیت سے علاقہ مدراس کو نجات دلانے میں بہت اہم رول ادا کیا ہے۔

آپ نے فارسی کتاب "تحفہ اثناء عشریہ" کا ترجمہ عربی میں کیا۔ اس کتاب کے علاوہ آپ کی تصانیف میں سفینہ زرینہ (علم عقائد)، تفسیر قرآن (چہار جلد) اور سفینتہ النجات بے حد مشہور ہیں۔

آپ نے ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۴۶۔ مولوی صفی الدین محمد ناصر

آپ محمد عبد اللہ قادر علی خان بہادر کے فرزند تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۹۸ھ مطابق

1783ء میں ہوئی ۔ مولوی صفی الدین نے مولانا باقر آگاہ کے پاس عربی فارسی اور فن شعروشاعری کی تعلیم حاصل کی ۔ مولانا باقر آگاہ کے بعد مولوی غلام محی الدین معجز اور مولوی خیرالدین خان فائق سے اکتساب شعرو سخن کیا ۔ آپ نے حیدر آباد سے یونانی طب کی بھی تعلیم حاصل کی اور ماہر اطباء میں اپنا خاص مقام پیدا کرلیا ۔ آپ کی وفات ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء بمقام مدراس ہوئی ۔

آپ فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے آپ کی شاعری کے نمونے مولانا یوسف کوکن نے اپنی کتاب " خانوادہ بدرالدولہ " مطبوعہ ۱۳۸۳ھ مطابق 1963ء میں پیش کیے ہیں ۔ لیکن آپ کا اردو مجموعہ کلام ناپید ہے ۔

۴۷۔ مولوی قدرت اللہ خان قدرت

آپ کے والد کا نام محمد کامل تھا اور آپ کا نسبی سلسلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے ۔ آپ کے جد اعلیٰ عرب سے ہند آئے اور قنوج میں سکونت پذیر ہوئے پھر وہاں سے گوپا مو آگئے اور وہیں مولوی مقیم شیخ غلام جیلانی اور شیخ بدر عالم سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی ۔ فن عروض مولوی مصطفیٰ علی خان خوش دل سے سیکھا ۔ ۱۲۲۷ھ مطابق 1812ء میں مدراس آئے اور نواب اعظم جاہ کے ملازم ہوئے ۔ نواب صاحب نے آپ کو خان اور بہادر کے القاب سے نوازا ۔ آپ کی وفات ۱۲۸۱ھ مطابق 1864ء میں ہوئی ن اور تدفین مسجد والاجاہی کے احاطہ میں عمل میں آئی ۔

آپ کا ایک فارسی تذکرہ شعراء " نتائج الافکار " کے نام سے ۱۲۵۹ھ مطابق 1844ء میں مدراس سے شائع ہوا ۔ آپ نے ایک مثنوی " گلزار عشرت " ۱۲۳۳ھ مطابق 1817ء میں تصنیف کی ۔

۴۸۔ مولوی میر حیات میسوری

آپ کے والد بزرگوار میر یوسف حسین کولار کے رہنے والے تھے (73) ۔ نہ جانے کن حالات کے تحت موصوف ویلور آئے ۔ کوئی تاریخی جواز نہیں ملتا ۔ مدرسہ لطیفیہ میں نہ صرف علوم متداولہ سے مستفید ہوئے بلکہ حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری المتوفی

۲۱۴۳ھ مطابق 1827ء کے دست مبارک پر بیعت کی اور بعد میں آپ نے حضرت سید شاہ کمال چشتی القادری (74) المتوفی ۱۲۲۴ھ مطابق 1809ء سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ علم و تحقیق کے شوق نے آپ کو مدراس کا رخ کرنے کی طرف مائل کیا تھا۔ مدراس پہنچ کر حضرت مولانا باقر آگاہ ویلوری المتوفی ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء اور حضرت العلام مولانا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی المتوفی ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔

آپ اپنی آخری عمر میں اپنے وطن کولار میں چند دن قیام کرنے کے بعد میسور گئے اور وہاں تعلیم و تدریس کو اپنی بقیہ زندگی کا مقصد بنایا۔ ہر گھڑی ہر لحہ تصنیف و تالیف کے خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کی وفات ۱۲۸۱ھ مطابق 1864ء میں میسور میں ہوئی اور آپ مزار بقول اکرام کاوش میسور بنگلور کی شاہراہ پر موجود ہے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات مشہور ہیں

۱ مفتاح الایمان۔ (دکنی زبان میں) مطبوعہ ۱۲۴۴ھ مطابق 1828ء (یہ کتاب اپنے دور کے بزرگان دین کے حکایات و اقوال پر مشتمل ہے)

۲ سراج الحیات۔ مطبوعہ ۱۲۷۱ھ مطابق 1854ء (اس کتاب میں منظوم و منثور رسائل موجود ہیں۔)

۳ خمسہ حیات۔ مطبوعہ ۱۲۷۸ھ مطابق 1861ء (یہ نثری کتاب علم تصوف پر مشتمل ہے)

۴ مصباح الحیات۔ مطبوعہ ۱۳۱۴ھ مطابق 1896ء (یہ کتاب بھی نثر و نظم پر مشتمل ہے اور اس کتاب کی زبان عوام الناس کی ہے)

۵ تعلیم نسوان۔ مطبوعہ۔

۴۹۔ مولوی قاضی مصطفیٰ علی خان خوش دل

قاضی مصطفیٰ علی خوش دل گوپاموی ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۰ھ مطابق 1788ء میں مدراس آئے اور محمد علی والاجاہ کے دربار میں ملازم ہوئے۔ نواب والاجاہ نے موصوف کو "خان بہادر" کے خطاب سے نوازا۔ چند سال بعد دوبارہ گوپامو گئے اور وہیں سرکاری مدرسہ میں

درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ نواب والاجاہ کے انتقال (۱۲۰۱ھ مطابق 1795ء) کی خبر سن کر۔ تدفین کے لیے دوبارہ مدراس آئے اور پھر گوپامو لوٹ گئے۔ نواب عمدۃ الامراء تخت نشین ہو کر ۱۲۱۶ھ مطابق 1801ء میں وفات پائے تو تیسری مرتبہ مدراس آے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ اپنی آخری عمر میں مدراس کے قاضی القضات بھی بنائے گئے۔ آپ کا ۱۲۳۴ھ مطابق 1818ء میں انتقال ہوا اور مسجد متیال پیٹ، مدراس میں واقع حضرت حافظ سید حبیب اللہ محمد حسن القادری چشتی کی درگاہ کے صحن میں مدفون ہوے۔

۵۰۔ قاضی محمد اسلم خان شایان

آپ قاضی علی احمد خان نائطی کے فرزند تھے۔ آپ ۱۲۲۰ھ مطابق 1785ء میں بمقام محمد پور، آرکاٹ پیدا ہوے۔ آپ کی فارسی تعلیم اپنے والد ماجد اور محمد رضا کی ظل عاطفت میں ہوئی۔ عربی تعلیم حضرت سید شاہ عبد القادر مہربان فخری علامہ باقر آگاہ، مولوی محمد غوث کی سرپرستی میں ہوئی۔ آپ نوابان آرکاٹ کے ہاں منشی، داروغہ اور امین دار الضرب (Mint) اور تحصیلدار کے عہدے پر فائز رہے۔

آپ فارسی کے بلند پایہ ادیب اور شاعر تھے۔ مولف تاریخ النوائط نواب عزیز جنگ بہادر کا بیان ہے کہ آپ فن انشاء کے زبردست ماہر تھے۔ اور دربار والاجاہی میں دار الانشائے خاص کی صدارت کا شرف حاصل تھا (75)۔ آپ کی تصنیفات میں "مالک التسلیم"، "شرح مسائل التعلیم" بے حد مشہور ہیں۔

۱ شرح کفایت الاسلام ۲ کفایت المبتدئین ۳ عین المصادر

۴ گداز دل ۵ گلدستہ مناقب

ان کتابوں کے علاوہ "وقائع حیدری"، اور "ظفر نامہ" تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۳۴ھ مطابق 1818ء میں ہوا۔

۵۱۔ مولوی غلام عبد القادر حاظر

مولوی غلام عبد القادر فرزند مولوی غلام محی الدین معجز بمقام مدراس ۱۷/ جمادی الاول

۱۲۲۰ھ مطابق 1785ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے فارسی کی درسی کتابیں اور قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مولوی باقر آگاہ ویلوری سے میزان، اوزان، صرف میر، ہدایت الصرف، زنجانی، مائۃ عامل پڑھی اور بعد میں مولوی آگاہ نے آپ کو اپنے داماد مولوی حافظ حسین قادری سے صرف و نحو اور منطق کی اعلیٰ کتابیں پڑھائیں۔ مولوی غوث شرف الملک بہادر اور ملک العلماء مولوی علاء الدین احمد سے بھی عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی(76) ۔

بچپن ہی سے آپ کا ذہنی لگاؤ شعر و شاعری کی طرف تھا۔ مولانا باقر آگاہ ویلوری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

نواب اعظم جاہ نے جب ناگپور کا سفر کیا تو آپ نے ایک طویل سفر نامہ " بہار اعظم جاہی " لکھا۔ جس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمد حسین نے ۱۲۳۸ھ مطابق 1827ء میں مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے(77) ۔

آپ نے ۴/ شوال ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء میں انتقال کیا اور میلاپور کے قبرستان میں پیوند خاک ہوئے۔

مولوی ناظر نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ گلستان نسب (فارسی)۔ اس کتاب میں خود اپنے خاندانی حالات یکجا کیے گئے

۲ روضۂ دل کشا۔ عبدالرحمان جامی کی مثنوی "یوسف زلیخا" کی فارسی شرح ہے

۳ بہار اعظم جاہی۔ اس کتاب میں نواب والاجاہ کا سفر نامہ ناگور، نظہر نگر، آرکاٹ ۱۲۳۸ھ مطابق 1822ء میں موجود ہے۔

۴ شرح سکندر نامہ۔ حضرت نظامی گنجوی کی کتاب "سکندر نامہ" کی فارسی شرح ہے

۵ روضۃ النساء۔ اردو میں فقہی مسائل پر بحثیں موجود ہیں اور یہ کتاب کا نسخہ ابو احمد عبداللہ کے پاس محفوظ ہے

۶ خلدستان شرح بوستان۔ بوستان سعدی کی فارسی شرح ہے۔

۵۲۔ سید محمود بلگرامی

آپ کے آباد اجداد کا تعلق بلگرام سے تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم بلگرام میں اور اعلیٰ تعلیم

آر کاٹ کے جید علماء سے حاصل کی آپ کے والد بزرگوار مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے آر کاٹ آئے اور نوابین آر کاٹ سے وابستہ ہوگئے۔ پیری، مریدی کا سلسلہ انہیں ورثے میں ملا تھا آپ کے مریدوں کا وسیع حلقہ آر کاٹ کے اطراف واکناف پھیلا ہوا تھا۔ شاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ قلندر بخش جرات سے آپ کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ آپ کی ایک مثنوی "ہشت گلزار" سنہ ۱۲۲۵ھ مطابق 1810ء میں منظر عام پر آچکی ہے۔

۵۳۔ مولوی محمد حسن علی ماہلی

آپ شیخ نوازش علی کے فرزند تھے۔ آپ بمقام جونپور ۱۲۰۲ھ مطابق 1787ء میں پیدا ہوئے۔ بنارس میں ملا محمد عمر سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علم کے بعد پتا نہیں کن حالات کے تحت کلکتہ گئے اور وہیں حکومت بنگال کے حکم پر آپ مدرسہ کمپنی میں جو ۱۲۳۳ھ مطابق 1817ء میں قائم ہوئی تھی۔ تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ چند سال کے بعد آپ مدراس آئے اور فورٹ سینٹ جارج کالج میں عربی فارسی اور علم ریاضی کے منشی مقرر ہوئے۔

آپ نہ صرف فارسی اور عربی کے باکمال استاد تھے بلکہ ان دونوں زبانوں کی شاعری پر بھی گہری نظر اور دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۲۵۸ھ مطابق 1842ء میں داعی اجل کو لبیک کہا آپ کی حسب ذیل دو تصانیف یادگار ہیں۔

۱ تبصرہ الحکمہ ۲ منتخب التحریر

مرحوم نے قاضی ارتضا علی خان کی کتابوں پر تقاریظ بھی لکھی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے مرحوم کی بہترین صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا کتابوں میں ایک کتاب "منتخب التحریر" احقر نے کتب خانۂ عالم مفید اہل اسلام، والاجاہ روڈ، مدراس میں دیکھی تھی جو بے حد کرم خوردہ تھی۔

۵۴۔ میر مبارک اللہ خان راغب

آپ کا نام سید احمد المعروف میر مبارک اللہ خان راغب تھا۔ آپ کے والد سید عاصم خان نواب آصف جاہ حیدر آباد کے مصاحب تھے۔ نواب محمد علی والاجاہ کے عہد میں جب عاصم خان

مدراس آئے تو نواب نے آپ کو لال پیٹ کے قریب سکراپور کی جاگیر عطا کی تھی۔ میر مبارک اللہ خان ۱۲۰۳ھ مطابق 1788ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا باقر آگاہ اور سید محمد خیرالدین خان فائق قابل ذکر ہیں۔ آپ کی وفات ۱۲۶۹ھ مطابق 1853ء میں ہوئی حضرت مخدوم ساوی دستگیر کے قبرستان میں آپ اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں۔

آپ نے فارسی میں "ساقی نامہ" اور "فراق نامہ" دو مثنویاں لکھیں۔

۵۵۔ مولانا غلام محی الدین شائق

آپ فرزند شاہ احمد ابو تراب ہیں۔ آپ ۱۲۰۲ھ مطابق 1787ء میں اودگیر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن بیدر تھا۔ بچپن میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ مدراس آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے دور کے جید علماء دین سے عربی اور فارسی کتابیں پڑھیں اور اپنے ماموں سید شاہ منصور قادری کے دست مبارک پر بیعت کی۔ نواب اعظم جاہ کے سرکاری مدرسہ میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔

آپ کو فارسی شاعری میں والا سے اور اردو شاعری میں اظفری سے تلمذ حاصل تھا۔ نظم اور نثر دونوں پر یکساں قادر تھے چار کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ

۲ روضۂ قدسیاں در احوال بندگان دین

۳ مثنوی ہندی مسمی بہ رشک بہشت

۵ دیوان فارسی و ہندی

۱۲۴۹ھ مطابق 1833ء میں واصل معبود ہوئے۔ مولوی واقف نے تاریخ رحلت لکھی۔

رفتہ ہیہات ہمدم جامی

۱۲۴۹ھ م 1833ء

۵۶۔ مولانا عبداللہ بخشی الملک

آپ فرزند مولوی غلام عبدالقادر (المتوفی ۱۲۲۸ھ مطابق 1813ء) بمقام میلاپور، مدراس ۱۲۰۵ھ مطابق 1790ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم مولوی محمد غوث شرف الملک، مولوی علاء الدین اور مولوی وجیہہ اللہ سے حاصل کی علم صرف و نحو پر بھرپور دستگاہ بھی رکھتے تھے۔ آپ مولوی محمد غوث شرف الملک کے داماد بھی تھے۔ نواب اعظم جاہ کے سرکاری کتب خانہ میں ۱۲۴۲ھ مطابق 1826ء سے ۱۲۴۵ھ مطابق 1829ء تک داروغہ تھے۔ اسی اثنا میں نواب اعظم جاہ نے انہیں امیر نواز کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور پھر میر بخشی فوج کی خدمت سونپ دی۔ سرکار والاجاہی نے آپ کی خدمات سے خوش ہو کر محتشم الدولہ کا خطاب بھی عطا کیا۔

آپ نے تین تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ کتاب اسماء الرجال الصحیح المسلم (عربی زبان میں)

۲ شرح اسماء سیدنا صلی اللہ وعلیہ وسلم (فارسی زبان میں)

۳ الدر الثمین فی الشرح اربعین للاسلام الندوی (فارسی زبان میں)

۱۲۶۷ھ مطابق 1850ء میں آپ راہی آخرت ہوئے منشی حبیب اللہ نے تاریخ وفات لکھی۔ آپ اپنے آبائی قبرستان مقبرہ مولوی احمد اللہ، میلاپور میں سپرد خاک ہوئے۔

رحمت خدا باد باد

۱۲۶۷ھ 1850ء

۵۷۔ مولانا عبداللہ نائطی

آپ کی سن ولادت معلوم نہ ہو سکی۔ آپ دربار والاجاہی سے وابستہ تھے نواب غلام غوث خان اعظم آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ علم حدیث پر آپ کی قابلیت مسلمہ تھی۔ علوم منطق، ہندسہ اور فقہ میں فرد کامل تھے۔ آپ اپنی علمی استعداد کی بدولت بے حد مشہور تھے۔ دنیاوی آرائشوں سے دور، ہمیشہ عبادت الہیٰ میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔

آپ ۲۶/ محرم ۱۲۶۷ھ مطابق 1850ء میں واصل بحق ہوئے۔

مولف تاریخ النوائط کا بیان ہے کہ نواب غلام غوث اعظم نے بنفس نفیس آپ کے جنازے کی نماز پڑھائی (78) ۔ اور میلاپور کی جامع مسجد میں مدفون ہوئے۔

آپ کی تین کتابوں نے بڑی شہرتیں پائیں جو حسب ذیل ہیں (79) ۔

۱ اسماء الرجال صحیح مسلم ۲ شرح اسماء مبارک سرور عالمؐ

۳ الدر الثمین فی شرح الاربعین النوری

۵۸۔ سلطان عبدالقادر گنڈی مستان

آپ رامناڈ ضلع میں تنڈی کے مضافات میں بستی کن موڈی میں ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں پیدا ہوئے (80) ۔ آپ حسینی نسب تھے اور تمل کے مشہور ادیب منانور الدین کے پر پوتے تھے ۔ سولہ سال کی عمر میں آپ کیلا کرئی پہنچ کر صدق اللہ اپا کے خاندان کے مشہور بزرگ تیکا ولی اللہ سے "مدرسۂ تیکا" میں اکتساب علم کیا ۔ آپ نے بچپن ہی سے صوفیانہ طبیعت پائی تھی ۔ خلوت پسند تھے اکثر کسی نہ کسی پہاڑوں کی وادیوں مشغول عبادت رہتے تھے ۔ ہمیشہ مجذوبی کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی ۔ ہوش کے عالم میں آپ نے اچانک ایک دن مدراس کا رخ کیا اور مدراس آنے کے بعد نواب والاجاہ سے آپ کو ملاقات کا موقع ملا تو نواب والاجاہ نے آپ سے مل کر نہ صرف اپ کی قدر کی بلکہ آپ کو احاطۂ رائی پورم میں جاگیر بھی عطا کی ۔ پھر آپ ہمیشہ کے لیے مدراس کے ہو رہے ۔

آپ نے چار مصرعوں پر مشتمل بہت ساری نظمیں تمل زبان میں لکھی ان نظموں میں نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں زیادہ نظمیں ملتی ہیں ۔ آپ کے قصائد کی تعریف ڈاکٹر مولانا افضل العلماء شعیب عالم نے بڑے اچھے لفظوں میں کی ہے ۔ (81)

آخری عمر تک آپ نے شادی نہیں کی ۔ زندگی کی ہر سانس ذکر الٰہی میں گذار دی ۔

تمل زبان کے مشہور محقق یم آریم عبدالرحیم نے آپ کا سن وفات ۱۲۴۵ھ مطابق 1829ء لکھا ہے (82) ۔ جب کہ مولانا شعیب عالم نے اپنی کتاب میں ۱۲۶۳ھ مطابق 1846ء بتائی ہے ۔ پتہ نہیں چلتا کہ کونسا سن صحیح ہے ۔

آپ کی وفات کے بعد نواب والاجاہ کی عطا کردہ جاگیر رائی پورم مدراس میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔

آپ کی نظموں کا مجموعہ ایک ہندو معتقد" اروناچلم مولیار " نے اپنے صرف خاص (Itta Sarthi) پریس مدراس سے 1921ء میں شائع کیا تھا۔ یہ مجموعہ تین سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔

پروفیسر حسرت سہروردی کا بیان ہے کہ مستان نے اپنی شاعری کے ذریعہ عالمگیر اخوت اور انسانیت کا پیام دیا ہے۔

مستان کی شاعری کے غائر مطالعہ سے اتنا ضرور احساس ہوتا ہے کہ نظیر اکبرآبادی نے معاشرہ کی اصلاح اور معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لوگوں کی زندگی کی ترجمانی کرتے ہوئے جو نظمیں لکھیں تھیں اسی طرح کی بے شمار نظمیں مستان نے بھی اپنے معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے لکھیں تھیں۔ جو آج بھی زبان زدہ خاص و عام ہیں۔

۵۹۔ مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری لقوی ویلوری

آپ کا لقب محی الدین اور آپ قطب ویلوؒر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد محترم مولانا سید شاہ ابوالحسن محوی قادری ویلوری (المتوفی ۱۲۴۳ھ مطابق 1827ء ہیں۔ حضرت قطب ویلور ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں بمقام ویلور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا اور اپنے خاندانی مدرسہ (لطیفیہ) میں اپنے مختلف اساتذہ کرام سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۲۴ھ مطابق 1809ء میں آپ نے اعلی تعلیم کی تکمیل کے لیے شہر مدراس کا رخ کیا اور وہاں مولانا علاؤالدین احمد (داماد بحرالعلوم) اور مولانا محمد حسین اور مدرسہ کلاں کے باکمال اساتذہ سے حدیث شریف، تفسیر منطق اور فقہ وغیرہ علوم میں کامل قدرت حاصل کی۔ حضرت قطب ویلور نے قیام مدراس کے دوران انگریزی زبان بھی سیکھی اور عیسائیوں کے کتب کا بھی غائر مطالعہ فرمایا اور ان کی کتابوں میں سے تین سو اغلاط کی نشاندہی کی جسے دیکھ کر عیسائی اور مسلمان اہل علم آپ کے تبحر علمی کے معترف ہوگئے۔ علاوہ ازیں آپ نے حساب، ہیئت اور فلکیات میں بھی کافی دسترس حاصل کی۔ تقریباً آٹھ سال تک مدراس میں آپ کا قیام رہا۔ اس قیام کے دوران آپ نے انگریزی زبان میں Queen Victoria کے نام ایک خط بھجوایا جس میں دعوت قبول اسلام دی گئی تھی۔

آپ نے مدراس سے واپسی کے بعد اپنے والد حضرت محوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ایک سو ننانوے (۱۹۹) سلسلوں میں اجازت و خلافت بھی حاصل کی۔ حضرت محوی کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے والد کے مشن کو بہت آگے بڑھایا۔ مدرسہ خانقاہ اور کتب خانے وغیرہ کی از سرنو ترتیب دی۔ آپ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ کی خوشبو اس طرح پھیلی کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ آپ کی اس مقبولیت کو دیکھ کر بعض حاسدین نے انگریزی حکومت کو ورغلایا کہ آپ حکومت کے خلاف مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دے رہے ہیں۔ حکومت نے آپ پر مقدمہ دائر کیا اور آپ کو نظر بند کر کے چتور کی جیل میں رکھا مگر کچھ ہی مدت بعد آپ سے وہ کرامتیں صادر ہوئیں کہ جیل کے Suprintendent اور دوسرے عہدے دار آپ کے معتقد ہو کر افسران بالا کو آپ کی رہائی کی سفارش کی جس کے سبب آپ تمام الزامات سے باعزت بری کر دیئے گئے آپ نے کسی کے خلاف انتقامی کاروائی نہیں کی اور اپنے مخالفین کو معاف کر دیا۔ آپ ۱۲۶۵ھ مطابق 1848ء میں حجاز تشریف لے گئے جہاں تین سال تک آپ کا قیام رہا اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں واپس ویلور لوٹ آئے۔ آپ نے دوبارہ ۱۲۸۸ھ مطابق 1871ء میں عازم حج بیت اللہ ہوئے اور حج زیارت کی فراغت کے بعد آپ کا وصال ۱۲۸۹ھ مطابق 1872ء میں ۱۱/ محرم بروز پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ ہوا۔ آپ کی تاریخ وفات کا مادہ "بجھا ہے چراغ ہند۔" ہے۔ آپ نے تصوف میں اصلاح معاشرہ میں کئی اہم۔ کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی اہل علم کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

مولانا مولوی بشیر الحق قریشی نے اپنی تالیف "قطب ویلور" میں حسب ذیل کتابوں کی فہرست درج کی ہے۔

۱۔ ترجمہ اثناء عشریہ۔ قطب ویلور نے سلطان روم کی خواہش پر اثناء عشریہ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا

۲۔ صراط المستقیم۔ اس کتاب میں ایمان کی بحث کو دلائل عقلیہ سے مدلل کیا ہے

۳۔ رسالہ الف مقام۔ یہ کتاب فردوس حجاز طائف کی یادگار ہے۔

۴۔ فصل الخطاب بین الخطاء والصواب۔ یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے طریقئے اعتدال کے بیان سے متعلق ہے۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء

۵۔ جواہر الحقائق یہ کتاب علمی حقائق و دقائق اور عارفانہ اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔

۶ ۔ غایۃ التحقیق ۔ قطب ویلور نے غایۃ التحقیق کے نام سے مولانا ٹیپو حسین کے اشکالات و استفسارات کا جواب لکھا جو ۱۲۸۰ھ میں مطبع مظہر العجائب سے شائع ہوا۔

۷ ۔ جواہر السلوک ۔ آپ نے اس کتاب میں صوفیانہ احوال کوائف کی مفید و جامع تشریح کی ہے جو چالیس فوائد پر مشتمل ہے مطبوعہ ۱۲۸۱ھ مظہر العجائب پریس مدراس۔

۸ ۔ خلاصۃ العلوم ۔ مطبوعہ ۱۳۰۸ھ ۹ ۔ شفاعت بالاذن مطبوعہ ۱۲۷۳ھ کلکتہ

۱۰ ۔ احیاء السنۃ مطبوعہ ۱۲۶۹ھ ۱۱ ۔ احیاء التوحید

۱۲ ۔ تنبیہ الجاہلین رسالہ فطرہ فتوی آثار شریف

بہر حال آپ کی علمی اور روحانی شخصیت اہل ذوق کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ کی دینی خدمات بالخصوص بدعت و خرافات کے خلاف آپ کی قلمی جنگیں ناقابل فراموش ہیں۔

۶۰۔ خان عالم خان بہادر فاروق

آپ فرزند محمد جان عالم خان فاروق ، بمقام مدراس ۱۲۰۷ھ مطابق 1792ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو اور ترکی کی تعلیم مرزا علی بخت اظفری سے حاصل کی اور اردو شاعری میں غلام اصغرالدین خان بہادر جنگ نامی سے شرف تلمذ حاصل کیا ۔ ۱۲۴۵ھ مطابق 1829ء میں مولانا محمد علی رام پوری کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ آپ نے اردو میں دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے ایک رسالہ مولانا محمد علی رامپوری کی تائید میں ترتیب دیا جس میں حدیثوں کے علاوہ ائمہ کے اقوال یکجا کیے گئے تھے جس کا حوالہ حدیقۃ المرام کے مصنف مہدی واصف نے پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ جامع الاخبار سے شائع ہوا ۔ اس رسالہ کے بعد فاروق نے ایک کتاب قاضی بدرالدین کی تصنیف "گلزار ہدایت" کی رد میں تحریر کی ۔ یہ کتاب بھی مطبع جامع الاخبار سے ۱۲۶۴ھ مطابق 1847ء میں شائع ہوئی اور اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ مطابق 1884ء میں بنگلور سے چھپا تھا(83) ۔

۱۲۷۱ھ مطابق 1854ء میں فاروق صاحب کا انتقال ہوا۔

۶۱۔ مولانا حاجی عبدالوہاب مالکی

آپ فرزند مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر تھے۔ آپ ۵ / جمادی الاول ۱۲۰۸ھ مطابق 1793ء بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ علم حدیث میں اپنے دور کے جید علماء سے ملکہ حاصل کیا۔ والاجاہی سرکار نے آپ کی علمی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو مدار المہامی کی خدمت عطا کی۔ ایام ملازمت کے دوران آپ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے (84)۔

آپ نہایت شریف، نیک دل اور منکسر المزاج شخص تھے آپ نے زندگی کا ہر لمحہ یاد الہیٰ کے ساتھ ساتھ تصنیفی کاموں میں گزار دیا۔ آپ نے بڑی عمدہ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔ (85)۔

۱ اکمل الوسائل فی رجال الشمائل للترمذی
۲ کوکب البدریہ منتخب احادیث مجالستہ الدینوریہ
۳ رسالہ فی علم الجغرافیہ
۴ کشف اطوال عن نقد الرجال در اسماء ضعفاء
۵ بدر الغزرہ فی اسماء القراء العشرہ
۶ نہایتہ المسئول فی مناقب ریحانتہ الرسول
۷ خلاصتہ البیان شرح عقائد جامی
۸ کاشف الرموزات ۹ ترجمہ درود شمائل

۶۲۔ مولوی منشی شمس الدین احمد

فورٹ سینٹ جارج کالج (86) کی عہد آفرین اور ناقابل فراموش شخصیتوں میں مولوی منشی شمس الدین احمد کا نام اور کام ہمیشہ سرفہرست رہے گا۔ آپ فرزند مولوی عبدالرحیم بمقام شہادت بندر کولم شریف (جہاں صحابی رسولؐ حضرت تمیم انصاریؓ کا مزار مبارک ہے جو بھی زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے) ۱۲۰۹ھ مطابق 1794ء میں پیدا ہوئے۔ یہ مقام کافور کے حملے سے بہت برسوں پہلے ہی دینی علوم کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ جس کا ثبوت یہاں کی قدیم

مساجد اور ساحلی علاقوں میں آباد عرب تجار سے ملتا ہے۔ منشی شمس الدین احمد نے اپنے دور کے علماء سے عربی فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ انگریزی زبان پر بھی مہارت حاصل کی اور فورٹ سینٹ جارج کالج سے وابستہ ہوگئے اور اسی اثنا میں انہوں نے "الف لیلیٰ" (87) کا ترجمہ عربی سے اردو زبان بنام "حکایات الجلیلہ" کیا ہے اور اس ترجمہ کی پہلی جلد ۱۲۵۲ھ مطابق 1836ء میں مظہر العجائب پریس مدراس سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسے فورٹ سینٹ جارج کالج کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ اس داستان کی اشاعت کے بعد مختلف زبانوں میں بھی اس کے تراجم شائع ہوئے۔ لیکن یہ ترجمہ اپنی زبان و بیان کی پاکیزگی اور کشش و جاذبیت کے اعتبار سے اپنی الگ پہچان رکھتا تھا۔ گویا یہ ترجمہ نہیں تھا بلکہ اس پر تخلیق کا گمان ہوتا تھا۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دو سو راتوں کی حکایتوں کا ترجمہ موجود ہے اور جس کی اولیت کا سہرا یقیناً مولوی منشی شمس الدین احمد کے سر جاتا ہے۔

آپ مولوی احمد علی دہلوی مصنف "چشمۂ فیض" اردو صرف و نحو رسالہ مطبوعہ ۱۲۶۱ھ مطابق 1845ء، مولوی امام بخش صہبائی (مترجم حدائق البلاغت مطبوعہ ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء) اور محمد حسین آزاد مصنف "جامع القواعد" کے ہم عصر تھے۔ اس زمانے میں بہت سارے لغات اور اہم ترین کتب شائع ہوئے۔ اس عہد کو تصنیفات اور تالیفات کا سنہرا دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اردو ہندی الفاظ کی تحقیقی لغت بھی اسی دور کی دین ہے۔ مولوی محمد مہدی واصف کے کئی تصانیف اور کئی لغات اس کالج کے اشاعتی گھر سے شائع ہوئے۔

۶۳۔ امام العلماء قاضی بدرالدولہ

محمد صبغت اللہ قاضی بدرالدولہ بمقام مدراس ۵ / محرم ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۱ / جولائی 1796ء کو پیدا ہوئے (88) آپ کا نام کا مادہ تاریخ "درخشان بھی" ہے۔ مادہ تاریخ کے مطابق قاضی بدرالدولہ جنوب کے علم و ادب کا منبع نور ثابت ہوئے جس کی کرنوں سے آج بھی تامل ناڈو کی سرزمین منور ہے۔

بچپن ہی میں آپ کی والدہ داغ مفارقت دے گئیں اور والد بزرگوار مولوی محمد غوث

الملک بہادر ملازمت کی تلاش میں حیدر آباد چلے گئے تھے۔ آپ کی پرورش آپ کی دادی ماں نے کی حافظ حبیب اللہ سے آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کیا۔ مولانا عبد العلی بحر العلوم سے میزان الصرف کا تبرکاً درس لیا اور مولانا مولوی جعفر حسین سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھیں۔ مولوی علاؤالدین احمد سے فلسفہ و کلام، اصول فقہ اور منطق کی تعلیم پائی۔ اپنے والد ماجد سے علوم عقلیہ ونقلیہ اور فن طب میں مہارت حاصل کی۔ ۴ / ربیع الاول ۱۲۵۶ھ مطابق 1840ء کی شب عبد الغفار شاہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء میں حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔

آپ کے والد کی وفات کے بعد آپ نے نواب اعظم الدولہ کی ملازمت اختیار کی۔ اعظم الدولہ نے آپ کو "قاضی القضاۃ" کا منصب جلیل عطا کیا اور ۱۲۶۰ھ مطابق 1844ء میں امام العلماء کے خطاب سے بھی نوازا۔ آپ ۱۲۷۳ھ مطابق 1856ء تک اسی عہدے پر فائز تھے۔ آپ ۱۲۳۹ھ مطابق 1823ء سے ۱۲۷۸ھ مطابق 1856ء تک پورے چونتیس سال تک خدمات قضاوت پر معمور رہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر وقت تعلیم و تدریس میں صرف کیا۔

آپ کی مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایسا لگتا ہے کہ آپ کا علمی اور معلوماتی دائرہ اپنے اندر ایک سمندر لیے ہوئے ہے بالخصوص حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آپ کی صلاحیتوں کے جوہر بہت نمایاں اور روشن نظر آتے ہیں۔

آپ اپنی نثری خدمات کی وجہ سے جنوب کی ادبی تاریخ میں آگاہ کے بعد ایک بہت ہی اونچے مقام کے حامل ہیں۔ جہاں مولانا باقر آگاہ نے نظم کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا وہیں قاضی بدر الدولہ نے اپنے اثاثۂ ادراک و فہم کو اردو نثر سے پروان چڑھایا۔

۱۱۸۳ھ مطابق 1769ء میں جب شمالی ہند کے شعراء کی غزلوں اور مثنویوں میں حسن و عشق کی داستانیں بیان ہو رہی تھیں تو جنوب میں خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ مولانا باقر آگاہ ویلوری اور قاضی بدر الدولہ نے اپنی منظوم و منثور تصنیف کے ذریعے سے سیرت نگاری، سوانح نگاری اور مختلف علوم و فنون کو رواج دیا۔ جب کہ شمالی ہند میں حضرت شاہ رفیع الدین، حضرت شاہ عبد القادر نے قرآن مجید کے اردو تراجم کے بارے میں جواز و عدم جواز کی بحثیں ہو رہی تھیں تو قاضی بدر الدولہ نے قرآن مجید کی ایک مبسوط تفسیر "فیض الکریم" کے نام سے بہ زبان اردو لکھی

اتنی بسیط تفسیر شاید دوسری زبان میں موجود نہ ہو۔ اسی طرح مناسک حج کے تعلق سے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب قاضی بدرالدولہ نے لکھی جس میں حج کے تمام مسائل کا احاطہ کیا اور اسکی نظیر آج بھی عربی، فارسی ادب میں بھی نہیں ملتی۔

الغرض قاضی بدرالدولہ کی چودہ اردو کتابوں میں "ریاض النسواں" اور "فوائد بدریہ" کتابیں عوام میں کافی مقبول اور مشہور ہوئیں۔ "ریاض النسواں" میں قاضی بدرالدولہ نے مسائل فقہ شافعی کو عورتوں کے مزاج کے مطابق ان کے اندر پائے جانے والے بدعت و خرافات کی نشاندہی کرتے ہوئے آسان اردو میں ترجمہ کیا جس سے عوام الناس کا بہت فائدہ ہوا اسی طرح "فوائد بدریہ" میں حضور اکرمؐ کی ولادت سے پردہ فرمانے تک کا بیان اور آپؐ کے معجزات، سیرت اور صورت مبارکہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب بھی سارے جنوب میں آپ کی مقبولیت کا باعث بنی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

آپ کی وفات بمقام مدراس بتاریخ ۲۵ / محرم ۱۲۸۰ھ مطابق 1863ء ہوئی اور مسجد والاجاہ کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے انیس کتابیں عربی میں اور چوبیس کتابیں فارسی میں اور چودہ کتابیں اردو میں تصنیف کیں۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

عربی تصانیف:

۱ مکاتیب عربی (یہ ۱۱۴ خطوط کا مجموعہ ہے)
۲ رسالۃ تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ
۳ الطارق فی رد المارق
۴ ازالۃ الصمہ فی اختلاف الامہ
۵ قفاء العین لمن ابدع بالشین
۶ رسالہ فی صوم ستہ شوال
۷ رسالہ فی تعلیم النساء
۸ رسالہ فی تعیین صداق فاطمۃ الزہرا
۹ عمدۃ الرائض فی فن الفرائض
۱۰ نوار العین فی فن الفرائض

۱۱ الاربعین فی معجزات سید المرسلینؐ

۱۲ رشق السھام الی من ضعف کل مسکر حرام

۱۳ رسالہ فی اثبات کفر ہمنت رائے

۱۴ رسالہ فی تحریم الخضاب

[redacted] رسالہ فی تحریم المتعہ

۱۶ رسالہ اعراب الرب فی اللھم رب ھذہ الدعوہ

۱۷ رسالہ صغریٰ السیر و المناقب

۱۸ رسالہ کبریٰ فی السیر و المناقب

[redacted] منھاج الرشاد شرح زواجر الارشاد

۲۰ المطالع البدریہ شرح الکواکب الدریہ

۲۱ فہرست احادیث معجم الصغیر

۲۲ حواشی الصحیح المسلم

۲۳ حواشی کتاب المنتقی

۲۴ ذیل علی القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد

۲۵ ھدایت السالک لموطا امام مالک

۲۶ شرح حاشیہ شرح مواقف

۲۷ غنیۃ الحساب

۲۸ حکایات لقمان

۲۹ الثبت فی اسانید الاحادیث

---فارسی تصانیف---

۱۔ نور الابصار فی سیر سید الابرار

۲۔ داستان غم

۳۔ ترجمہ شصت و یک حدیث

۴۔ رسالہ در رد ارتضا علی خان

[redacted]۔ رد فتوی مولوی ارتضا علی خان در تلویث مساجد

۶۔ تنبیہ الاغبیاء فی حیات الانبیاء

۷۔ تحفۂ اعظمیہ

۸۔ رسالہ در رؤیت ہلال

۹۔ رسالہ در جواز گفتن انا مومن انشاء اللہ

۱۰۔ رسالہ در تحریم لہو

۱۱۔ رسالہ شروط اقتدا

۱۲۔ اعظم الامر فی صلوۃ الفجر

۱۳۔ منہج الصواب فی حکم الغراب

۱۴۔ فیصلنامجات

۱۵۔ روزنامچہ سفر حرمین شریفین

۱۶۔ خلاصۂ یمین المصادر

۱۷۔ رسالہ شق القمر

۱۸۔ ارشاد الضال الی صوم ستہ شوال

۱۹۔ فتاوی صبغیہ

۲۰۔ کتاب فقہ شافعی

۲۱۔ مجموعہ عملیات

۲۲۔ رسالہ در حلیت نان فرنگی

۲۳۔ سراج التواریخ

۲۴۔ جامع الاشیاء

----ہندی تصانیف----

۱۔ ریاض النسوان

۲۔ فوائد بدریہ

۳۔ ہشت گلزار فی مناقب رفیق الغار

۴۔ نثر الجواہر فی مناقب السید عبد القادر

۵۔ سیف المسلمین لہدایت الکافرین

۶۔ رسالہ بیان میں سوالات گذون عیسوی اور جوابات محمد ہادی

۷۔ خزانہ معدلت

۸۔ گلزار ہدایت

۹۔ رسالہ در بیان احکام عدت وفات

۱۰۔ توشۂ فلاح ترجمہ مناسک الایضاح

۱۱۔ قوت الارواح شرح توشہ فلاح

۱۲۔ ترجمہ حصن حصین

۱۳۔ تفسیر فیض الکریم

۱۴۔ فہرست النجوم

۶۴۔ سید محمد حسین تمنا ترپاتوری

آپ فرزند سید امام بمقام ترپاتور ۱۲۱۳ھ مطابق 1798ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد مدراس آئے اور مولوی ارتضا علی خان خوشنود سے عربی کتابیں پڑھیں اور بہت جلد اس زبان پر درک حاصل کیا۔ ۱۲۳۹ھ مطابق 1823ء میں مدرسۂ اعظم میں بحیثیت مدرس آپکا تقرر عمل میں آیا۔

زندگی بھر تاریخ والاجاہی کے کام میں مصروف رہے اور حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں۔

۱ شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستان

۲ بدیع الصرف

۳ بدیع الانشاء

۴ رسالۂ زیارت مصطفیٰ

۱۲۷۷ھ مطابق 1860ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

۶۵۔ مفتی محمد تاج الدین خان بہجت

محمد تاج الدین خان بہجت فرزند غیاث الدین خان ۱۲۱۴ھ مطابق 1799ء بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ مولوی تراب علی نامی، مولوی حسن علی ماہلی سے عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۹۸ھ مطابق 1832ء میں حکومت برطانیہ نے آپ کو چنگل پیٹ اور پالم کوٹہ کا مفتی مقرر کیا تھا۔ زندگی بھر افتا کی خدمت انجام دیتے رہے۔ محمد منور گوہر حسین گوہر مصنف "سخنوران بلند فکر" کا بیان ہے کہ آپ کو فارسی زبان پر ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں "اظہر الصلاح" اردو کتاب بے حد مشہور ہوئی اور یہ کتاب جماعت وہابیہ کے رد میں لکھی گئی ہے (89)

اور ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں مطبع العجائب مدراس سے چھپی ہے۔

آپ کی ایک اور اردو کتاب "مرصاد المشاقین" جو فارسی کا ترجمہ ہے یہ بھی ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں مظہر العجائب پریس سے شائع ہوئی ہے۔

سید مرتضیٰ بینش مولف تذکرہ "اشارات بینش" کا بیان ہے کہ بہجت کی فکری اور ہندی شاعری کی پرواز بہت بلند تھی۔ بیک وقت دونوں زبانوں پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ تاریخ گوئی میں بھی بہترین صلاحیت تھی۔

ڈاکٹر افضل الدین اقبال لکھتے ہیں کہ بہجت کی اردو غزلوں میں روانی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے اور ان کی زبان اپنے ہم عصر شعراء کے مقابلے میں زیادہ فصیح اور جدید محسوس ہوتی ہے۔ بہجت کا انتقال ۱۲۷۱ھ مطابق 1854ء میں بمقام ترونلویلی ہوا۔ آپ کی حسب ذیل کتابیں کتب خانۂ اہل اسلام، مدراس میں موجود ہیں۔

۱۔ رسالۂ فن صرف ۲۔ تاج القواعد (فارسی صرف نحو) ۳۔ شرح مسلم
۴۔ مجمع البحرین (فن عروض وقافیہ) ۵۔ چمنستان (شرح گلستان سعدی)

۶۶۔ قاضی مفتی سید تاج الدین تاج

آپ کے آباواجداد علاؤالدین خلجی کی فوج کے ہمراہ مدورا آئے تھے۔ آپ کے والد ماجد مولوی سید محمد تاج الدین بہجت کے ہمعصر اپنے دور کے علمائے اکابر میں تھے۔ اپنی آخری

سانسوں تک علم دین کی روشنی دور دور تک پھیلانے میں مصروف تھے۔ تاج الدین تاج بیک وقت کئی زبانوں کے ماہر تھے۔ جہاں عربی اور فارسی نثر نگاری میں ان کا اپنا ہمسر نہ تھا وہاں اردو اور ٹمل زبان میں بھی ان کے پایہ کا کوئی ادیب خال خال ہی نظر آتا تھا۔ ہر طرف ان کی بہترین صلاحیتوں کے سکہ جاری تھا۔

مفتی صاحب نے ان چاروں زبانوں میں حسب ذیل کتابیں دی ہیں۔ بعض کتابیں احقر نے کتب خانۂ اہل اسلام اور Manuscript Oriental Library میں دیکھی ہیں

تاج نامہ	نہر الہدیٰ
عقائد (ہندی میں)	بحر الہدیٰ فی شرح قطر الندیٰ
انیس الابصار (ٹمل زبان میں)	شرح قصیدہ بردہ
میزان	شرح منار
اوزان	شرح بانت سعاد
رشح الہدیٰ	
کشف الکافیہ	شرح گلستان
قصیدہ عربی	شرح محبت نامہ
اخوت نامہ	علم النجوم
داؤد نامہ	علم الابدان
سلیمان و بلقیس	ترجمۂ قصیدہ حسانؓ
عبرت الابصار	زبدۃ المنار
نخلستان تاج	اتزانی

آپ کا انتقال ۱۲۷۴ھ مطابق 1857ء میں ہوا۔

۶۷۔ منشی غلام احمد احمدی

آپ اسد الدین خان بہادر اسد کے فرزند تھے۔ آپ کے دادا محمد علاؤ الدین میلاپور مدراس کے علماء کبار میں سے تھے۔ برسوں تک میلاپور کی مسجد میں منصب خطابت پر مامور رہے

غلام احمد احمدی بمقام میلاپور، مدراس ۱۲۱۵ھ مطابق 1800ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ سنہری دور تھا جب کہ میلاپور اپنی علمی و ادبی خدمات کے لیے مشہور و معروف تھا اور بہت سارے علمائے دین کا مرکز بنا ہوا تھا۔ احمدی نے ایسے مبارک ماحول میں سانس لی تھی جہاں ہر طرف فارسی و عربی کی تابندہ کرنیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ابتدائی تعلیم مولوی میر قطب الحسینی اور مولوی میراں محی الدین واقف سے حاصل کی بچپن ہی سے شعر و شاعری کی طرف طبیعت مائل تھی۔ نواب اعظم جاہ کی شادی ۱۲۳۲ھ مطابق 1816ء کے موقع پر چند ہی لمحوں میں بہترین نظم تہنیت لکھی اور اپنے اعلیٰ علمی ذوق اور بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے والد ماجد کے حلقۂ ارباب فکر و فن میں بے حد مشہور ہوگئے۔ احمدی نے اپنی روشن ذہانت و فطانت کی وجہ سے مشاعرہ اعظم ۱۲۶۲ھ مطابق 1845ء میں بھی نمایاں جگہ پیدا کرلی تھی۔ ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء میں نواب غوث خان اعظم کی موت پر ایک طویل مرثیہ لکھا۔

داد نواب جاں بدست حکیم من نگفتم تمام عالم گفت
ہاتفم سال رحلت مظلوم از سرِ آہ مرگ اعظم گفت
۱ + ۱۲۸۱ = ۱۲۸۲

اس طویل مرثیہ سے بھی احمدی کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ ۱۲۶۶ھ مطابق 1849ء میں احمدی نے اردو میں ایک طویل مخمس "آشوب روزگار" لکھی جس کا ہر بند آپ کی بلندی فکر اور پاکیزہ جذبات کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے ۲۸/ ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق 6 / فروری 1874ء میں بمقام میلاپور وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں گلزار احمدی مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطابق 1843ء گلدستۂ احمدی مطبوعہ ۱۲۷۴ھ مطابق 1859ء اور گلزار شہیداں مطبوعہ ۱۲۷۴ھ مطابق 1857ء بے حد مشہور ہیں۔

آپ نے ابوطیب خان والا کی فارسی مثنوی "بحر غم" کا ترجمہ "غم خامہ" اردو میں کیا جس کا ایک کرم خوردہ نسخہ احقر نے کتب خانۂ اہل اسلام والاجاہ روڈ مدراس میں تیس سال پہلے دیکھا تھا آج نہ جانے اس پر کیا اثر ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

۶۸۔ مولوی محمد مہدی واصف

مہدی واصف ۱۲۱۷ھ مطابق 1802ء میں بمقام مدراس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم

اپنے والد ماجد عارف الدین خان رونق (المتوفی ۱۲۷۱ھ مطابق 1854) سے حاصل کی فارسی و عربی کی کتابیں اپنے دور کے جید علماء قاضی بدر الدولہ مفتی عبد الرحمان کڈپوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ مطابق 1880ء شیخ معین الدین سید عبد القادر حسینی المتوفی ۱۲۸۱ھ مطابق 1864ء اور مولوی عبد الوہاب سے پڑھیں اور انھیں علماء کے پاس فقہ، حدیث اور منطق کے علوم سیکھے (90) آپ کو مقامی زبانوں، اردو، فارسی اور انگریزی کے علاوہ ترکی، تمل، تلگو، مراٹھی اور سنسکرت زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے بہت سی کتابوں کے تراجم پیش کیے۔ زندگی کا بہت زیادہ حصہ سفر میں گزرا۔ ۱۲۶۶ھ مطابق 1850ء میں مسلسل سفر کے بعد مدراس آئے اور نواب غوث خان اعظم کی ملازمت اختیار کی آپ اس ملازمت سے پہلے فورٹ سینٹ کالج میں ۱۲۳۴ھ سے ۱۲۵۰ھ تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ اس دور میں آپ نے چند کتابیں "حکایات دل پسند"، "لطائف عجیبہ" اور "حکایات نادرہ" ترتیب دیں جو کالج کے نصاب میں شامل تھیں (91) ۔ آپ قطبِ نگر ترچناپلی کے مشہور صوفی حضرت مولوی سید جام عالم واعظ نقش بندی کے دست مبارک پر بیعت سے بھی مشرف ہوئے اور آگے چل کر خلافت بھی حاصل کی یہ یقیناً اپنے مرشد کامل کا فیضان نظر ہے کہ مہدی واصف عربی اور اردو علم و ادب میں آج بھی زندہ جاوید ہیں۔ نواب غلام غوث خان اعظم کے انتقال ۱۲۷۲ھ مطابق 1855ء کے بعد حیدرآباد گئے اور مدرسۂ دار العلوم میں استاد مقرر ہوئے اور وہیں اٹھارہ سال گزارنے کے بعد ۱۲۹۰ھ / 1873ء میں اس سفر پر روانہ ہوئے جس سفر سے کوئی واپس نہیں آتا۔ آپ کی وفات سے علمی و ادبی دنیا میں جو خلاء پیدا ہوا تھا وہ کبھی بھی پر نہیں ہو سکے گا۔ آپ کے فرزند والا نے آپ کی تاریخ وفات لکھی "آج واصف داخل جنت ہوئے" (۱۲۹۰ھ / 1893ء)

آپ کی کئی کتابیں مختلف زبانوں میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ فارسی زبان میں آپ کا تذکرہ "معدن الجواہر" (مطبوعہ ۱۲۶۰ھ / 1844ء) اور عربی زبان میں تذکرہ "حدیقۃ المرام" (مطبوعہ ۱۲۷۹ھ / 1862ء)(92) کی وجہ سے مدراس کو آفاق گیر شہرتیں حاصل ہوئی ہیں۔ لغات نویسی میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں(93) اس لغات کی اشاعت کے بعد آپ کی سنسکرت اردو الفاظ پر مشتمل ایک ضخیم لغت "دلیل ساطع" اور فارسی اردو لغت "مناظر اللغات" ۱۲۷۰ھ / 1853ء میں شائع ہوئی۔ یہ ع تینوں لغات اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی

الحادیث و اہمیت کی حامل ہیں جو آج نایاب ہیں (94) ۔

واصف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "تکمیل الایمان" کا ترجمہ بھی بنام "خلاصۃ الایمان" ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں پیش کیا ہے جو نظام المطابع ویلور مدراس سے شائع ہوا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ مہدی واصف کی حسب ذیل کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

۱۔ ترجمہ کیمیائے سعادت   امام غزالی کی مشہور کتاب کیمیائے سعادت کا ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۷۰ھ / 1853ء مدراس

۲۔ رسالہ اخلاق النبی کریمؐ   امام غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم کے ایک باب کا اردو ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۷۰ھ / 1853ء مدراس

۳۔ رسالہ تعبیر خواب   امام بخاری کی کتاب "التعبیر کا اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۲۷۳ھ / 1856

۴۔ منھاج العابدین   امام غزالی کی کتاب "احیاء العلوم کے سات ابواب کا اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۲۷۵ھ مدراس / 1858ء مدراس

۵۔ ترجمہ جلالین   علامہ جلال الدین محمد شافعی اور شیخ جلال الدین سیوطی کی تفسیر کا اردو ترجمہ ہے مطبوعہ ۱۲۷۸ھ / 1861ء مدراس

۶۔ فصل الخطاب   اس کتاب میں مہدی واصف کی انشا پردازی کے جوہر نمایاں ہیں مطبوعہ ۱۲۷۸ھ / 1861ء

۷۔ انیس الذاکرین   پیغمبروں کے واقعات پر مشتمل یہ کتاب ۱۲۷۸ھ / 1861ء میں مطبع "مظہر العجائب" مدراس سے شائع ہوئی۔

۸۔ انسان کامل   اس کتاب میں معرفت الٰہی کا ذکر اور حقیقت محمدی کی وضاحتیں موجود ہیں مطبوعہ ۱۲۷۹ھ / 1862ء مدراس

۹۔ رقعات واصف۔ یہ آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے جس میں آپ کی انشا پردازی کے جواہر کھل کر قاری کی چشم بصیرت کو چکاچوند کر دیتے ہیں۔ راہی فدائی کی اطلاع کے مطابق اس کا ایک نسخہ جامعہ العلوم الثناسیہ کڈپہ کے کتب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ مہدی واصف کی اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو اسلامی ادب اور علمی و ادبی دنیا میں ایک تاریخ ساز کارنامے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جسے کوئی بھی مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا آپ کو اردو فارسی شاعری پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔ فارسی شاعری میں اپنا تخلص

واصف اور اردو شاعری میں مسکین اختیار کیا آپ کا اردو دیوان "دیوان مسکین" کے نام سے مطبع محمدی مدراس سے ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں اور فارسی دیوان ۱۲۶۸ھ / 1857ء میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام "روضۂ رضوان" بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

آپ کی شاعری میں عربی اور فارسی کے شاندار الفاظ، دقیق استعارات، پیچیدہ تمثیلیں اور نادر تشبیہات کا مجموعہ ہے۔ بظاہر کلام میں حسن ضرور ہے مگر تاثیر سے خالی ہے۔ تاریخ گوئی پر بھی آپ کو خاص مہارت تھی۔ ادق اور مشکل فارسی الفاظ کی وجہ سے اکثر اشعار طبیعت پر گراں گزرتے ہیں۔

۶۹۔ مولوی سید محمد حبیب اللہ

آپ فرزند سید قاسم نواز خان بمقام مدراس ۱۲۱۷ھ / 1802ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالرزاق، قاضی بدرالدولہ اور منعم نواز خان سے عربی اور فارسی کی ابتدائی اور اعلی تعلیم حاصل کی۔ مرزا بزرگ کی سرپرستی میں صنف انشائیہ پر خاص توجہ دی اور انشا پردازی میں خوب نام پیدا کیا۔ مصنف تاریخ احمدی سے فن خطاطی بھی سیکھی۔

۱۲۵۴ھ / 1838ء میں والاجاہی حکومت کی طرف سے ۱۲۶۵ھ / 1848ء میں پہلے نائب مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں مولوی عبدالوہاب مدارالامراء کے ہمراہ حج بیت اللہ گئے۔

آپ اپنے دور کے واحد اور بے نظیر خطاط کہلائے گئے اور آپ کے نقل کیے گئے بہت سارے اہم ترین رسالے اور کتابیں مدرسۂ محمدی کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ احقر نے "صغریٰ" کے نام سے ایک عربی کتابچہ ۱۳۳۸ھ / 1958ء میں کتب خانہ اہل اسلام مدراس میں دیکھا تھا۔ مولانا کوکن کا بیان ہے کہ مولوی سید محمد حبیب اللہ نے ایک ہندی کتاب "ترتیب الصلواۃ" بھی لکھی ہے جو لاکھ تلاش و تجسس کے باوجود آج تک کہیں بھی نظر نہیں آئی۔

۱۲۹۲ھ / 1875ء میں آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے اور میلاپور کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔

۷۰۔ افضل الشعراء شیخ عبدالقادر نینار لبی المعروف شیخنا پلاور

آپ کے ابا حضور مولانا حبیب محمد لبی کائل پٹنم کے مشہور و معروف جوہری تھے۔ موصوف کی دوسری بیوی "شہادت بندر" (95) (کولم شریف) کی رہنے والی تھیں آپ کی ولادت ۱۲۱۸ھ / 1803ء میں کولم شریف کے دینی اور مذہبی ماحول میں ہوی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں ہوئی اور اعلی تعلیم کے لیے اپنے والدماجد کے پاس کائل پٹنم گئے اور وہاں تیکاولی اللہ سے عربی اور ٹمل کتابیں پڑھیں فقہ اور تصوف میں کمال حاصل کیا۔

زندگی بھر درس وتدریس، وعظ و نصیحت رشدوہدایت اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ جاری رہا۔ آپ کا گنمڑی مستان سے بہت یارانہ تھا۔ مستان جب مدراس آے تو آپ بھی ان کے ہمراہ مدراس آگئے اور یہیں مستان کی وفات کے چار سال بعد ۱۲۶۸ھ / 1851ء میں آپ کا وصال ہوا اور مستان کے روضۂ اقدس کے پہلو میں آسودہ خاک ہوے۔

آپ کی حسب ذیل کتابیں بے حد مشہور ہیں۔

۱۔ فتح الشام یہ کتاب ٹمل زبان میں 6786 ابیات پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۔ کوترمالی ٹمل زبان میں ایک طویل قصیدہ۔

۳۔ سورگم نیدی ٹمل زبان میں ایک طویل قصیدہ۔

۴۔ ناگائی اندادی ٹمل زبان میں حضرت قادر ولی ناگوری کی مداح میں منقبت۔

۵۔ سترا کاوی ٹمل زبان میں طویل نظم۔

۷۱۔ مولوی رضا حسن خان بہادر ویلوری

آپ فرزند سعید حسین خان بمقام ویلور ۱۲۱۹ھ / 1804ء میں پیدا ہوے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم مولوی عارف الدین خان رونق، مولوی صادق اور مولوی ارتضا علی خان خوشنود سے حاصل کی۔ فن شاعری پر بھی قدرت حاصل تھی۔

شاعری میں ایک مختصر سے دیوان کے علاوہ منشآت افسری اور تحفۃ الانشاء کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

آپ نے ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں وفات پائی۔

۷۲۔ مولاحارضا حسین حافظی افسر

آپ ۱۲۱۹ھ / 1804ء میں ویلور میں پیدا ہوئے۔ نوجوانی کے دور میں مدراس آئے۔ عربی اور فارسی کی کتب متداولہ مولوی ارتضاعلی خان بہادر سے پڑھیں مولف گلزار اعظم نواب غوث خان اعظم نے بھی آپ کی قابلیت اور روشن دماغی کی تعریف کی ہے۔ آپ نے مشاعرہ اعظم کی علمی و ادبی نشستوں میں شریک ہوکر خوب داد سخن بھی پائی تھی۔ آپ نہایت ذی علم، ذی فہم اور منکسر المزاج تھے۔ زندگی بڑی نیک نامی کے ساتھ گزاری۔

آپ نے چار کتابیں یادگار چھوڑی ہیں(96) جو آپ کی بہترین صلاحیتوں کی غماز ہیں۔

۱۔ مشات افسری ۲۔ تحفۃ الانشاء ۳۔ دیوان افسر ۴۔ دیوان ہندی

۷۳۔ مولوی غلام قادر

آپ فرزند عبدالحق بمقام مدراس ۱۲۲۱ھ / 1806ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولوی محمد فاخر گوپاموے نواب سعادت اللہ خان کے دور میں مدراس آئے تھے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم افضل العلماء قاضی ارتضاعلی خان بہادر سے حاصل کی۔

لڑکپن ہی سے آپ کا طور طریقہ صوفیانہ تھا۔ کم سنی ہی میں عربی، فارسی، اور اردو زبانوں پر دستگاہ پیدا کرلی تھی۔ ان تینوں زبانوں میں گفتگو کرنے کا انداز اہل زبان کا سا تھا۔ دینی مسائل پر آپ کے معلومات کی وسعت دیکھکر بڑی سے بڑی معتبر ہستیاں بھی مرعوب و متاثر ہوجاتی تھیں، آپ کا صبر و تحمل لاثانی اور اخلاق کریمانہ بے مثل تھا، ہر امیر و غریب، دوست و دشمن، جاہل و عالم سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ دنیاوی خواہشوں سے آپ نے کبھی رشتہ نہیں جوڑا، تکبر و غرور سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے، بہت کم سخن تھے اور فضول باتوں سے دور دور رہتے تھے۔

آپ کے فیوض و برکات کی روشنی سے ایک دور فیض یاب تھا۔ آپ نے ساری زندگی درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کے نیک کاموں میں گزاری۔ ایک زمانہ آپ

کی باکمال شخصیت کا مداح اور معترف تھا اور آج بھی ہے۔ آپ کے پند و نصائح سے فیض یاب ہونے والا حلقہ بہت وسیع تھا۔ مراد علی بخاری قادری افضل کڈپوی کے اسمائے گرامی زندہ جاوید ہیں(97)۔

آپ نے ۴ / ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں رحلت فرمائی اور احاطہ مسجد والاجاہی میں مدفون ہوئے۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ مفتاح الصلوٰۃ (فارسی میں) مطبوعہ ۱۲۷۸ھ / 1861 ۔ مظہر العجائب پریس مدراس (98)

(مولانا کوکن نے اس کتاب کو مولوی غلام قادر سے منسوب کیا ہے یہ کتاب مظہر العجائب پریس چھپی ضرور ہے لیکن یہ کتاب مولوی غلام قادر کی اپنی تصنیف نہیں ہے)

۲ عقائد قادریہ (فارسی میں) عمدۃ الکلام کا ترجمہ

۳ صراط الاسلام اور صراط النجات (اردو میں) آج بھی یہ کتابیں بنگلور، مدراس، الہ آباد کے اشاعتی اداروں سے ہزاروں کی تعداد میں مولف کے نام کے بغیر چھپتی ہیں۔ حال ہی میں اس کتاب کا ایک نسخہ احقر کی نظر سے گزرا جو فائن آفسٹ ورکس، انالہ، الہ آباد سے اشاعت پذیر ہوا ہے۔

۷۴۔ مولوی محمد حسین شیریں سخن افضل الشعراء راقم

آپ فرزند نجم الدین حسین قادری ہیں جو مولوی محمد حسین امام المدرسین بیدری کے خلیفہ تھے۔ آپ بمقام مدراس ۱۲۳۳ھ / 1817 میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم قاضی ارتضا علی خان بہادر، قاضی بدر الدولہ بہادر، مولوی شائق علی خان شائق اور مولوی میراں محی الدین واقف سے حاصل کی اور شاہ احمد ابو تراب قادری کے دست مبارک پر بیعت کی آپ نے فن شاعری کے رموز مولوی شائق سے اور ابو سعید والہ سے سیکھے۔ آپ بہت ہی ذہین اور فطین واقع ہوئے تھے۔ ابو سعید والہ نے آپ کو نہ صرف اپنی زندگی میں اپنا جانشین بنایا۔ بلکہ اپنے نوجوان شاگردوں کو آپ کے پاس بغرض اصلاح سخن روانہ بھی کیا۔ نواب غلام غوث خان بہادر نے جب مشاعرہ اعظم کی ابتداء کی تو آپ کو افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر کے القاب

سے نوازا۔آپ ۱۲۶۰ھ / 1843ء میں مدرسۂ اعظم کے میر مدرس بھی بنائے گئے۔۱۲۷۲ھ / 1855ء میں جب نواب غلام غوث خان اعظم کی وفات ہوی تو آپ کو مدرسۂ اعظم سے برخواست کیا گیا۔آپ نے چند سال کے لیے مدراس سے باہر سکونت اختیار کی اور ۱۲۸۵ھ / 1868ء میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مدراس کو خیرباد کہکر حیدرآباد منتقل ہوگئے جہاں آپ کا تقرر مدرسہ دارالعلوم حیدرآباد میں بحیثیت مدرس ہوا اور وہیں ۱۹/ شوال ۱۳۰۳ھ / 1886ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کی تصنیفات میں "میزان الاشعار "(99) ، " ترجمہ عبارات عربیہ "، " اعظم النصاحتہ "(100) ، " بحر عجم "(101) ، " جواب اعتراضات واصف "، " مثنوی سحر حلال " (102) ، دیوان راقم "(فارسی) موجود ہیں۔

۷۵۔ منشی قادر حسین جوہر

آپ فرزند شیخ داؤد جوہری بمقام ناگور ۱۲۳۳ھ / 1877ء میں پیدا ہوے۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبدالقادر گنج سوائی المعروف (103) قادر ولی ناگوری (المتوفی ۹۷۵ھ / 1567ء) سے ملتا ہے۔بچپن میں ہی اپنے والدین کے ہمراہ مدراس آیے۔مدراس پہنچ کر میراں محی الدین واقف اور میر مہدی ثاقب کے توسل سے عربی اور فارسی زبانوں پر ملکہ حاصل کیا۔ شاعری میں شیریں سخن راقم سے تلمذ حاصل تھا۔نواب غوث اعظم کے دربار سے وابستہ ہوے۔ زندگی کا تمام تر حصہ درس وتدریس میں گزارا۔

ڈاکٹر افضل الدین اقبال نے لکھا ہے کہ آپ کی دو فارسی مثنویاں " چمن لطافت " اور " مثنوی شادی نامہ " گورنمنٹ مینسکرپٹ لائبریری مدراس میں محفوظ ہیں (104) ۔

نواب غلام غوث خان اعظم کی وفات ۱۲۷۲ھ / 1855ء کے بعد آپ نے ایک مثنوی لکھی جو تین سو اٹھیانوے اشعار پر مشتمل ہے۔

جس میں نواب موصوف کی حیات سے موت تک کے حالات موجود ہیں (105)

۷۶۔ مولانا عبدالحی احقر بنگلوری

آپ کے والد ماجد ابراہیم بیگ سلطنت خداداد کے زوال کے بعد اپنے خوبی منصب سے معزول ہو کر بنگلور آئے اور یہیں مولانا احقر ۱۲۳۴ھ / 1818ء میں پیدا ہوئے۔ دادھیال اور ننھیال دونوں طرف سے علم و عرفان، زہد و تقویٰ اور جذبہ دین ورثہ میں ملا تھا۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا سید شاہ سجاد شطاری سے حاصل کی اور ان ہی کی سرپرستی میں علوم و فنون کا صحیح ذوق عطا ہوا۔ حصول علم کی تشنگی جب اپنے حدود سے تجاوز کر گئی تو آپ نے ویلور کا رخ کیا اور وہاں پہنچکر حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف نقوی معروف بہ قطب ویلور کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہو گئے۔ شیخ کامل حضرت مولانا قطب ویلور نے مولانا احقر کے باطنی جوہر کا اندازہ لگاکر انھیں علم و فضل کی نورانی چمک دمک عطا کی جس کا اظہار مولانا نے بڑی والہانہ عقیدت مندی کے ساتھ اپنی تعلیقات "سرالشہادتین"، "جنان السیر" اور "چہار گلشن" میں کی ہے۔

علامہ کا سب سے اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بخاری شریف کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے۔ علامہ نے حنفی مسلک کے پس منظر جمعہ کے خطبات کا مجموعہ مخلوط زبان (عربی اور اردو) میں پیش کیا ہے جس کی روایت کا سہرا یقیناً علامہ کے سر جاتا ہے۔ دکھ اس بات کا ہے کہ شمال و جنوب کے علمائے دین اور اکابرین علم ادب نے آج تک علامہ کے اس کارہائے نمایاں کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔

جنوبی ہند میں سراحمد شہید کی تحریک رد بدعات کی تائید میں علامہ قطب ویلوری اور ان کے خلیفہ علامہ احقر نے سرفروشی کی حد تک ہمری کی۔ علامہ احقر نے خواص و عوام کو درس حدیث کی طرف نہ صرف رغبت دلایا بلکہ عورتوں کو ان کی دریدہ ذہنی اور دینی پستی کا احساس دلاکر ان کو قعر ذلت سے باہر نکالا۔

علامہ کے بیش بہا کارناموں کا ذکر مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ الحسینی نے اپنی کتاب "علامہ عبدالحی احقر بنگلوری، حیات اور کارنامے" میں بڑے خلوص اور دیانت داری سے کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے علامہ کی شخصیت کے گوناگوں، منور پرتیں اور سمتیں نہ صرف نمایاں ہوتی ہیں بلکہ علامہ کی علمی بصیرتوں، فکری جولانیوں، فنی موشگافیوں اور اصلاحی کارناموں کی وہ ضوپاش کرنیں ذہن و دل میں منعکس ہوتی ہیں جن سے ایک عالم آج بھی مستفید و مستفیض ہو رہا ہے۔

اقلیم شعر و سخن پر بھی علامہ کی بادشاہت تھی۔ طویل نظمیں بہت زیادہ لکھی ہیں۔ ان

کی نظموں کی زبان نہایت شستہ وشیریں ہے، ہندی الفاظ کی برت بڑی خوبصورتی سے کی ہے۔

علامہ اپنے دور کے شعلہ بیاں مقرر، مستند محدث، قابل فخر مورخ، اعلیٰ ترین مفسر اور مشہور معروف سوانح نگار اور انشا پرداز بھی تھے۔ اردو ادب اور اسلامیات کی تاریخ آپ کے احسن خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

سر سید اقبال کی طرح علامہ نے جنوب کے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اخوت پیدا کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اور اس مشن میں کامیاب رہے۔ آپ کی شاعری نیک مقاصد اور اصلاحی جذبوں سے مملو تھی۔

سر سید اقبال کو جہاں شاعر اسلام کا مقام عطا ہوا ہے وہیں علامہ کی شعری و نثری تخلیقات کے اسرار ورموز کی جلوہ سامانیوں کے پیش نظر موصوف بھی اس مقام کے مستحق ہیں۔

علامہ نے جو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جنان السیر (حضور اکرمؐ کی منظوم سیرت جو دس باب پر مشتمل ہے)

۲۔ فیض الباری (صحیح بخاری شریف کی شرح) مطبوعہ ۱۲۹۲ھ / 1875

۳۔ خطابات حرمین (جمعہ کے خطبات کا اردو میں پہلا مجموعہ)

۴۔ تفسیر الجواہر (منطق تفسیر)

۵۔ حدیقۃ الاحباب (خلفائے راشدین کے حالات پر ایک ضخیم اور مبسوط نثری کتاب)

۶۔ شرح سر الشہادتین (حضرت امام حسین کی سیرت پر ایک طویل نظم) مطبوعہ ۱۳۰۲ھ / 1884۔

۷۔ خلاصۃ السیر (اسلامی تاریخ کا خلاصہ)

۸۔ روضۃ الابرار (اہل بیت کی سیرت و تاریخ)

۹۔ تحفہ مرغوب (حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق ہے)

۱۰۔ تذکرہ المجتہدین (آئمہ فقہ کے حالات پر مبنی کتاب)

۱۱۔ ریاض الازہر (سیرت طیبہ پر یہ دوسرا ضخیم مجموعہ جو سات ہزار ابیات پر مشتمل ہے)

۱۲۔ تبصرۃ التوحید (وحدت الوجود اور وحدہ الشہود پر تفصیلی بحث مطبوعہ ۱۳۲۵ھ 1907

۱۳۔ حقوق الزوجین۔ معاشرے کے حالات کا وقیع جائزہ

۱۴۔ منبع النبوت۔ (اہمیت نبوت اور اسرار نبوت کے متعلق ہے)

۱۵۔ فوائد قدسیہ۔ (سید الاولیاء کی منقبت اور سوانح پر مشتمل)

۱۶۔ مطلع الانوار۔ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ / 1873ء اور

۱۷۔ کلید معرفت۔ مطبوعہ ۱۳۰۰ھ / 1882ء

علامہ ۳ / رجب ۱۳۰۰ھ / 1882ء میں کعبہ اللہ کی زیارت کے لیے گئے اور ہمیشہ کے لیے اسی سرزمین کے پیوند خاک ہو کر رہ گئے۔

۷۷۔ شاہ عبدالقادر علی قادری صوفی

آپ مولانا مولوی شاہ عبدالحی واعظ بنگلوری کے فرزند تھے۔ آپ کی تاریخ ولادت اور زندگی کے تفصیلی حالات کا پتا نہیں چلتا۔ لیکن مولانا عبدالحی کی کتاب "جنان السیر" کے باب ہشتم سے اتنا ضرور پتا چلتا ہے کہ صوفی کو بھی اپنے والد محترم کی طرح حضرت سید شاہ عبداللطیف قطب ویلور سے علمی استفادہ کرنے کے بہت زیادہ مواقع نصیب ہوئے اور آگے چل کر موصوف سے آپ نے شرف بیعت بھی حاصل کیا تھا۔ مولفۂ "میسور میں اردو کی نشو و نما" ڈاکٹر حبیب النساء بیگم کا بیان ہے کہ ان دونوں حضرات نے علم تصوف کا اکتساب قطب ویلور سے کیا تھا (106)۔

صوفی کی بعض تحریری شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ابتدائی دور قطب ویلور کی خانقاہ میں گزارا تھا اور یہیں آپ کی بسم اللہ خوانی بھی ہوئی تھی

مدراس کا دامن لڑکپن سے ہی
کہ بسم اللہ خوانی اسی سے ہوئی

صوفی نے اپنے والد ماجد کی طرح تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا ہے۔ امام غزالیؒ کی کتاب "احیاء العلوم" کا ترجمہ عربی سے اردو میں کیا تھا۔ آپ نے نہ صرف حدیث و فقہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا بلکہ اپنے والد محترم کے حکم پر "معجزات محمدیؐ" بھی جمع کیے تھے۔ اردو شاعری میں بھی آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ قدیم رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۳۱۴ھ / 1896ء میں بنگلور میں ہوا۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے خود ہی اپنی تاریخ وفات بوقت نزع نکالی ہے۔

رخت اہل دیں فقیہ و صوفی و عالم بگو

۱۳۱۴ھ / 1896ء

۷۸۔ حاجی سید محمد غوث

آپ سید محمد حبیب اللہ کے فرزند تھے آپ کی پیدائش بمقام مدراس ۱۲۳۸ھ / 1822ء میں ہوئی۔ آپ نے اپنے دور کے اساتذہ سے عربی اور فارسی تعلیم حاصل کی۔ علمائے دین کی صحبتوں سے سرفراز ہوئے فن خطاطی پر بھی ملکہ حاصل کیا۔ علم طب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ "طبی حشریات" (مطبوعہ ۱۳۷۲ھ / 1952ء) اور "جرثومیات" نامی کتابیں اردو میں لکھیں۔ آپ نے برسوں مدراس کے مختلف مقامات پر بحیثیت Health Officer طبی خدمات انجام دیں۔ ۱۲۶۴ھ / 1847ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے پتا نہیں کن حالات کے پیش نظر وہ پاکستان گئے اور وہیں ۱۳۱۸ھ / 1900ء میں ان کا انتقال ہوا۔

۷۹۔ نواب غلام غوث خان بہادر

آپ نواب محمد منور خان بہادر اعظم جاہ (المتوفی ۱۲۴۱ھ / 1825ء) کے فرزند تھے آپ کی ولادت ۲۹/ ذی الحجہ ۱۲۳۹ھ / 1824ء بمقام مدراس ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ نے پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد مکی المعروف بہ علام (المتوفی ۱۲۵۶ھ / 1840ء) اور حافظ ابو العلی (المتوفی ۱۲۵۸ھ / 1842ء) کے پاس قرآن شریف حفظ کیا۔ فارسی تعلیم غلام محی الدین اور مولوی جلال الدین حسین خان کی رہنمائی میں حاصل کی۔ عربی اور اسلامیات کے لیے مولوی محمد صبغت اللہ قاضی ارتضیٰ علی خان بہادر (المتوفی ۱۲۷۰ھ / 1853ء) کے آگے زانوئے ادب تے کیا۔ آپ نے عنایت حسین خان خوش نویس اور غلام محی الدین خان سے فن خطاطی سیکھی۔ آپ نے شاعری میں سید ابو طیب والہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اعظم تخلص اختیار کیا۔ آپ کو ۴/ رجب ۱۲۵۸ھ / 1842ء میں کرناٹک کی نوابیت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے تقریباً ۱۲ بارہ سال تک حکومت کی اور آپ اپنے عہد حکومت میں شعراء، ادباء اور اہل علم کو خوب نوازا اور ان کی بھرپور عزت افزائی کی چوں کہ آپ خود شاعر، ادیب اور نقاد تھے لہذا آپ نے نہ صرف زبان و ادب کی ترویج میں قابل لحاظ حصہ لیا بلکہ ۱۲۶۲ھ / 1845ء میں مشاعرہ اعظم کے نام سے اپنے دربار میں شعری، تنقیدی محفلیں بھی سجائیں آپ کے عہد میں تصنیف و تالیف اور کتابت و طباعت کا خوب اہتمام ہوتا رہا آپ نے ۳/ محرم ۱۲۶۸ھ / 1851ء

29تا / اکتوبر ۱۲۶۸ھ /1851ء میں مدرسہ اعظم کی بنیاد رکھی اور اس مدرسہ کے لیے نامور علماء کی خدمات حاصل کیے گئے۔ اس مدرسہ کے تمام تر انتظامات میں ڈاکٹر ایڈورڈ بالفورڈ کا بہت اہم رول تھا اور اس مدرسہ کے لیے ایک مجلس بنائی گئی جس کے صدر قاضی بدر الدولہ بنائے گئے۔ ایڈورڈ بالورڈ کے ایماء پر آپ نے ۱۲۶۶ھ / 1850ء میں کتب خانہ عام مفید اہل اسلام کے نام سے ایک عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا۔ جس کی نگرانی کے لیے قاضی ارتضیٰ علی خان بہادر کو مقرر کیا۔ اس کتب خانہ سے پہلے شمالی ہند میں اس طرح کا کوئی کتب خانہ قائم نہیں ہوا تھا لہذا اس بے نظیر کتب خانے سے متاثر ہو کر دوسرے شہروں میں بھی کئی کتب خانوں کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کتب خانے کے لیے مصر اور ترکی سے کتابیں منگوائی گئیں اور ترکی کتابوں کو پڑھنے کے لیے ترکی زبان میں استعداد رکھنے والے اصحاب کو ملازمتیں دی گئیں اور ترکی کتابوں کی فہرست تیار کی گئی۔

ان خدمات سے ہٹ کر نواب غلام غوث خان اعظم نے تصنیف و تالیف کا وہ کارنامہ انجام دیا جو دنیائے علم و ادب کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی تصنیفات میں دو تذکرے "صبح وطن" مطبوعہ ۱۲۵۸ھ / 1843ء اور "گلزار اعظم" مطبوعہ ۱۲۷۲ھ / 1885ء مطبع کرشن راج مدراس قابل ذکر ہیں۔

آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی اور مثنویاں لکھیں جو آج بھی کرم خوردہ مخطوطات کی شکل میں مدراس اورینٹل لائبریری میں آخری سانسیں لے رہی ہیں۔ آپ کی چند مثنویوں کو بہارستان اعظم" کے نام سے زین الدین احمد نے ترتیب دیکر ۱۳۰۰ھ / 1882ء میں شائع کیا ہے۔

نواب غلام غوث اعظم کا تاریخی کارنامہ یہ ہے کہ موصوف نے سرسید احمد خان سے بہت پہلے ۱۲۶۸ھ / 1851ء میں انگریزی زبان کو مدرسہ اعظم میں مروج کیا۔ حالاں کہ زبان کے مخالفین کا ایک بڑا حلقہ جس میں علماء فضلا بھی تھے نواب صاحب سے بدظن بھی ہو گیا لیکن موصوف نے آہستہ آہستہ اپنی بات منوا کر ہی دم لیا۔

اعظم نے ۲۴ / محرم ۱۲۷۲ھ مطابق 5 / اکتوبر 1855ء میں وفات پائی۔ مقبرہ اعظم الدولہ میں تدفین عمل میں آئی۔ کسی نے تاریخ رحلت یوں نکالی ہے۔

سرغیب
۱۲۷۲ھ

۸۰ ۔ سراج العلماء حضرت مولانا مولوی سید شہاب الدین ویلوری

حضرت شہاب الدین شہاب فرزند سید عبداللہ باشاہ قادری بمقام ویلور (۱۲۴۰ ھ / 1824 ء) میں پیدا ہوے ۔ آپ کے دادا حضرت سید فتح شاہ قادری ابن سید محی الدین قادری بغداد شریف سے ہجرت کر کے کرناٹک تشریف فرما ہوئے ۔ کرناٹک پہنچ کر آپ نے رشد وہدایت کا نور دور دور تک پھیلایا ۔ نواب حیدر علی تک آپ کے علوم ظاہریہ و باطنیہ کی روشنی پہنچی تو نواب نے آپ کو " سری رنگاپٹنم " آنے کی دعوت دی اور آپ کو شاہی تمغات سے نوازا ۔ نواب حیدر علی کی وفات کے بعد حضرت ٹیپو سلطان نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی(107)

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد حضرت سید محی الدین قادری اپنے اہل وعیال کے ساتھ ویلور آئے مولوی شہاب الدین نے سلطان شہید کی بیگمات کی آغوش میں پرورش پائی ۔

حضرت شہاب الدین نے اپنے والد کے انتقال کے بعد " حضرت مکان ویلور " میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اور علوم متداولہ کی تکمیل کے لیے مدراس تشریف لے گئے اور وہاں اپنے وقت کے جید عالم حضرت مولانا مولوی غلام قادر گوپاموی (المتوفی ۱۲۹۳ھ / 1876 ء) کی خانقاہ میں فقہ، حدیث اور منطق کی کتابیں پڑھیں فارسی زبان اور علم تصوف پر کمال حاصل کیا ۔ پھر ویلور واپس آے اور حضرت سید شاہ محی الدین عبداللطیف قادری نقوی معروف بہ قطب ویلور سے بیعت اور خلافت سے مشرف ہوے ۔

حضرت شہاب الدین عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر بیک وقت قدرت رکھتے تھے ۔ آپ نے علم تصوف کے موضوع پر " گلدستہ توحید اربعہ " پر ایک چھوٹا سا کتابچہ لکھا جو ۱۳۸۲ھ / 1962 ء میں بنگلور سے شائع ہوا ۔ آپ کو اردو شاعری میں بھی کمال حاصل تھا ویلور، بنگلور اور میسور میں آپ کے مریدین کا حلقہ کثیر تعداد میں موجود تھا ۔ بالخصوص مشہور و معروف شاعر سید عبداللطیف لطیف آرکاٹی نے آپ کی تعریف یوں کی ہے(108)

شہاب اوج عزت ۔ واقف اسرار دیں

بچو نور صبح روشن کاشف علم یقیں

آپ کے علمی وسعتوں اور بلند پروازی کا صحیح اندازہ اپنے مرشد سید شاہ محی الدین قادری قطب ویلوری کی کتاب "جواہر الحقائق" پر تحریر کردہ جامع اور پر مغز دیباچے سے ہوتا ہے۔ مولف "داستان میسور" اکرام کاوش کا بیان ہے کہ مولانا شہاب اپنی آخری عمر میں سری رنگاپٹن آئے اور وہیں اپنے آبائی مکان بنام "قادر اولیاء مکان" میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۸۱۔ مولانا سید احمد مشتاق

خاندان والاجاہی کے دربار سے آپ کے تعلقات بہت قریبی تھے۔ آپ نے عمدۃ الامراء نواب غوث خان اعظم کے عہد حکومت میں ۱۲۶۷ھ / 1850ء میں "تحفۂ احمدیہ" کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا۔ سبب تصنیف پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے لکھا کہ نواب غلام غوث خان بہادر کی توفیق الہیٰ، تائید رسالت پناہی سے اس عاصی کے دل میں یہ الہام غیبی ہوا کہ سید المرسلین کے چند عمدہ خصوصیتوں کا بیان لکھا ہے تاکہ عوام الناس پر حضرت کا علو شان و رفعت مکان خوب ظاہر ہو(109)

رسالہ مذکورہ بالا کے علاوہ سید احمد مشتاق نے چند اور کتابیں بھی لکھی ہیں جو عوام میں بہت مقبول ہوئیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فوز الاعظم ۲۔ حدیقۂ اعظم ۳۔ کلمات کفر ۴۔ آئین نکاح و مہر، "رسالۂ احمدیہ" کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کا مخزونہ ہے مخطوطہ نمبر(UM15) (110) " رسالہ آئین نکاح و مہر" میں مصنف نے اپنا نام اس طرح درج کیا ہے۔ سید احمد مشتاق نور الہیٰ بن سید درویش بن سید نور اللہ بن سید علی محمد قادری(111) ۔ مصنف کے تفصیلی حالات یہاں تک کہ اس کا سن پیدائش اور سن وفات کا بھی علم نہیں ہو سکا۔

۸۲۔ مولوی حبیب اللہ ذکا

مولوی محمد حبیب اللہ ذکا مدراسی الاصل تھے۔ آپ ۱۲۴۴ھ / 1828ء بمقام نلور (آندھرا پردیش) میں پیدا ہوئے۔ مولوی میر مہدی تراب اور سید مرتضیٰ بینش سے عربی، فارسی

اور اردو کی تعلیم حاصل کی ۔ ابتداء میں اردو شاعری میں صلاح و مشورہ سید مرتضیٰ بینش سے کیا اور بعد مرزا غالب کی شاگردی اختیار کی ۔ موصوف کی بعض غزلوں کے مطالعے سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ آپ دکن کے مشہور استاد شاعر میر شمس الدین محمد فیض سے بھی فیض یاب ہوے ہیں

شاگرد کہیں مولوی فیض کا مجھے
اس میں ہزار ڈھب ہیں ذکا افتخار کے
واللہ ذکا تم اس غزل پہ
اصلاح جناب فیض چاہو

آپ نواب غوث خان اعظم بہادر کی مجلس شعراء میں بھی شرکت کر کے بڑی داد و تحسین حاصل کی تھی اور نواب غلام غوث خان کے انتقال کے بعد آپ حیدرآباد گئے اور وہاں نواب مختار الملک سالار جنگ کے منشی مقرر ہوے ۔ آپ نے مرزا غالب کو بھی حیدرآباد آنے کی دعوت دی تھی اور انھیں اپنا مجموعہ کلام بھجوا کر اس پر ان کی رائے طلب کی ۔ مرزا غالب نے ان کے کلام کا مطالعہ کرنے کے بعد ۱۲۷۸ھ / 1861ء میں چند سطور بطور رائے لکھ بھیجیں جو حسب ذیل ہے (112)

"یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں، کسی امیر کا نہیں، کسی شیخ شیاد کا نہیں، یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے اور فقیر اپنے دوست کے کلام کو معرض اصلاح میں بہ نظر دشمن دیکھتا ہے ۔ پس جب تعلق نہیں، مداوا نہیں، تو مجھ کو جو نظر آیا ہے بے حیف و میل کہوں گا ۔ نثر میں نعمت خان عالی کے طرز کا احیاء کیا ہے ۔ مگر پیرایہ کچھ اس سے بہتر اپنایا ہے ۔ قصائد میں انوری کی چربہ اڑایا ہے مگر طبیعت میں اچھا زور دکھایا ہے ۔ غزل میں متاخرین کا انداز عاشقانہ سوز و گداز ۔ منشی حبیب اللہ ذکا سخنور ہمہ دان یکتا لفظ معنی طراز آفریں صد آفریں، صد ہزار آفریں"

غالب

۱۲۷۸ھ / 1861ء

مرزا غالب نے اکثر خطوط میں بھی منشی ذکا کے کلام کی داد دی ہے

(113) منشی حبیب اللہ ذکا کا انتقال بمقام حیدرآباد ۲/جمادی الاول ۱۲۹۱ھ / 1875ء میں ہوا آپ کے انتقال کے بعد آپ کے فرزند میراں صاحب اور مولوی محمد رحمت اللہ رضا صاحب نے آپ کا مجموعہ کلام اور ان کے نام آئے ہوئے مشہور و معروف ارباب علم و فن کے خطوط کے ساتھ ۱۳۰۲ھ / 1884ء میں حیدرآباد سے ایک کتاب بنام "خاش و خماش" شائع کیا۔ آپ کا ایک بیاض "غزلیات ذکا" ادارہ ادبیات اردو میں محفوظ ہے جو ۴۷۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین شکیب نے "غالب اور ذکا" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔

۸۳۔ مولانا مولوی محمد قدرت حلیم

غالباً آپ کا سن ولادت ۱۲۵۰ھ / 1834ء ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ محمدی کے علماء و فضلا کی سرپرستی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد قدرت رسول ناصری قریشی ابن محمد قدرت کریم گوپاموسے تھے۔ نواب انور الدین خان بہادر کے دور میں آپ کے والد معہ خاندان مدراس آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی آپ کی تصانیف سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں بھرپور دسترس رکھتے تھے اور اپنے دور کے جید علماء جیسے مولانا مولوی مفتی محمود، شمس العلماء قاضی مفتی عبید اللہ، مولانا مولوی عبد الرحمان میں آپ کا مقام اور مرتبہ بہت اونچا تھا۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک مدرسہ محمدی سے وابستہ رہے۔ درس تصنیف و تالیف آپ کی زندگی کا ماحصل تھا۔ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام آچکی ہیں۔

۱۔ جواہر السیر   اردو زبان میں قرآن مجید کی آیات کا ترجمہ

۲۔ ریاض الشہدا   اس کتاب میں فضائل اہل بیت اور مناقب و شہادت حضرت امام حسینؑ کا بیان۔

۳۔ مسائل الہلال والصیام مطبوعہ ۱۳۳۱ھ / 1912ء

۴۔ وظیفۂ قرآنی

۵۔ تحصل المنفعتہ بمناقبہ الائمتہ الاربعتہ ۶۔ تعلیم الزوجین

۷۔ اسیرئی محامد امام البشرؐ ۸۔ ثواب جبرئیل باوراد قلیل ۱۳۲۲ھ / 1904ء

۹۔ اصلاح روحانی بوعظ وسیرت محبوب سبحانی

یہ تمام تر کتابیں احقر نے کتب خانۂ اہل اسلام مدراس میں کرم خوردہ حالات میں آج سے تیس سال پہلے دیکھی تھیں۔ آج نہ جانے وہ کس حالت میں اور کہاں موجود ہیں واللہ عالم بالصواب......

آپ نے ۱۳۲۵ھ / 1906ء میں وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

۸۴۔ مولانا سید شاہ عبدالغفار حسینی مسکین

آپ کی ولادت ۱۲۵۱ھ / 1835ء بمقام شہر بنگلور میں ہوئی (114)۔ آپ کے والد کا نام سید زین العابدین جیلانی تھا۔ آپ نے اپنے والد کی وفات ۱۲۸۲ھ / 1865ء کے بعد تحصیل علوم باطنی اور ظاہری کے لیے ویلور آئے اور یہاں پہنچ کر حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ قطب ویلور کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری وعلوم باطنی کی تکمیل کی اور بیعت وخلافت کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔

اقطاب ویلور کا یہ نظام رہا ہے کہ وہ بہت کم لوگوں کو ہی مرید بناتے تھے۔ جب تک ہونے والے مرید کے ظرف اور کردار کا صحیح جائزہ نہیں لیتے اسے اپنے حلقۂ ارادت میں شامل نہیں کرتے۔ آپ کا یہ وصف یقیناً قابل ذکر ہے۔

بیعت و خلافت کے بعد آپ نہ صرف جسمانی اور روحانی طور پر اپنے پیرومرشد کے قریب رہے بلکہ روزوشب ذکر الٰہی اور کیف باطنی سے منور ہوتے رہے اور ہر لمحہ آپ کی عرفانی اور وجدانی کیفیات میں اضافہ ہوتا رہا۔

آپ اپنے شیخ کے وصال تک ویلور ہی میں رہ کر مدراس تشریف لائے اور بقیہ زندگی

بھیں گزاردی ۔ آپ کی وفات (۷۵) پچھتر سال کی عمر میں بمقام مدراس ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں ہوئی اور حضرت مخدوم ساوی کے مقبرے کے باہر پائنتی مدفون ہیں ۔ آپ کو فارسی اور اردو میں کماحقہ دسترس حاصل تھی ۔ ابتداء میں آپ نے شاعری میں مولوی شمس الدین فیض حیدرآبادی کی شاگردی اختیار کی اور بعد میں خود اپنے پیرو مرشد سے اکتساب فن کیا ۔ آپ کی شاعری بھی آپ کے پیرو مرشد کی طرح الہامی اور عرفانی رنگ لئے ہوئے ہے ۔ تصنع اور تکلف کے مضامین سے مبرا ہے ۔ خیالات میں سادگی و صفائی کے علاوہ جذبات میں حقیقت کی عکاسی بہت زیادہ ملتی ہے ۔ غزلوں میں تصوف کے وہ مسائل نمایاں ہیں ۔ جو ان کی ذات کے اندر چھپے ہوئے روشن نقطوں کا اعلان نامہ ہی نہیں ثابت ہوئے بلکہ ایک عارف کے واقف اسرار حقیقت کا شناخت نامہ بھی ہیں ۔

آپ کی تصانیف میں " عیون المظاہر "(115) " کنہ مرغوب " (فارسی) (116) اور شرح من لگن، (اردو) (117) اور " دیوان مسکین "(118) منظر عام پر آچکے ہیں ۔ مولانا عینی شاہ حیدرآبادی آپ کے خاص مرید تھے جنھوں نے " حیات المسکین " تالیف کی تھی (119)

۸۵۔ مولوی عبدالغنی خان امیر

آپ حاجی نجف علی خان (المتوفی ۱۲۷۱ھ / 1862ء) اور انجمیہ آرکاٹی کے دوسرے فرزند تھے ۔ آپ بمقام مدراس ۱۲۵۹ھ / 1859ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سر چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے ۔ عربی فارسی اور اردو کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے ۔ مدراس میں (Magistrate) اور ڈپٹی کلکٹر کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے

آپ نے ۱۳۰۶ھ / 1888ء میں انتقال فرمایا ۔ آپ کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ۔

۱ نظم دلچسپ امیر ۔ (۲) نور عظیم

۸۶۔ مولوی عبدالصمد خان ماہر

آپ حاجی نجف علی خان (120) (المتوفی ۱۲۷۹ھ / 1862ء) اور آرکاٹ کی

مشہور و معروف شاعرہ امۃ آرکاٹی (121) کے تیسرے فرزند تھے آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت میں عربی ، فارسی اور اردو کی تعلیم حاصل کی ۔ انگریزی تعلیم ایڈورڈ سل (Edward Sell) کی زیر نگرانی ہوئی۔

آپ کا انتقال ۱۳۲۷ھ / 1909ء میں ہوا۔آپ نے اپنی دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱۔"قصائد باہر" مطبوعہ ۱۳۱۲ھ / 1894ء۔

۲۔"دیوان فارسی" مطبوعہ ۱۳۲۶ھ / 1908ء۔

۸۷۔ مولوی محمد اعظم گٹھالہ بہادر ہوش

آپ افضل العلماء مولوی شاہ محمد عزیزالدین گٹھالہ متخلص دید کے فرزند تھے ۔ آپ ۱۲۶۷ھ / 1850ء میں بمقام آرکاٹ پیدا ہوئے ۔ عربی ، فارسی اور اردو کی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ آرکاٹ کے ممتاز علماء سے حاصل کی۔شاعری کا ذوق آپ کو ورثے میں ملا تھا۔آپ شمالی آرکاٹ کے ڈپٹی کلکٹر اور مجسٹریٹ کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز تھے ۔ شمالی آرکاٹ اور مدراس میں آپ کی بہت عزت تھی ۔شاعری کی دنیا میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔

۱۳۰۱ھ / 1887ء میں آپ کا شعری مجموعہ "گلزار بہار" منظرعام پر آچکا ہے ۔ شمالی ہند کے شعراء مہاراج کشن لال مقتول میر منشی ایجنٹ بیکانیر ساکن سکندرہ راؤ ضلع علیگڑھ اور منشی امیر احمد امیر مینائی نے آپ کے مجموعے پر تقریظیں لکھ کر آپ کی بہترین شعری صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔

یہ مجموعہ شوکت الاسلام پریس ، چنداپیٹ ، آرکاٹ سے شائع ہوا ہے اور کتب خانہ باقیات صالحات ، ویلور میں موجود ہے۔

۸۸۔ مولانا مولوی حافظ شاہ عبدالقادر فخر ویلوری

آپ ۱۲۶۹ھ / 1852ء میں بمقام ویلور پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم دار العلوم لطیفیہ میں ہوئی ۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ باقیات الصالحات گئے اور وہیں اعلیٰ حضرت کی زیر نگرانی نہ صرف عربی اور فارسی زبانوں پر ملکہ حاصل کیا بلکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت سے بھی

مشرف ہوئے ۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی علمی اور فطری صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں مدرسۂ باقیات کی تدریسی خدمات بھی سونپ دیں ۔آپ نے زندگی بھر علم دین کی خدمت اپنے روح پرور اور بصیرت افروز مواعظ سے کی ۔ آپ نے تصنیف و تالیف میں بھی نمایاں کارنامے انجام دیے ۔آپ کی کتابوں میں "محاسن الاعمال" مطبوعہ ۱۳۱۲ھ / 1894ء "محمود الاعمال" اور "محامد الاعمال" روزمرہ زندگی کے مسائل اور ان مسائل کے پس منظر میں سانس لیتے ہوئے خدوقال کا جائزہ اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کیا ۔ ۱۳۲۲ھ / 1904ء میں آپ کی ایک اور کتاب "الباقیات الصالحات" کے نام سے منظرِ عام پر آئی جو آپ کی معرکتہ الآراء تصنیف ہے ۔

آپ کو اردو نثر کے علاوہ فن شاعری پر بھی مہارت حاصل تھی ۔آپ کا انتقال ۱۳۳۴ھ / 1915ء میں ہوا مسجد نواب میر اسد اللہ خان میں تدفین عمل میں آئی ۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ایک اور تالیف "المقاصد" ۱۳۷۳ھ / 1953ء میں تبلیغ اسلام ، مل وشارم شمالی آرکاٹ سے شائع ہوئی ۔

۸۹ـ شمس العلماء قاضی عبید اللہ

آپ کے والد بزرگوار محمد صبغت اللہ المعروف حضرت امام العلماء قاضی بدر الدولہ (المتوفی ۱۲۸۰ھ / 1863ء) تھے ۔آپ کی ولادت باسعادت ۴ / شعبان ۱۲۷۰ھ / 1853ء میں بمقام مدراس ہوئی ۔ دس سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لی ۔ آپ نے اپنے بھائیوں حکیم حاجی محمد اسمٰعیل اور مولوی عطا اللہ سے قرآن مجید پڑھی اور عربی اور فارسی کی درسی کتابیں طرازش خان ، مفتی محمد سعید خان سے پڑھیں اور ان پر عبور حاصل کیا ۔آپ کو اپنے وقت کے جید علماء کی صحبتوں سے استفادہ کرنے کے مواقع بہت زیادہ نصیب ہوئے ۔ حضرت شاہ پیر ابو احمد مجددی جب مدراس تشریف فرما ہوئے تو آپ نے آپ کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے ۔

آپ علوم شریعت اور راہ طریقت کے شہسوار اور ورع و تقویٰ کے پیکر کامل تھے ۔آپ نے خدمت خلق ، خدمت دین اور علوم شریعت کی نشرو اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اخلاق محمدی کا رخشندہ مینار تھا ۔آپ کی برسوں کی عبادت اور مجاہدہ نے

معرفت کی نورانی منزل بھی پالی تھی۔ آپ کے دیے ہوئے فتووں کا اعتراف مصنف "نزھتہ الخواطر مولانا حکیم سید عبدالحی فرنگی محلی نے کیا ہے اور آپ سے دینی مسائل پر رائے اور مشورہ بھی کیا ہے۔

آپ کو حکومت مدراس نے 1880ء میں اہل سنت والجماعت کا قاضی مقرر کیا۔ آپ نے متعدد کتابیں عربی فارسی اور اردو میں لکھی ہیں جو آج نایاب ہیں اور جو غیر مطبوعہ کتابیں ہیں وہ کتب خانہ مدرسہ محمدی میں محفوظ ہیں (120)۔

فوائد عبیدیہ (عربی)	لغات الف لیلی (فارسی)
تکملہ جمع الجوامع (عربی)	نصائح نامہ (فارسی)
شرح قصیدہ بردہ	کفایت المتعلم (123)
الصلواہ لطیبات علی خیر البریات	تحفتہ الزائرین (126)
حاشیہ بر شرح تہذیب	تحفتہ اللبیب فی نعل الحبیب
حاشیہ رشیدہ بر مناظرہ	گلزار سعادت (127)
رسالہ درود الصلواہ القرآنیہ	نور القلوب
رسالہ نحو (فارسی)	رد فتوئ

* روضتہ الکلمہ فی حدیث المسلسل (عربی) غیر مطبوعہ
* فتوئ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول عیسیٰؑ (125)
* ربیع الانوار فی مولود سید الابرار (124)

غیر مطبوعہ اردو کتابوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فتویٰ عبیدیہ ۲۔ چہل حدیث ۳۔ شرح قصیدہ بردہ

۴۔ شرح دیوان مظہر (ناتمام) ۵۔ سفر نامہ حرمین شریف

آپ ۱۵ / ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۲ / ستمبر 1927ء کی رات واصل بحق ہوئے۔ احاطہ مسجد والاجاہی میں مولانا مولوی شہاب الدین کے پہلو میں سپرد خاک ہوے۔ آج بھی آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

ستوں نہیں تھا اور نوی ایسی شخصیت موجود نہیں سی جو نوجوانوں میں علم کا جذبہ پید
کے جد امجد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ نے جب اس دیہاتی زندگی میں گھٹن سی محسو

۹۰۔ قاضی محمد عبداللہ حسین خلیل

قاضی خلیل فرزند مولانا قاضی اکبر حسین بمقام حضرت مکان، ویلور ۱۲۷۱ھ / 1857ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حضرت قطب ویلور کے زیر سایہ ہوئی اور پھر حضرت مولانا قلندر حسین اطہر سے فیض یاب ہوئے۔ فارسی اور اردو زبان میں اچھے شعر کہتے تھے۔ آپ کی شاعری پڑھنے کے بعد اتنا احساس ضرور ہوتا ہے کہ آپ مولانا حالی اور اقبال سے بیحد متاثر تھے۔

۱۳۰۰ھ / 1882ء میں "دبستان خلیل" منظوم رسالہ شائع کیا۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد "لطائف شعراء" کی تالیف کی۔ آپ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے میر حسین علی کرمانی کی فارسی کتاب "نشان حیدری" کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کتاب کا نام "نزہت الاعیان" رکھا۔

آپ کی دوسری تصانیف میں رسالہ منتخب الاعداد (غیر مطبوعہ) رسالہ تحویل اوزان (غیر مطبوعہ) رسالہ "قوۃ الاسلام" مطبوعہ اور "حکایات لطیف" (اردو)، "رسالہ قواعد" (اردو) قابل ذکر ہیں۔

آپ زندگی بھر مسلم معاشرے کی اصلاح اور نوخیز مسلم بچوں کی تعلیم و تدریس میں مصروف رہے۔ ویلور میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد کرناٹک میں مدرسۂ اسلامیہ اور مدرسۂ قوۃ الاسلام کی صدر مدرسی پر ۳۰ سال مامور تھے۔ ۱۵/ ڈسمبر 1880ء میں ان مدرسوں سے دست کش ہونے کے بعد گھر پر ہی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ نے ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں وفات پائی۔

۹۱۔ مولانا مولوی عزیز جنگ بہادر

آپ کی ولادت ۱۲/ ربیع الاول ۱۲۷۲ھ / 1855ء ضلع نیلور مدراس میں ہوئی۔ جب کہ نیلور مدراس پریسیڈنسی میں شامل تھا۔ آپ اہل نوائط سے تھے۔ آپ نے اپنے نانا مولوی محمد غازی الدین غازی محمد حسین خان قادری راقم اور مولوی محمد حبیب اللہ ذکا (شاگرد مرزا غالب) سے فارسی اور مولانا محمد شہاب الدین، مولوی سید وجیہ الدین اور مولوی سید غلام دستگیر سے عربی تعلیم حاصل کی۔ فن شاعری سے بھی آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ حافظ محمد باقر کے زرین قلم سے فن خطاطی بھی سیکھا۔ وائسرائے ہند نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو شمس العلماء اور خان

بہادر کے اعزاز عطا کئے (128)

آپ نے اساتذہ فن کی غزلوں پر بہت زیادہ غزلیں لکھیں بالخصوص مومن خان مومن کی زمینوں میں آپ کی بہت زیادہ غزلیں ملتی ہیں۔ آپ کے اکثر خیالات میں فانی بدایونی کی قنوطیت اور یاسیت کے نقوش بدرجہ اتم موجود ہیں۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی نے لکھا ہے کہ آپ کو سنجر طہران، داغ اور جلیل سے بھی تلمذ حاصل رہا ہے (129)

۱۲۹۰ھ / 1873ء میں سرکاری نظام کے صیغۂ عدالت میں خوشنویسی کی خدمت پر مامور ہوئے پھر اس کے بعد سرکاری نظام میں مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ۱۳۰۹ھ / 1891ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

برسوں ہفت روزہ "عزیز الاخبار" اور ماہ نامہ "تکمیل الاحکام" کے مدیر رہے۔ آپ کی زندگی کے تقریباً ۲۵ سال تصنیف و تالیف میں گزرے۔ فن تاریخ پر بہت زیادہ کام کیا۔ آپ کی اہم ترین کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ خزینۃ الحساب مطبوعہ ۱۲۹۶ھ / 1878ء

۲۔ عمدہ القوانین مطبوعہ ۱۲۹۸ھ / 1880ء

۳۔ اعظم العطیات مطبوعہ ۱۲۹۸ھ / 1880ء

۴۔ عطیات آصفیہ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ / 1893ء

۵۔ تاریخ النوائط مطبوعہ ۱۳۲۲ھ / 1904ء

غیر مطبوعہ تصانیف:

۶۔ سیاق دکن

۷۔ ذخیرہ کھاد

۸۔ امراض الفصول

۹۔ محبوب السیر الموسوم بہ تاریخ عزیزیہ

۱۰۔ آصف اللغات

۹۲۔ مولانا مولوی حکیم محی الدین حسین چیدا انور

آپ ۱۲۷۴ھ / 1857ء میں بمقام ویلور پیدا ہوئے۔ دار العلوم لطیفیہ کے علماء سے عربی اور فارسی پڑھی۔ حصول علم کے بعد اسی مدرسہ میں ناظم کے فرائض انجام دئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ شاعری میں آپ کو میر مہدی ثاقب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ اپنے استاد کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ آپ کی شاعری کا کوئی مجموعہ نہیں شائع ہوا مگر اردو نثر کی دو کتابیں کتب خانہ لطیفیہ، حضرت مکان ویلور میں احقر نے دیکھی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سفر نامہ حرمین ۲۔ طب روحانی

دوسری کتاب "طب روحانی" موضوع کے اعتبار سے بڑی نادر و نایاب کتاب ہے لیکن اتنی کرم خوردہ حالت میں ہے کہ اور چند سالوں میں اس کے پرزے ہی ہاتھ لگیں گے۔ آپ کا انتقال بروز جمعہ ۱۴ / رجب المرجب ۱۳۳۶ھ / 1918ء میں ہوا۔

۹۳۔ مولانا مولوی نواب تجمل حسین خان بہادر ایمان گوپاموی

آپ بمقام گوپامو (مضافات لکھنو) ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا مولانا محمد اکرم سے حاصل کی۔ عربی اور فارسی کتابیں حضرت مولانا خیر الدین، مولانا عبد الحق خیر آبادی سے پڑھیں۔ اچانک آپ کے والد کے انتقال نے شیرازہ زندگی بکھر دیا تو اپنی والدہ نیاز فاطمہ کے ساتھ حیدر آباد دکن چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر محسن الملک کی سرپرستی میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد اپنے چچا نواب رفعت الملک کی خواہش پر اپنی والدہ کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مستقل طور پر بود و باش سنبھالی چونکہ نواب رفعت الملک کا تعلق نوابان آرکاٹ سے تھا جو ان کے ہم وطن تھے۔ نواب تجمل حسین خان ایمان گوپاموی کی ذہنی تربیت و پرورش صحیح معنوں میں مدراس کے علمی و ادبی ماحول میں ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے وقت کے جید علماء سے نہ صرف علم و فن کی انمول دولتیں حاصل کیں بلکہ علوم ظاہریہ و باطنیہ سے سرفراز ہوئے اور شمس العلماء مولانا مولوی شاہ عبد الوہاب قادری بانی مدرسۂ باقیات الصالحات کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد خرقۂ خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔

مولانا ایمان کی علمی استعداد، ذہانت، فطانت اور اخلاق و اوصاف سے اپنے دور کے

جلیل القدر علماء بے حد متاثر تھے۔ یہ وہ دور تھا جب کہ شمال میں سید ضامن علی جلال لکھنوی کا طوطی بول رہا تھا اور ان کی زبان دانی فنی نکتہ رسی، فکری تابانیوں کا سکہ ہر طرف رائج تھا۔ جلال لکھنوی کی شہرتیں مدراس تک پہنچیں تو مولانا نے ان کی شعری استعداد سے متاثر ہو کر ان سے خط وکتابت کے ذریعہ اپنے کلام پر اصلاحیں لیں اور کئی مرتبہ بالمشافہ لکھنو جار کر استاد کی خدمت میں بھی حاضری دی۔ کلام ایماں کے غائر مطالعہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مولانا شعوری طور پر داغ اور جلال سے بے حد متاثر ہوے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ہاں رعایت لفظی، صنائع وبدائع کا استعمال صحیح طور پر ہوا ہے۔ مولانا کی شاعری میں جہاں تغزل کی خوشبو ہے وہیں شدت احساس کی بے شمار بہاریں جلوہ فرما ہیں۔

شاعری کے علاوہ مولانا نے اردو نثر میں بھی بڑی معرکتہ الاراء کتابیں اردو ادب کو دی ہیں۔ مذہبی موضوعات پر بڑی شگفتہ اور ٹکسالی زبان میں آپ کی تحریریں ٹمل ناڈو کے اردو ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی نادر اور نایاب کتاب "پردہ" پڑھنے کے بعد آپ کی علمی معلومات، منصفانہ مزاج اور پاکیزہ خیالات کا صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے۔

آپ ۱۳۵۹ھ / 1904ء میں مالک حقیقی سے جا ملے اور مسجد والاجاہی کے صحن میں سپرد خاک ہوے۔ آپ کی وفات شہر مدراس کی علمی اور دینی تاریخ کا المناک واقعہ ہے۔

حضرت ایمان کی جملہ تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ "دیوان ایمان" زیر طبع ہے جسے حضرت محبوب پاشاہ محبوب کے پاس موجود ہے۔

مطبوعہ کتابیں:

"مثنوی اشتیاق نامہ" ۱۳۰۲ھ / 1884ء احمدی پریس، مدراس

"قصائد ایماں" ۱۳۷۲ / 1952ء مدینہ پریس مدراس

"ابتہاج فی ذکر الحسین بن منصور الحلاج" (تذکرہ) ۱۲۴۳ھ / 1827ء غوثیہ پریس مدراس

"اتحاف لاہل الاضاعتہ والاسراف" (عقائد ومناظرہ) ۱۳۰۴ھ / 1954ء نظام پریس مدراس

"عقائد ایماں" ۱۳۳۲ھ / 1913

"نقد النقد فی قصہ الخضر" (سوانح) مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء غوثیہ پریس مدراس

"تعلیم النسواں فی شروط الایماں" (عقائد) احمدی پریس مدراس

"تعبیر نامہ ایماں" ۱۳۰۵ء / 1955ء حیدری پریس مدراس

غیر مطبوعہ:

۱۔ حرز الایمان ۲۔ پردہ ۳۔ محبت حسین (مناظرہ)

۴۔ التذکیر بآیۃ التطہیر (شرح آیۃ التطہیر) (تفسیر)

مندرجہ بالا کتابوں میں اکثر کتابیں راقم نے کتب خانہ اہل اسلام میں دیکھی تھیں۔ لیکن آج اس کتب خانہ سے یہ تمام کتابیں نہ صرف غائب ہیں۔ بلکہ کتب خانے کو چند مفاد پرستوں نے ڈھادیا ہے۔

۹۴۔ مولانا عبدالقدوس ضو ویلوری

آپ بمقام ویلور ۱۲۸۱ھ / 1865ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم مدرسہ باقیات الصالحات میں ہوئی۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت خواجہ محمد صبغت اللہ باشاہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور سید شاہ مخدوم اللہ کے طالب ہوئے۔

آپ کی شادی مدراس کے ملک التجار حاجی محمد باشاہ کی صاحب زادی سے ہوئی تو آپ نے مدراس کا رخ کیا اور شریف الشعراء سید شاہ صادق الحسینی شریف مدراسی کے شاگردوں میں شریک ہوئے۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی ۱۳۲۰ھ / 1902ء میں ہوئی دوسری بیوی کی موت کے بعد تیسری شادی کی۔ جب آپ کی تیسری بیوی نے بھی داغ مفارقت دے دیا۔ تو آپ کے دل و دماغ پر بڑی کاری ضرب لگی۔ جس کا اظہار آپ نے اپنے اشعار میں برملا کیا ہے۔ آپ نے جن جاں گسل اور روح فرسا حالات کا سامنا کیا ہے۔ ان کی بہترین تصویریں اپنی شاعری کے مجموعہ "دیوان پرتو" مطبوعہ ۱۳۰۹ھ مطبع شرفیہ طلسم حیرت میں پیش کی ہیں۔

آپ نے ۱۳۶۵ھ / 1946ء بمقام مدراس میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا کلام "دیوان ضو" ۱۳۰۹ھ میں ترتیب دیا۔

۹۵۔ مولانا مولوی گنڈو محمد عبدالقادر شاکر وانمباڑی

آپ ۱۲۸۲ھ / 1865ء میں بمقام وانمباڑی (شمالی آرکاٹ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت وانمباڑی کے دینی علمی اور ادبی ماحول میں ہوئی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ

نے مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور کا رخ کیا اور وہاں اعلیٰ حضرت شاہ عبد الوہاب قادری (المتوفی ۱۳۳۷ھ) کی ذات گرامی سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے علوم ظاہریہ اور علوم باطنیہ سے فیض یاب ہوئے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اپنا آبائی پیشہ تجارت اختیار کیا۔

اس فن کار کی صحیح قدر و منزلت خود اپنی ہی سے سرزمین میں نہیں ہوئی شاید اسی پس منظر کے پیش نظر مدراس کے "شہر استاد" شاعر شریف مدراسی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) نے ماحول میں بسنے والے جہلا کی تصویر یوں کھینچی ہے۔

مدراس سا ناقدر کوئی شہر نہیں

حضرت شاکر وانمباڑی کی مادری زبان "ٹمل" تھی لیکن ان کی اردو زبان دانی، فنی چابکدستی، فکری موشگافیوں کا اعتراف داغ دھلوی، حکیم غلام علی بلیغ قادری مدیر "اردو پنچ" بمبئی اور استاذ الاساتذہ مولانا مولوی حکیم نظامی، عالم دین مولوی محمد یعقوب خان مدہوش (131) دہرہ دونی نے کیا ہے۔ حضرت شاکر کی جو کتابیں منصۂ ظہور پر آچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ "دیوان شاکر" مطبوعہ ۱۳۱۳ھ / 1895ء

۲۔ "مائدہ شاکر" ۱۳۱۸ھ / 1896ء بمبئی

۳۔ "چمنستان شاکر" ۱۳۱۸ھ / 1901ء آگرہ

۴۔ "گلدستہ شاکر" ۱۳۲۶ھ

۵۔ تحفۂ شاکر ۱۳۲۷ھ / 1910ء بمبئی

۶۔ حدیقۂ شاکر ۱۳۲۷ھ / 1910ء بمبئی

۷۔ صحیفۂ ذکر اللہ ۱۳۳۹ھ جلد اول جلد دوم 1920ء مدراس

۸۔ ترانۂ شاکر ۱۳۳۸ھ / 1919ء

۹۔ یادگار شاکر ۱۰۔ صراط المستقیم تلبیہ زبان ۱۱۔ ام القرآن تلبیہ زبان

۱۲۔ الحکم الفاخر العفر الشاکر ۱۳۔ مثنوی معارف الشاکر

مندرجہ بالا شعری کتابوں کے علاوہ حضرت شاکر نے اردو نثر میں ایک کتاب "ہندوستانی حروف"، "انجمن ترقی اردو" کے لیے لکھی۔ موصوف کی یہ تصنیف بڑی عجیب و غریب تصنیف ہے۔ موصوف نے ہندوستان میں سر اٹھانے والے اردو ہندی رسم الخط کے جھگڑوں سے بے حد متاثر ہو کر اردو کے لیے ایک بالکل نیا رسم الخط ایجاد کیا تاکہ تمام ہندوستانی

بغیر لسانی تعصب کے اس کو سیکھ سکیں۔

آخرش تمل ناڈو کا یہ روشن ستارہ اپنی ساری علمی وفکری تابانیاں اور توانائیاں عالم شعروادب میں بکھیر کر ۲۳ / جولائی 1923ء کی صبح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ مگر اس کی روشن یادیں اس کی خاموش خانقاہ (باقیات) اور اس کے نام سے آباد محلہ "شاکر آباد" آج بھی ہمارے دیدہ ودل کی ٹھنڈک بنے ہوئے ہیں۔

شاکر نے جان دے کے وفا کا دیا ثبوت
ایسا ملے گا آپ کو پھر جانثار کب

۹۶ نواب عبدالرؤف خان بہادر پرتو

آپ فرزند خورشید احمد خان اور نواب عظیم جاہ ہفتم کے نواسے تھے۔ آپ بمقام مدراس ۱۲۸۲ھ / 1865ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ختم کرنے کے بعد اپنے دور کے اکابر علماء سے عربی فارسی زبانوں پر کمال حاصل کیا اور مولانا سید شاہ حسین محرم (المتوفی ۱۳۴۷ھ / 1928ء) کے دست مبارک پر نہ صرف بیعت سے مشرف ہوئے بلکہ روحانی فیوض سے بھی سیراب ہوئے۔

آپ کو شعروادب کے ساتھ ساتھ دین ومذہب اور تصوف سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ اپنے دور کے عظیم شاعر سید صادق الحسینی شریف مدراسی کی شاگردی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقبولیت، شہرت اور ہردل عزیزی عطا کی جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کی خوش نصیبی کا زندہ ثبوت آپ کے نام سے منسوب کی گئی گلی ہے جو آج بھی رائی پیٹ، مدراس کے احاطہ میں "پرتو" اسٹریٹ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ کی شاعری زبان و بیان کے فنی اسقام سے مبرا ہے۔ آپ نے بھی اپنے استاد کی طرح مرزا غالب کی زمینوں میں بہت زیادہ غزلیں کہی ہیں۔ جس پر تنقید و تبصرے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کی وجہ سے آپ کے شعری جذبوں میں سوز وگداز اور گہرائی وگیرائی نہ پیدا ہو سکی جو آپ کے استاد شریف مدراسی کے کلام کا خاصا تھی۔

یکم ڈسمبر ۱۳۴۵ھ / 1926ء کو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور اسی

دن شام بعد نماز مغرب احاطۂ مسجد والاجاہی نیتق مدفون ہوے۔
آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱۔ کلیات پرتو مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء
۲۔ دیوان پرتو ۳۔ مثنوی حرزجان
۴۔ نغمۂ پرتو ۱۳۲۱ھ / 1903ء
۵۔ نظم دلچسپ ۶۔ نظم دلفریب ۱۳۳۹ھ / 1920ء
۷۔ گلدستۂ پرتو ۱۳۰۱ھ / 1883ء
۸۔ راہ نجات و زاد راہ پرتو
۹۔ دیوان فارسی ۱۰۔ گلدستۂ اصفہان پرتو

۱۔ کلیات پرتو مطبوعہ ۱۳۰۸ھ / 1890ء
۲۔ دیوان پرتو ۳۔ مثنوی حرزجان
۴۔ نغمۂ پرتو ۱۳۲۱ھ / 1903ء
۵۔ نظم دلچسپ ۶۔ نظم دلفریب ۱۳۳۹ھ / 1920ء
۷۔ گلدستۂ پرتو ۱۳۰۱ھ / 1883ء
۸۔ راہ نجات و زاد راہ پرتو
۹۔ دیوان فارسی ۱۰۔ گلدستۂ اصفہان پرتو

۹۷۔ شمس العلماء علامہ شاہ عبدالجبار قادری

آپ ۱۲۸۶ھ / 1869ء میں بمقام وانمباڑی پیدا ہوے۔ بانی باقیات عبدالوہاب صاحب کی سرپرستی میں نہ صرف آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی بلکہ عربی علوم و فنون پر بھی قدرت حاصل کی اور علوم منقولات و معقولات کے ساتھ ساتھ علوم ظاہریہ و باطنیہ سے بھی سرفراز ہوے مولانا راہی فدائی نے اپنے مقالہ "مدارس ویلور کی ادبی خدمات" میں لکھا ہے کہ آپ کی علمیت سے متاثر ہوکر حکومت برطانیہ نے آپ کو ۱۳۵۱ھ / 1932ء میں شمس العلماء کے خطاب سے بھی نوازا۔ آپ کے تبحر علمی اور تدریسی خدمات کا شہرہ علامہ شبلی نعمانی تک پہنچا تو علامہ نے آپ کو

دار العلوم ندوۃ العلماء کے صدر المدرسین کی ذمہ داری سونپنے کی کوشش کی ۔ لیکن مولانا نے نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر اس منصب کو قبول نہیں کیا ممکن ہے کہ مولانا نے اپنی خانگی حالات کے پیش نظر دور دراز کا سفر کرنے اور وہاں قیام پذیر ہونے سے گریز کیا ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا نے اپنی دینی خدمات کی روشنی سے خود اپنی سرزمین کو منور و معطر کرنے کا عزم صمیم رکھتے تھے ۔

آپ کے عربی مضامین ماہنامہ "الندوہ" میں بالالتزام شائع ہوئے تو موصوف کے مضامین سے متاثر ہوکر مولانا سید سلیمان ندوی، جمال محی الدین بانی جمالیہ عربک کالج مدراس کے ہمراہ ویلور سے گزرتے ہوئے مولانا عبد الجبار سے شرف نیاز حاصل کرنے باقیات صالحات تشریف لائے لیکن بد قسمتی سے مولانا سید سلیمان ندوی کو شرف ملاقات نہ حاصل ہو سکا ۔

آپ کو عربی شاعری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا اور آپ کی عربی منظومات ہندوستان کے موقر اور مقتدر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور آپ کی اردو تفصیلات میں " اصلاح ذات العین بدفع الشقاق عن الزوجین " ، " التجرید فی اثبات وحدہ الوجود والتوحید " اعادیہ الناس من شر الوسواس اور الحجۃ القطعیۃ بجواز الخطبۃ العجمیۃ قابل ذکر ہیں ۔

آپ ۱۳۵۳ھ / 1934 ء میں بمقام ویلور واصل بحق ہوئے ۔ آپ کی تدفین بڑے قبرستان میں علمائے باقیات کے لئے مخصوص حصہ "قطعۃ الصالحین" میں عمل میں آئی ۔

۹۸۔ ابراھیم عبد القادر

آپ ۱۲۸۷ھ / 1870 ء میں کیلاکرائی میں پیدا ہوئے ۔ آپ اپنے دور کے مشہور شاعر ادیب اور عالم تھے ۔ آپ نے عبد اللہ ابن مالک کی کتاب "خلاصۃ العالیہ" کی تشریح ٹمل زبان میں لکھی اور یہ کتاب "تحفۃ السادۃ" کے نام سے شائع ہوئی ۔ آپ نے ۱۳۶۵ھ / 1945 ء میں دار فانی سے رخصت فرمایا ۔

۹۹۔ مولانا سید خواجہ معین الدین چشتی سلام

آپ ۱۸ / صفر ۱۲۸۷ھ / 1870 ء میں مدراس میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے عربی اور

فارسی کی تعلیم مدراس کے جید علماء سے حاصل کی۔ انگریزی زبان پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں آپ کو حبیب کنتوری (کنتور مدراس سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا شہر) سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کی ایک مثنوی "آشوب وفا" شائع ہو چکی ہے جو سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

۱۰۰۔ نواب محمد منور خان گوہر

آپ فرزند عبدالغنی خان امیر (المتوفی ۱۲۵۹ھ / 1843ء) بمقام مدراس ۱۲۸۸ھ / 1871ء میں پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی کی تعلیم شہر مدراس کے جید علماء و فضلاء سے حاصل کی اردو شاعری کا ذوق آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ لیکن اردو نثر میں آپ نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے مرتے دم تک تصنیف و تالیف کو اپنی زندگی کا اہم ترین مشن بنایا اور "سخنورانِ بلند فکر" (132) ترتیب دیکر نہ صرف مدراس کے ادباء و شعراء کا تعارف پیش کیا بلکہ سارے جنوبی ہند کی دینی و علمی تاریخ کے روشن باب اکابرین علم و ادب کے سامنے رکھ دیے ہیں۔

۱۳۴۹ھ / 1930ء میں Retired ہونے کے بعد حیدرآباد گئے اور وہیں ۱۷ / ربیع الاول ۱۳۶۱ھ / 1942ء میں مالک حقیقی سے جا ملے۔

۱۰۱۔ مولانا مولوی عبدالصمد علمی

آپ کی پیدائش بمقام پٹ، مدراس میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر اپنے والد بزرگوار عبدالقادر سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسۂ باقیات صالحات میں داخلہ لیا اور اپنے وقت کے جید علماء سے بھرپور استفادہ کیا۔ بیک وقت آپ کو عربی، فارسی اور زبانوں پر ملکہ حاصل تھا اور ان تینوں زبانوں میں شاعری کا مشغلہ جاری رکھا۔ آپ کی ایک طویل مثنوی "ردِ ملحد" منصۂ شہود پر آئی جس میں نقادِ اعظم مولانا نیاز فتحپوری "مدیر ماہنامہ نگار پاکستان" کے ملحدانہ خیالات کا رد پیش کیا گیا تھا۔

آپ کو سیاست سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ کانگریسی ہونے کے ناطے اپنے دور کے مشہور

صحافی عبدالحمید شرر آلندوری اور گاندھی جی سے مراسلاتی تعلقات تھے(133) ۔

آپ کا انتقال یکم فروری ۱۳۶۱ھ / 1942ء میں بروز جمعہ بمقام ویلور ہوا۔

آپ کی وفات کے ٹھیک ایک سال بعد ۱۳۶۲ھ / 1943ء میں آپ کے یار غار اور اردو دنیا کے مشہور اور جلیل القدر صحافی عبدالحمید شرر (جن کی گاندھی جی بڑی عزت کرتے تھے) بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

آپ کی حسب ذیل کتابیں مشہور ہیں۔

۱۔ لامیۃ العلمی مطبوعہ ۱۳۵۵ھ / 1935ء

۲۔ دالیۃ العلمی مطبوعہ ۱۳۵۳ھ / 1934ء

۱۰۲۔ مولانا خطیب محمد اعظم سفیر بلنجپوری

آپ بمقام بلنجپور، ویلور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت بھی مدرسۂ باقیات صالحات میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت عبدالوہاب ویلوری کی نگاہ خاص نے آپ کو ذرے سے آفتاب بنا دیا۔ جس کا اظہار آپ نے اپنی کتاب "فغان اعظم" مطبوعہ ۱۲۳۷ / 1821ء میں کیا ہے۔ آپ نے اردو شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔ آپ نے مختلف شعراء کے قصائد اور نعتوں کے مجموعے "مخزن اعظم" اور "چمنستان اعظم" کے نام سے شوکت الاسلام پریس بنگلور سے شائع کیے۔ آج بھی آپ کے ترتیب دیے ہوئے مذکورہ قصائد اور نعتیں رمضان کی مبارک راتوں اور اعیاد کے موقوں پر کرناٹک، آندھرا اور مدراس کے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔

آپ کی صحیح تاریخ وفات کا پتہ نہ چل سکا۔ بہر کیف مالک "شوکت الاسلام پریس" کے فرزند جناب قادری صاحب کا بیان ہے کہ وہ ۱۳۶۱ھ / 1942ء تک بقید حیات تھے۔

۱۰۳۔ مولانا محمد عبدالمجید پنگنوری

آپ ایک ایسی بنجر سرزمین (پنگنور) میں پیدا ہوئے جہاں کسی انسان میں حصول علم کا شوق نہیں تھا اور کوئی ایسی شخصیت موجود نہیں تھی جو نوجوانوں میں علم کا جذبہ پیدا کر سکے۔ آپ کے جد امجد کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ آپ نے جب اس دیہاتی زندگی میں گھٹن سی محسوس کی تو پندرہ

سولہ سال کی عمر میں بڑی کسمپرسی کے عالم میں گاؤں اور گھر کے ماحول کو خیر باد کہا پلم نیر ( ) Palamanair پہنچے ۔یہاں کی مسجد کے امام کے پاس عربی کی ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن پورا کیا ۔دینی علم کی تشنگی کی لہروں کا جوش آہستہ آہستہ اوج پر آیا تو آپ نے حضرت مولانا شمس العلماء عبدالوہاب سے فیض یاب ہونے کی غرض سے مدرسۂ باقیات صالحات میں داخلہ لے لیا۔ دو سال یہاں کی نصابی کتابیں پڑھنے کے بعد شہر بلہاری گئے وہاں درس گاہ مسجد قادریہ کے قابل استاد شیخ عبدالقادرؒ سے تفسیر، اصول، حدیث فقہ اور منطق کی کتابیں پڑھیں اور ان علوم میں ملکہ حاصل کیا ۔یہ زمانہ تھا جب کہ حضرت مولانا شاہ احمد حسین کانپوریؒ کی علمی خدمات دارالعلوم لطیفیہ کو حاصل تھیں۔

پھر آپ مدرسۂ اسلامیہ کرنول سے فیض یاب ہوئے ۔کرنول میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے استاد کے ایماء پر مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں آستانۂ رشیدیہ سے باطنی وروحانی فیض حاصل کئے ۔ پھر آپ امام ربانی کے دست مبارک پر نہ صرف بیعت سے مشرف ہوئے بلکہ خرقۂ خلافت اور عمامۂ فضیلت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تقریباً پندرہ سال کی مسلسل محنت کے بعد انوار توحید و برکات کا خزانہ لے کر جب وطن مالوف واپس ہوئے تو وہاں وہی جہالت کے آثار ، وہی لادینی اندھیرے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے ۔آپ نے خطبات اور مواعظ کے ذریعہ لوگوں کی جہالت دور کرنے کی لاکھ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے آخر تنگ آکر وانمباڑی ، شمالی آرکاٹ کا رخ کیا ۔یہاں پہنچ کر مولانا خطیب عبدالرحمان کی سفارش پر " مدرسۂ مفید عام (134) کے مدرس مقرر ہوئے ۔آپ نے اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک وہ دینی خدمات انجام دی ہیں ۔جن کا ہر نقش ہر دور میں منور رہے گا

۱۳۵۶ھ / 1937 ء میں آپ واصل بحق ہوئے اور مسجد قدیم کے قبرستان میں مدفون ہوئے ۔آپ کی ترجمہ شدہ کتاب "بشیر و نذیر " ابو صالح محمد عبدالجلیل الخطیب نے ترتیب دے کر مکتبہ زہرہ ملت وانمباڑی سے ۱۳۸۲ھ / 1962 ء شائع کی ہے۔

۱۰۴۔ علامہ اے۔ کے۔ عبدالحمید باقوی

آپ فرزند حاجی قادر محی الدین راؤتر بمقام آتور، ضلع سیلم ۲۶/ نومبر 1876 ء / ۱۲۹۳

ھ میں پیدا ہوئے۔ گھریلو ماحول مذہبی تھا اس لیے ابتدائی تعلیم خود اپنے بزرگوں سے حاصل کی اور اعلی تعلیم کے لیے ویلور گئے اور وہاں باقیات صالحات کے علماء سے عربی فارسی اور ٹمل زبانوں پر قدرت حاصل کی۔ آپ ٹمل زبان کے بہترین مقرر تھے۔

آپ نے شہر مدراس کے مختلف صوبوں میں شراب نوشی کے خلاف اسلامی نکتہ نظر سے بڑی بصیرت انگیز تقریریں کی ہیں۔ آپ کی عالمانہ اور فاضلانہ تقاریر کا اعتراف باقیات کے اکابر علماء نے کیا ہے۔ آپ نے گاندھی جی کی تحریک کا بھرپور ساتھ دے کر گاندھی جی کے ہمراہ ٹمل ناڈو کے مختلف اضلاع کا سفر کیا ہے۔ مولانا آزاد صبحانی کا بھی آپ سے گہرا دوستانہ تھا۔

آپ نے ایک معرکتہ الارا، تحقیقی کتاب فطری مذہب (Erakai Madham) لکھی جس پر مقدمہ ٹمل ناڈو کے مشہور و معروف " ڈی کے " کے لیڈر (E.V.Ra Periyar) نے لکھا اور یہ کتاب 1925ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئی تھی۔ (135) آگے چل کر اس کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں ملنگ احمد باشا (وانمباڑی، شمالی آرکاٹ) نے کیا اور ترجمہ 1925ء کے اواخر میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔

اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب رونما ہوا وہ یہ کہ آپ نے سیاست کو خیرباد کہا اور ہمیشہ کے لیے اسلامی خدمات کی طرف رجوع ہو گئے۔

آپ کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف کا ترجمہ ٹمل زبان میں بنام " ترجمتہ القرآن " کیا ہے اور اس ترجمہ کی پہلی جلد کی اشاعت 1942ء میں حیدر آباد کے نواب نظیر جنگ بہادر کے مالی تعاون سے ہوئی (136) اس ترجمہ کی اشاعت کے بعد ٹمل ناڈو کے علماء کے درمیان آپ کی شہرتیں آفاق کو چھونے لگیں لیکن آپ نے کبھی غرور و تکبر سے کام نہیں لیا۔ وہی سیدھی سادی زبان وہی خوش اخلاقی، وہی خلوص و مروت کے دائرے میں بقیہ زندگی بھی گزار دی۔

آپ ۱۳۷۴ھ / 1955ء میں بمقام کاریکال انتقال فرمایا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی نرینہ اولاد میں یم کے یم عبد الصمد آج مشہور زمانہ ہیں، فی الحال ٹمل ناڈو مسلم لیگ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری ہیں۔ آپ کے زیر ادارت ایک ٹمل روزنامہ "منی چوڈر" بھی جاری ہے۔ آپ مسلمانوں کے سرگرم کارکن ہیں۔

۱۰۵۔ شمس العلماء نواب عبدالرحمان خان بہادر شاطر

آپ فرزند خان بہادر نواب عبدالغنی خان امیر (137) المتوفی ۱۳۰۶ھ / 1888 بمقام مدراس ۱۲۹۴ھ / 1877 ء میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد فارسی اور عربی کے جید عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ آپ نے مذہبی گھرانے میں ہوش سنبھالا اور علمائے دین کے درمیان سانس لی تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ خدا ترس اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔

آپ نے عربی فارسی اردو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار اور اپنے وقت کے اکابر علماء سے حاصل کی مولوی سید شاہ حسین قادری محرم (138) کے دست مبارک سے بیعت و خلافت کی پرنور ساعتوں سے مشرف ہوئے۔ شاعری میں شریف مدراسی کی شاگردی میں آفاق گیر شہرتیں پائیں۔

آپ کو شعرائے مدراس میں امتیازی مقام حاصل تھا۔آپ نہ صرف اردو کے باکمال شاعر تھے بلکہ مختلف علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھتے تھے(139) آپ نے اردو شاعری میں ایک راہ نکالی جو نہ قدیم نہ جدید۔آپ لکیر کے فقیر بھی نہیں تھے کہ صرف غزل ہی کو اپنے اظہار خیال کا مرکز بنائیں بلکہ اردو شاعری کی مختلف اصناف مثلاً قصیدہ، مثنوی، رباعی، قطعہ کو بھی اپنے واردات قلبی کا ماخذ و منبع بنایا۔خوشی اس بات کی ہے کہ آپ نے اپنے کلام کو سطحی عشق، بازاری آہ وفغاں، اور بے روح گلہ وشکوہ کا نمونہ نہیں بنایا۔آپ جانتے تھے کہ زندگی کی ہر خوشی آنے والے غموں کا پیش خیمہ ہوتی ہے اس لیے آپ بہت زیادہ خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹنا اور غموں کو اپنے سینے سے لگاکر واویلہ مچانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ اپنے خیالات کو موثر اور دلکش انداز میں پیش کرنے کے گر سے واقف تھے۔آپ کے ہاں محاورات کا استعمال صحیح اور برمحل ہوتا تھا۔آپ کا کلام ثقیل الفاظ اور مشکل تشبیہات سے مملو ہونے کے باوجود نہایت عمدہ اور پرلطف ہوتا تھا۔

ترقی پسند دور سے بہت پہلے آپ نے "قصیدہ اعجاز عشق" کے ذریعے اردو ادب کو ایک انقلابی تصور دیا اور فکری شاعری کی بنیاد رکھی۔یہ قصیدہ فلسفۂ حیات معاشرے کے ردعمل کا روپ لیے کئی رنگوں میں ظاہر ہوا ہے۔آپ کا یہ طویل قصیدہ زبان و بیان، ایجاد واختراع، بلند تخیل، نادر تشبیہات و استعارات، مضمون آفرینی کے اعتبار سے ٹمل ناڈو ہی نہیں بلکہ سارے

ہندوستان کی علمی و ادبی دنیا میں قابل صد احترام ہے۔آپ کے مضامین میں جو نیا پن ، موضوعات میں تنوع اور خیالات میں گداختگی کے وافر عنصر ہیں وہ ہمیں میر و غالب کے قریب تر کر دیتے ہیں۔

دکھ تو اس بات کا ہے کہ آپ کے شاعرانہ کمالات ، فکری جمالیات ، عرفانی تجلیات اور معرکتہ الاراء تخلیقات کا بھرپور جائزہ آج تک کسی نقاد نے نہیں لیا ہے حالانکہ " قصیدہ اعجاز عشق " کی اشاعت کے بعد آپ کی علمی اور شعری استعداد کا اعتراف مولانا شبلی نعمانی ، ڈپٹی نذیر احمد شاد عظیم آبادی ، اکبرالہ آبادی ، عبدالحلیم شرر اور مولوی ذکاء اللہ کرتے ہوئے اس قصیدے کو اپنے دور کا کارنامۂ دانش کہا ہے۔

آپ نے بتاریخ ۱۵ / ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق 17 / مارچ 1943ء کے دن داعی اجل کو لبیک کہا اور قبرستان عبدالحق ساوی المعروف دستگیر صاحب میں سپرد خاک ہوئے۔

آپ کی حسب ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

۱۔ اعجاز عشق ۲۔ ضمیمۂ اعجاز عشق ۳۔ گلدستۂ شاطر

۴۔ " احسان عشق " ۱۳۴۳ھ / 1925ء مطبوعہ الحمیدیہ پریس مدراس

۵۔ " ضمیمۂ احسان عشق " ۱۳۴۳ھ / 1930ء مطبوعہ نوجوان احاطہ مسجد والاجاہی مدراس

۱۰۶۔ پیش امام مولوی الحاج عبدالرحیم صاحب

آپ بمقام پرانی گلی وانمباڑی میں پیدا ہوئے۔آپ کی ابتدائی تعلیم وانمباڑی کے علمی و ادبی ماحول میں ہوئی۔آپ کا شمار وانمباڑی کے جید علماء میں ہوتا تھا۔آپ بڑے حضرت کے نام سے بے حد مشہور تھے۔آپ نے زندگی بھر دینی خدمات انجام دیں اور مسجد نیلی کھیت میں امامت کے فرائض انجام دئے اور سنا ہے وفات سے دو سال پہلے۔مدرسۂ مفید عام نیلی کھیت وانمباڑی میں بھی نظامت کے عہدے پر فائز تھے۔

آپ کی ایک تصنیف " نجم الہدیٰ لمن اہتدیٰ " ۱۳۴۴ھ / 1925ء میں کریمی پریس ، مدراس سے منظر عام آچکی ہے۔یہ کتاب ۱۹ فقہی ابواب پر مشتمل ہے اور آجکل نایاب ہے

۱۰۷۔ افسر الشعراء مولانا محمد ناصر الدین بے خود

آپ ۲۵ / شعبان ۱۲۹۸ھ مطابق 1880ء میں بمقام مدراس پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولوی غلام علی بسمل سے اور فارسی نصاب کی کتابیں اپنے نانا مولوی ذاکر علی خان بہادر اکرام سے پڑھیں۔ مولانا تجمل حسین ایماں گوپاموی کے مشورے پر شعر و سخن میں حضرت ضامن علی جلال لکھنوی کی شاگردی اختیار کی آپ کا سلسلۂ نسب آرکاٹ کے مشہور و معروف صوفی شاعر سید عبداللطیف آرکاٹی سے ملتا ہے۔ اردو شاعری کے علاوہ آپ کو اردو نثر پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ کی ادارت میں مدراس کا مشہور علمی و ادبی رسالہ "المضمون" شائع ہوتا رہا۔ آپ ایک مدت تک لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن بھی رہے۔ آپ مدراس کے متعدد اسکولوں اور کالجوں کے طلباء کو اپنے علم و فن سے سیراب کرتے رہے۔ آپ نے اسکول کے طلباء کے لیے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں مفید الطلباء، معین الطلباء، جواہر اردو اور الجواہر بے حد مشہور ہیں۔

آپ کی علمی و ادبی قابلیتوں اور تعلیمی و تدریسی کے خدمات سے متاثر ہو کر مدراس کی مشہور جامعہ عربی "مدرسہ محمدی" نے آپ کو افسر الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔

آپ کو نہ صرف مختلف انواع نثر پر ملکہ تھا بلکہ اصناف نظم پر بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی خدمت علم و ادب اور قوم و ملت میں گزار دی۔ آپ کی تصانیف میں محزن بے خودی، میخانۂ خلد، رباعیات بے خود، توشۂ آخرت اور مجموعۂ تواریخ بے حد مشہور ہیں۔

آپ ۲۷ / رمضان ۱۳۷۸ھ مطابق 5 / اپریل 1959ء کو اس دار فانی سے راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۰۸۔ مولانا مولوی ابوبکر نظمی

آپ فرزند مولوی عبدالقادر بمقام مدراس ۱۳۰۱ھ / 1883ء میں پیدا ہوئے۔ علمائے مدرسۂ محمدی میں آپ کا مقام اور رتبہ بہت اونچا تھا۔ آپ نے اسی مدرسے کے جید علماء سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھیں اور تحصیل علم کے بعد اسی مدرسہ میں اپنی عمر کا طویل

تر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ آپ جیسے دین کے خدام اب خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ آپ نے دین و اسلام کے تحفظ کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ جو خدمات انجام دی ہیں۔ وہ واقعی قابلِ صد ستائش ہیں۔ آپ کے علم کا محور صرف دین و شریعت تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ شعروادب کی دنیا پر بھی محیط تھا بالخصوص آپ کی صحت مند تنقیدوں کے نقوش تاحال اہل علم کے ذہن و دل پر روشن ہیں۔ حضرت مولانا راجی صدیقی کی توسط سے راقم کو بھی مولانائے موصوف کی خدمت میں حاضری دینے اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا شرف نصیب ہوا تھا۔ آپ کا علمی تبحر، ذہانت و فطانت کی خوشبو، طبیعت کی متانت و سنجیدگی، اوصاف کی سربلندی اور روحانی پاکیزگی نے راقم کا دل موہ لیا تھا۔ اسلامیات کے ہر شعبہ میں آپ کی وسعت نظری اور تعمق و گہرائی کا احاطہ اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ہے۔ درحقیقت مولانا کی علمی و ادبی مختلف الجہات شخصیت پر بسوط کتاب لکھی جاسکتی تھی لیکن آج تک کسی نے بھی ان پر قلم نہیں اٹھایا۔ خود مدرسۂ محمدی کے احباب نے خدا جانے کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے!!!

مولانا کی غزلوں میں تخیل کی پرواز بہت بلند اور عاشقانہ رنگ کی پاکیزہ لہریں بہت نمایاں ہیں۔ عشق کی حرماں نصیبی، ہجر کی وارداتیں درد و کسک کی لذتیں، آہ و فغاں کی باتوں سے مولانا کا سارا کلام معمور ہے۔ مختلف اصناف سخن میں انہیں کمال حاصل ہے۔ بہت زود گو اور پرگو شاعر ہونے کے باوجود مولانا کے کلام میں ناہمواری کے نقوش کہیں نہیں پائے جاتے۔

مولانا اپنے دور کے عربی فارسی کے جلیل القدر استاد اور مستند شاعر تھے۔ مولانا نے اپنے کلام میں عربی و فارسی کے الفاظ اور ترکیبوں کو زیادہ ترجیح دی ہے، جس کی ہماری اردو غزل متحمل نہیں ہے۔ کہیں کہیں ان کی غزلوں میں شیخ امام بخش ناسخ کا رنگ بھی چھلکتا ہے۔

آپ کے دو شعری مجموعے اور ایک نثری کتاب منظرعام پر آچکی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مرقوم نظمی (مطبوعہ) ۲۔ حکایات عجیبہ (مطبوعہ)

اپ کی تین غیر مطبوعہ کتابیں جو راقم نے کتب خانہ مدرسہ محمدی میں دیکھی تھیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ترجمۂ عوامل ۲۔ ترجمۂ جمیل ۳۔ ترجمۂ خلاصہ

آپ نے ۱۸/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ / 1959ء میں وفات پائی۔

۱۰۹۔ مولوی عباس علی عباس

آپ کے باپ اجداد شیراز کے رہنے والے تھے۔آپ کے جد اعلیٰ آقا مرزا غلام نبی شیرازی مرحوم محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانے میں ہندوستان آئے تھے۔یہ وہ دور تھا جب کہ دہلی فتنہ و فسادات کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔آپ معہ خاندان دکن سے ہوتے ہوئے ریاست میسور آئے۔ میسور کے ہندو راجہ کی شاہانہ خیر خواہی اور علم پروری نے آپ کی علمی استعداد و قابلیت سے متاثر ہو کر آپ کو دو جاگیریں چک بالاپور اور ڈٹ بالاپور عطا کیں۔ہندو راجاوں کے بعد آپ نے نواب حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا بھی دور دیکھا۔پتا نہیں کن حالات کے تحت آپ نے کرناٹک چھوڑا لیکن بعض معتبر لوگوں سے اتنا معلوم ہوا کہ نواب والاجاہ کے تیسرے فرزند نواب سیف الملک بہادر نے آپ کی سرپرستی فرمائی اور اپنے پاس مہمان رکھا۔مدراس کے گورنر سے ملاقات کروائی گورنر نے آپ کو معلم فارسی مقرر کیا۔

مرزا غلام نبی شیرازی کے پرپوتے مولانا مولوی مرزا غلام علی عباس ۴ / ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ / 1885ء کو بمقام مدراس میں پیدا ہوئے۔آپ نے خان بہادر علی دوست خان اور مولوی رضا حسین بھکری سے عربی، صرف و نحو اور حدیث کا درس لیا۔ مولوی میر عنایت حسین موسوی اور میر مہدی حسین سے فارسی میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مولوی قاضی امجد علی خان نبیرہ نواب امجد الدولہ بہادر کی صحبتوں میں عرفان علم کلام اور دیگر علم سے مستفید ہوئے۔ ایف۔ اے ، کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۵ھ / 1907ء میں مدرسۂ اعظم میں مدرس مقرر ہوئے۔

۱۳۵۸ھ / 1939ء میں مدرسۂ اعظم سے وظیفہ یاب ہو کر ویمنس کرسچن کالج میں اردو کے لکچرار ہوئے۔اس کالج میں سولہ سال اردو کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۷ھ / 1938 میں آپ نے حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر عراق اور شام کا سفر کیا۔

آپ نے اردو شاعری میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔شاعری کے ابتدائی دور میں آپ نے حکیم ضامن علی جلال لکھنوی سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔شاعری کا ذوق آپ کو ورثے میں ملا ہے۔بہت پرگو شاعر تھے آپ کی غزلیں بلند پروازی اور عمدہ خیالات و جذبات کی آئینہ دار ہیں۔ ثقیل الفاظ سے آپ کا کلام پاک ہے۔ خیالات کو گویا موتیوں میں پرونے کے فن سے آپ بخوبی واقف تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ آپ کی شاعری میں تڑپ اور کسک کا فقدان ہے مگر پھر بھی لاجواب ہے ۔ آپ روایات کی پاس داری اور قدیم روش سے انحراف کبھی پسند نہیں کرتے تھے ۔ آپ کی قادر الکلامی کا ہر طرف شہرہ تھا ۔ آپ کی شاعری کا مجموعہ "فانوس خیال" منظر عام پر آچکا ہے ۔

اردو شاعری کے علاوہ آپ نے حضرت علیؓ کے زرین مقولات کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کیا اور یہ ترجمہ شائع بھی ہوا ۔ آپ کا بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ امام حسینؓ کی حیات طیبہ پر انگریزی زبان میں "لائف آف حسینؓ" جو تاریخی واقعات کے علاوہ رموز شہادت پر مبنی ہے ۔

آپ ۱۳۸۸ھ / 1968ء میں جوار رحمت الٰہی ہوئے اور تدفین مسجد نقشۂ کلاں کے احاطہ میں عمل میں آئی ۔

۱۱۰۔ مولانا مفتی حبیب اللہ ندوی باقوی

آپ کے والد علامہ محمد غلام محی الدین (المتوفی ۱۳۲۲ھ / 1904ء) تھے ۔ آپ بمقام ویلور ۱۳۰۴ھ / 1886ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ نے باقیات الصالحات ، ویلور اور ندوہ العلماء لکھنو میں تعلیم حاصل کی ۔ آپ متبحر عالم ، شعلہ بیان مقرر ہونے کے علاوہ عربی فارسی اور اردو کے بہترین شاعر اور ادیب بھی تھے ۔ آپ کے ہم عصر مولانا مولوی امانی پلی کنڈوی سے آپ کی علمی و ادبی چشمکیں آج بھی مشہور ہیں ۔ آپ ہ نے مدرسۂ عربیہ اسلامیہ کرنول آندھرا ، مدرسۂ مظہر العلوم آمبور شمالی آرکاٹ ، مدرسہ قوۃ الاسلام بنگلور میں مدرس اور صدر مدرس کے فرائض انجام دئے ۔

آپ ۱۳۹۱ھ / 1921ء میں واصل بحق ہوئے ۔ آپ کے فرزند مولانا فدوی باقوی نے تاریخ وفات نکالی

"از سرما برفت ظل پدر"

۱۳۹۱ھ

۱۱۱۔ افضل العلماء حکیم قادر احمد

آپ فرزند مولوی محی الدین بادشاہ ادا(141) (المتوفی ۱۳۱۷ھ / 1899ء) بمقام

مدراس ۱۳۰۸ھ / 1890ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے دادا حافظ تقی حسین سے اور فارسی و عربی کی کتابیں اپنے والد بزرگوار اور شریف مدراسی سے پڑھیں۔ آپ تزکیہ نفس اور روحانی تعلیمات کے لیے مشائخ عظام کی طرف رجوع ہوئے ان میں کماحقہ دسترس حاصل کیا۔ چوں کہ ابتدا ہی سے آپ کا زیادہ تر رجحان علم طب کی طرف تھا آپ عربی اور فارسی کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد حیدرآباد گئے اور وہاں مدرسۂ نظامیہ میں یونانی میڈیسن کے امتحانات پاس کئے۔ حیدرآباد میں علم حاصل کرنے کے بعد جب تشنگی اور بڑھ گئی تو آپ نے دہلی اور لکھنو کا رخ کیا اور وہاں علم طب سے فیض یاب ہو کر ۱۳۳۷ھ / 1918ء میں مدراس آئے۔ مدراس پہنچ کر آپ نے عربی زبان وادب کا غائر مطالعہ کیا اور اسی سال مدراس یونیورسٹی سے افضل العلماء کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ ۱۳۴۱ھ / 1922ء میں آپ کا تقرر بحیثیت عربی اور فارسی لکچرار محمڈن کالج مدراس میں ہوا اور ۱۳۷۹ھ / 1959ء میں مستعفی ہوئے۔

اپنے دور کے اطبائے حاذق میں آپ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ ۱۳۳۸ھ / 1919ء میں آپ نے طاہر صاحب اسٹریٹ مونٹ روڈ مدراس میں ایک یونانی مطب کھولا اور تادم آخر خدمت خلق میں مصروف رہے۔

آپ کے شب وروز علماء حکماء کی صحبتوں اور عبادات الٰہی میں گزرتے تھے آپ کو صدق واخلاص، صبر وتوکل، ایثار وقربانی کی خوبیاں ورثے میں ملی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک میں وہ شفا عطا کی تھی آپ کے پاس آنے والا ہر مریض دو چار دن میں صحت یاب ہو جاتا۔ آپ کی حکمت کی اعلیٰ ترین خوبی یہ تھی کہ آپ بہترین نباض ہونے کے ساتھ ساتھ مریض کو دوا اور دعا دونوں سے سرفراز فرماتے تھے۔ لیکن آج کے حکماء (جو شہر مدراس کے ماحول میں مہلک جراثیم کی حیثیت رکھتے ہیں۔) کو دیکھکر موت سے پہلے موت کا منظر آنکھوں میں گھوم جاتا ہے۔ آپ ایک ولی صفت انسان تھے۔ آپ کے روحانی فیوض وبرکات سے ایک عالم مستفیض تھا۔ موت سے کون مستثنیٰ ہے وہ بزرگان دین جن کی اس ناپاک دنیا کو اشد ضرورت ہے وہ بھی موت ان سے اپنے آپ کو بچا نہ سکے۔ آخر ش ۱۸ رجب ۱۳۷۹ھ / 28 / جنوری 1959ء کو آپ اس سفر پر روانہ ہوئے جہاں سے کوئی بھی واپس نہیں آتا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ نے فن طب کی دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جو گورنمنٹ مینو سکرپٹ لائبریری سے شائع ہوئی ہیں (134) ۱۔ جامع الاشیاء ۲۔ طب فریدی

۱۱۲۔ قاضی محمد حبیب اللہ

آپ اہل نوائط سے تھے ۔ خاندان اہل نوائط نویں صدی ہجری کی ابتداء سے آج تک ہندوستان میں اپنے علمی، ادبی، مذہبی اور ملی خدمات کے لئے مشہور و معروف ہے ۔ اس خاندان کی دو عظیم ہستیاں جو اپنی دینی و علمی کارناموں کی وجہ سے آفاق گیر شہرتوں کی مالک ہیں وہ مولانا مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر (143) اور مولانا مولوی قاضی بدر الدولہ ہیں ۔ (144)

آپ ۱۴۔ شعبان ۱۳۱۰ھ مطابق 1893ء میں محلہ چیپاک، مدراس میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد ماجد شمس العلماء قاضی عبداللہ بن قاضی بدر الدولہ (145) مدراس کے سر قاضی تھے ۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی سید جلال الدین سے حاصل کی ۔ اپنے والد قاضی عبید اللہ اور اپنے چچا مفتی محی الدین محمود سے عربی اور فارسی زبانوں پر دستگاہ حاصل کی ۔ علوم باطنی سید قادر باشاہ خلیفہ سید برہان الدین حسینی تاج پورہ آرکاٹ سے فیض یاب ہوئے ۔ نوجوانی میں ۱۳۲۷ھ مطابق 1907ء میں حج و زیارت روضۂ نبوی سے مشرف ہوئے ۔ (146) آپ نے دوسرا حج ۱۳۶۹ھ مطابق 1949ء میں ادا کیا ۔ آپ ۱۳۷۱ھ مطابق 1952ء میں قاضی مقرر ہوئے ۔

۱۳۷۰ھ مطابق 1950ء میں آپ نے کراچی کا سفر کیا ۔ اس سفر کے مقصد سلسلہ باطنی کے اولیائے کرام کی زیارت سے مشرف ہونا تھا ۔ یہاں آپ کے اعزاز میں ایک دعوت دی گئی جس میں علامہ سید سلیمان ندوی بھی آپ سے ملنے آگئے تھے ۔

۱۳۵۷ھ مطابق 1950ء میں آپ نے شمالی ہند کا سفر کیا اس سفر کا مقصد بھی اولیاء کرام کی زیارت سے مشرف ہونا تھا ۔ واپسی میں آپ لکھنو گئے اور وہاں فرنگی محل کی خانقاہ آستانہ نعیمیہ میں قیام کیا ۔ قاضی حبیب اللہ مولانا عبدالماجد دریاآبادی سے ملاقات کے لئے امین آباد جانا چاہتے تھے ۔ جب مولانا عبدالماجد دریاآبادی کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو خود عبدالماجد صاحب آپ سے ملاقات کے لئے فرنگی محل آگئے ۔ جب مولانا کی آمد کی خبر فرنگی محل میں پھیلی تو فرنگی محل کے میزبان ناصر میاں ششدر رہ گئے کیونکہ مولانا نے تحریک خلافت کے بعد فرنگی محل کو آخری سلام اس لئے کر دیا تھا کہ فرنگی محل آہستہ آہستہ سیاسی مرکز بنتا جا رہا تھا ۔

قاضی صاحب کا ہر لمحہ عبادت الہی اور وظائف میں گذرتا تھا ۔ مدرسہ محمدی آپ کی بدولت نور اعلی نور تھا ۔ آپ کے دیے ہوئے فتوے سند کی حیثیت رکھتے تھے ۔ درس و تدریس میں وقت کے بڑے پابند تھے ۔

آپ کی سخاوتیں بے نظیر تھیں جو بھی پریشان حال آپ کے پاس آتا تھا اس کی حاجت پوری کرتے تھے ۔ آپ کی سخاوتوں کے تذکرے احقر نے بچپن میں (اپنے نانا حضور شاہ محمد مرتضی جو مدراس میں آرکاٹ کے پیر کے نام بے حد مشہور تھے) سے بہت زیادہ سنے ہیں ۔

آپ بھوپال کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابو احمد مجدی کے دست مبارک پر رمضان ۱۳۲۵ھ 1907 ء میں بیعت سے مشرف ہوئے ۔ حضرت موصوف نے آپ کو طریقہ نقش بندیہ ، قادریہ اور چشتیہ میں خلافت بھی عطا کی ۔ آپ نے سجادہ نشین بغداد شریف حضرت سید شاہ محمود حسام الدین قادری بغدادی اور حضرت مولانا محمد اسلم فرنگی محل سے بھی خلافت حاصل کی تھی ۔

آپ کی زندگی دنیاوی نمائش و آرائش سے پاک تھی ۔ سادہ دل ، پاک طینت اور بڑے منسکر المزاج تھے ۔ ہر لمحہ خدمت دین میں مصروف ، مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں مشغول رہنا آپ کا زندگی کا ماحصل تھا ۔ رہن سہن اور گفت شنید میں تکلف اور تصنع کا شائبہ دور دور تک نہیں تھا ۔ بچپن میں پنے نانا حضور کے توسط سے آپ کی خدمت میں حاضری دینے کا شرف احقر کو بھی حاصل ہوا تھا ۔ آپ کا زہد و تقوی ، جود و سخا ، صبر و تحمل بے مثل تھا ۔ آپ کا پر نور چہرہ آج بھی آنکھوں میں بسا ہوا ہے ۔ آپ کی گفتگو کی نرمی اور اور اخلاق کریمانہ کے نقوش احقر کے دل و دماغ پر آپ بھی منقش ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بزرگ ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں ۔

۱۰ ۔ شوال ۱۳۹۸ھ مطابق 1978 ء رات کے دس بجے قاضی صاحب نے تین مرتبہ سلام کیا اور آپ نے دونوں ہاتھ یوں بلند کئے جیسے کوئی آپ سے مصافحہ اور گلے ملنے آگے آرہا ہے ۔ آپ کی زبان سے کلمہ طیبہ نکلا اور داعی اجل کو لبیک کہا ۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون ....

آپ کا جسد مبارک پرنس آف آرکاٹ کی رائے کے مطابق مسجد والاجاہی کے صحن میں سپرد خاک ہوا ۔ اس احاطے میں علامہ عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی ، مولوی محمد غوث شرف الملک قاضی بدر الدولہ ، قاضی عبید اللہ ، مولوی غلام قادر ، ڈاکٹر عبد الحق بھی آسودہ خاک ہیں ۔

قاضی حبیب اللہ صاحب نے قضاوت ، درس و تدریس کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ

تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی کتابوں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱)۔ ظہور الاوراد۔ اس کتاب میں شیوخ کی دعائیں یکجا کی گئی ہیں۔

(۲)۔ ریاض الحرمین۔ اس کتاب میں حج سے متعلق معلومات درج ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۵۹ھ مطابق 1940ء اور دوسری بار ۱۴۰۴ھ مطابق 1983ء شائع ہوئی۔

(۳) ھدایۃ القاصد لازالۃ المرھم الفاسد۔ یہ کتاب قادیانی عقائد کے رد میں پیش کی گئی ہے۔

(۴) کفایت اللبیب۔ وہابی عقائد کی رد میں اہم ترین فتاوی اس کتاب میں موجود ہیں۔ مطبوعہ ۱۳۴۱ھ / 1922

(۵) تحفۃ احباب در بیان ایصال ثواب۔ یہ کتاب ۱۳۵[illegible]ھ / 1938ء میں شائع ہوئی

(۶) فتاوی در بیان جواز استمداد انبیاء و اولیاء

(۷) فتاوی حبیبیہ۔ یہ کتاب پندرہ ہزار فتوؤں پر مشتمل ہے۔

۱۱۳۔ مولانا مولوی ضیاالدین امانی پلی کنڈوی

آپ بمقام پلی کنڈہ (شمالی آرکاٹ) ۱۳۱۱ھ / 1893ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباواجداد عرب سے ہجرت کر کے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں میں بس گئے تھے حالات کی گردش اور زمانے کے کشاکش نے حضرت امانی کے پردادا محمد راج ہاشمی کو جب شکنجہ میں لینا چاہا تو موصوف نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور تجارتی سلسلہ میں شہر ویلور کا رخ کیا۔ ویلور پہنچنے کے بعد آپ نے مستقل سکونت "قصبۂ پلی کنڈہ" میں اختیار کی حضرت امانی کے دادا عبدالرحیم ہاشمی باقیات الصالحات کے فارغ تھے مگر اپنے فرزند امانی پلی کنڈہ کو ابتدائی عربی اور فارسی کی تعلیم دینے کے بعد اعلی تعلیم کے لیے مدرسۃ اللطیفیہ میں داخل کر دیا۔ حضرت امانی تقریباً نو سال (مولوی عالم سات سال) (مولوی فاضل دو سال) تک اسی مدرسہ کے جید علماء سے مختلف علوم میں استفادہ کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار کی خواہش کے مدنظر مدرسۂ باقیات صالحات کا رخ کیا اور یہاں نہ صرف اعلی حضرت شاہ عبدالوہاب قادری سے فیض یاب ہوئے بلکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی روشن منزل بھی طے کی۔

مولانا راہی فدائی کا بیان ہے کہ مولانا امانی اعلی حضرت کے وصال کے بعد مولانا اشرف

تھانوی کے طالب ہوئے پھر حضرت اشرف علی کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا محمد سعید کرنوری سے اجازت و خلافت حاصل کی۔

حضرت امانی تقریباً پچیس سال تک مدرسۂ باقیات صالحات میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۵۹ھ / 1940ء میں بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے مدرسہ کو خیرباد کہا اور آرکاٹ کی مشہور بستی "لعل پیٹ" پہنچ کر وہاں ایک عربی مدرسہ "منبع الانور" کی بنیاد رکھی۔ ۱۳۸۶ھ / 1966ء میں جاں بحق ہوئے اور احاطہ منبع الانوار ہی میں مدفون ہوئے۔

آپ کو السنۂ مشرقیہ پر بھرپور کمال حاصل تھا۔ آپ کو عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ ٹمل زبان اور اس زبان کے قواعد صرف و نحو پر بھی خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے ٹمل زبان میں بانی باقیات صالحات کے سوانح لکھی جو ٹمل زبان کے ادبی حلقوں میں بے حد مقبول ہوئی اس کتاب کے علاوہ آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

انتخاب دیوان امانی	مرثیۂ عبد الجبار
دیوان امانی	نالۂ درد
نوحۂ غم	کف الخلیل عن الکثیف الدلیل
گلزار فاطمہ	فلاح
نقش امانی جواب شبلی نعمانی	مشورہ سخن
بکاء الدم	گلشن سیرت
البحث الشامل فی بحر الکامل	عمدة الادلہ (147)
الکرہ المشیو	الرجز الملھم
شرح دیوان غنی	الفوز العظیم
جواہر الاسناد	الکرب العظیم

گوہر سنی شرح بسیط ملا طاہر غنی شیخ الملت حضرت امانی (148)۔

Kalang Kattum Idai Nilai

حضرت امانی کی تنقیدی بصیرتوں کا سکہ جنوب کی سرحد سے نکل کر شمالی ہند کے ایوان اکابرین ادب تک پہنچ چکا تھا۔ وہاں سے شائع ہونے والے مقتدر رسائل کے مدیران بھی آپ کی روشن خیالی اور نورانی تحریروں کا نہ صرف نہ دل سے احترام کرتے تھے بلکہ اپنے موقر رسائل میں

مسلسل قسط وار آپ کے مضامین کو جگہ دیتے تھے دکھ اس بات کا ہے کہ حضرت امانی کے ان مضامین کے مجموعے کو شائع کرنے کی کسی کو ہدایت نہیں ہوی آپ کے جو مضامین جو "جلوہ یار " میرٹھ، "نیرنگ خیال" "ادبی دنیا" پاکستان، مصحف عمرآباد اور معیار ادب، وشارم میں اشاعت پذیر ہوے ہیں ان مضامین کا مجموعہ اگر منظر عام پر آجائے تو تمل ناڈو کے اردو ادب میں صحت مند تنقید کا وہ روشن مینار جلوہ افروز ہوگا جس کی روشنی سے شمالی ہند کے موجودہ ناقدین یقیناً مستفید اور مستفیض ہوکر اپنی تاریکیوں میں خود بخود ڈوب جائیں گے۔

آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں اور فکری عظمتوں کا اعتراف نہ صرف اپنے دور کے جید علماء دین نے کیا ہے بلکہ مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندی، حضرت خواجہ حسن نظامیؒ اور شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی نے بھی کیا ہے۔

حضرت دانش فرازی مرحوم سے احقر نے ۱۳۸۴ھ / 1964ء سنا تھا کہ حضرت امانی کے علمی تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مسودہ علامہ حضرت محوی صدیقی لکھنوی (المتوفی ۱۳۹۵ھ / 1975ء) کے پاس "معیار ادب" (149) میں اشاعت کے لئے دیا گیا تھا۔ کاش یہ مضامین مدراس واپس آجاتے یا رسالے میں چھپ جاتے تو یقیناً حضرت امانی کی تنقیدی تاج وری کے زرین نقوش اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ جاوید ہوجاتے۔

حال ہی میں حضرت امانی کے فرزند مسعود احمد اسنوی نے "فرمودات حضرت امانیؒ" مطبوعہ ۱۴۳۱ھ / 1992ء ترتیب دے کر زیور طباعت سے مزین کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے حضرت امانی کی مختلف النوع شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۱۴۔ افضل العلماء مولانا ڈاکٹر عبدالحق

آپ مشہور عالم و خادم دین حضرت مولانا عمر کرنولی مرحوم کے فرزند تھے۔ آپ کے والد ماجد بانی مدرسہ اسلامیہ کرنول تھے۔ کرنول کی سرزمین کے لئے موصوف کی ہستی ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ آپ کا آبائی وطن بلہاری تھا۔ لیکن آپ کی پیدائش کرنول میں ۱۳۱۲ھ / 1894ء میں ہوئی۔ لسانی تقسیم سے پہلے کرنول اور بلہاری صوبہ مدراس میں شامل تھے۔

آپ نے کرنول کے خوشگوار ماحول میں آنکھ کھولی تو آپ کے چاروں طرف مذہب ہی

مذہب کی خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں گویا آپ نے مذہبی خاندان کی آغوش میں پرورش پائی اور شریعت و طریقت کی پر نور فضاء میں ہوش سنبھالا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد ماجد کی نگرانی میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے مدراس آئے۔ مدراس پہنچ کر آپ کا علمی ذوق و شوق معراج کمال کو چھونے لگا، یس۔ یس۔ یل۔ سی۔، یم۔ اے۔ اور افضل العلماء کے امتحانات میں امتیازی درجہ میں کامیاب ہوے۔ آپ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بناء پر محمدن کالج میں عربی فارسی اور اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر مقرر ہوے۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپ نے ۱۳۵۷ھ / 1938ء میں "ابن سناالملک" مقالہ لکھ کر (Oxford University) سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ آپ نے بہت قلیل مدت میں عربی فارسی اور اردو کے مختلف علوم وفنون پر حیرت انگیز ترقی کرلی۔ آپ نے مدراس کے مختلف کالجوں میں پرنسپل کے فرائض بھی انجام دئے۔

آپ ۱۳۷۲ھ / 1952ء میں مدراس پریسیڈنسی کالج سے وظیفہ یاب ہونے سے پہلے ہی آپ کو ہندوستان گیر شہرتیں نصیب ہوگئیں۔ آپ کی قومی و ملی اور دینی و علمی خدمات کا شہرہ علی گڑھ تک پہنچا تو آپ کو پرو وائس چانسلر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنایا گیا۔ اس یونیورسٹی میں چند سال خدمات انجام دینے کے بعد مدراس لوٹے تو حکومت مدراس نے آپ کو پبلک سرویس کمیشن کا ممبر بنادیا۔ آپ پہلے اور واحد مسلمان ہیں جن کو یہ ممبر شپ کا امتیازی عہدہ ملا تھا۔

آپ نے ہر لحاظ سے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کی راہ نمائی کی اور ان کے سیاسی، سماجی اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں، ہمہ گیر انقلاب پیدا کر کے ان کے اندر ایک نیا عزم اور نیا ولولہ پیدا کیا۔

دینی مسائل پر آپ کی تقریریں بڑی موثر ہوتی تھیں۔ موصوف نے اپنی تقریروں کے ذریعہ مسلمانوں میں خدا پرستی، خوف خدا اور پاک بازی کے جذبے پیدا کئے۔ غلط رسومات جو معاشرے میں ناسور کی طرح چل رہے تھے انہیں سختی سے ترک کرنے کی تلقین کی، عیاشی اور برائیوں سے ہمیشہ دور رہنے کی ہدایت کی۔ اسطرح آپ نے زندگی کی آخری سانسوں تک مسمانوں کی دینوی اور دنیاوی عزت و وقار کا خیال رکھا اور ان کی دنیاوی ترقیات کے لیے جو بھی سہولتیں درکار تھیں وہ بہ آسانی مہیا کیں۔

آپ کا سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل توصیف وصف یہ تھا کہ آپ نے ہر فرقہ کے

طالب علم کی پر زور حوصلہ افزائی کی اور انہیں درکار تمام وسائل سے سرفراز کیا تعلیماتی وسائل سے سرفراز کیا اور ہر ایک کو ان کی اپنی قابلیت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین عہدے دیے۔

آج ٹمل ناڈو کی سرزمین میں جو بھی احباب صاحب اقتدار ہیں اور یہاں کے مقتدر اداروں پر اپنا تسلط جمائے بیٹھے ہیں وہ مولانا موصوف کے نوازشات کی دی ہوئی بھیک کے مرہون منت ہیں۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ مولانا سے دنیاوی سرفرازی حاصل کرنے والوں میں موصوف کی یادوں پر پھولوں کی چادریں اڑانے والا بھی کوئی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ مولانا کی متبرک شخصیت اور ان کی علمی ادبی اور قومی خدمات کو ٹمل ناڈو کے احسان فراموش اور بددیانت احباب نظر انداز کر دیں تو کر دیں لیکن سرزمین مدراس کی مٹی اور آب و ہوا ان کی عطا کردہ محبتوں اور خوشبوؤں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مولانا نے فرانس، جرمنی اور اٹلی کا سفر کیا اور سفر نامہ کی روداد کو کتابی شکل "اطالیہ" میں پیش کیا۔ اس کتاب کی زبان و بیان پر محمود خان بنگلوری کی تنقیدیں بھی بڑی معنی خیز ہیں۔ اس کتاب کے علاوہ مولانا نے کئی ایک اہم ترین مضامین لکھے جو مدراس کے جلیل القدر رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور بعض مضامین "انشائے حق" میں شامل اشاعت ہیں۔ مولانا کے یہ مضامین بڑی افادیت و اہمیت کے حامل ہیں۔

مولانا کی عہد آفرین شخصیت کا یہ کارنامہ یقیناً سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ مولانا نے جنوب میں بیٹھ کر شمالی ہند کے اکابرین پر اپنا حکم چلایا ہے۔ اور قومی دینی اور علمی رشتے ہموار کئے ہیں۔ گویا آپ کی ہستی جنوب میں "بابائے اردو" کی حیثیت رکھتی تھی۔

مولانا فدائی کی توسط سے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ کڈپہ شریف میں بہادر خان مسجد کے روبرو ڈاکٹر عبدالحق کے نام منسوب "ڈاکٹر حق لائبریری" تقریباً تیس سال سے برابر جاری ہے۔

۱۱۵۔ ایس۔ ایس۔ محمد عبدالقادر باقوی

آپ بمقام اتما پالیم (Uttama Palayam) ضلع مدروا میں ۱۳۱۶ھ / 1898ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ غوثیہ میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے باقیات صالحات ویلور گئے۔ یہاں آپ نے علماء کے درمیان رہ کر عربی فارسی

اور ٹمل زبانوں پر مہارت پیدا کرلی۔ برسوں ہفت روزہ "سیف الاسلام" کے نائب مدیر رہے پھر جب قادیانی تحریک نے زور پکڑا تو آپ نے اس تحریک کا نام ونشان مدراس کی سرزمین سے مٹادینے کی بھرپور کوششیں کیں۔یم آریم عبدالرحیم کا بیان ہے کہ آپ نے مدراس کے ماحول میں ایک عظیم الشان انجمن "حزب اللہ" کی بنیاد رکھی جس کی کمیٹی میں سترہ سے زیادہ علماء شامل تھے

پتہ نہیں کن حالات کے پیش نظر آخری عمر میں تنجاور گئے اور وہاں Kootha Nellur کے مقامی عربی مدرسہ "منبع اولیٰ" میں درس تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ آپ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنہیں چودہ مرتبہ حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع نصیب ہوا تھا۔

آپ کا یہ کارنامہ یقیناً سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا کہ آپ نے سات جلدوں میں قرآن شریف کی تفسیر ٹمل زبان میں پیش کی اور جس کی اشاعت 1940 ء میں حاجی شاہ الحمید اینڈ سنس، مدراس کے زیر اہتمام عمل میں آئی۔

اس ٹمل تفسیر کے بعد آپ نے ٹمل زبان میں اور بھی کتابیں تالیف کیں جن کے حسب ذیل ہیں۔

۱۔بخاری شریف کا ٹمل ترجمہ (تین جلدوں میں)۔
۲۔سیرت محمد رسول اللہ صلعم ٹمل ترجمہ دو جلدوں میں۔
۳۔گنج الحقائق (ٹمل زبان میں)۔
۴۔تعلیم الاسلام (ٹمل زبان میں فقہ کے مسائل سے متعلق)
۵۔شہدائے کربلا (ٹمل زبان میں)
۶۔مولانا محمد علی جوہر (ٹمل زبان میں مولانا کی شخصیت سے متعلق)

آپ نے ۱۴۰۶ھ / 1985 ء میں رحلت فرمائی۔

۱۱۶۔ افضل العلماء مولانا مولوی سید عبدالوہاب بخاری

آپ بمقام حیدرآباد ۱۳۲۰ھ / 1902ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مذہبی گھرانے اور دینی آب و ہوا میں آنکھ کھولی تھی۔ عربی اور فارسی کی تعلیم جامع نظامیہ میں حاصل کرنے کے بعد نظام کالج سے میٹرک اور بی۔ اے۔ پاس کیا۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے مدراس آئے اور مدراس یونیورسٹی ۱۳۴۶ھ / 1927ء میں ایم۔ اے۔ اور ۱۳۴۷ھ / 1928ء میں افضل العلماء اور ۱۳۴۸ھ / 1929ء میں یل ٹی امتحانات میں بدرجہ اول کامیابی حاصل کی۔ مدراس کے مختلف کالجوں میں بحیثیت لکچرار کام کرنے کے بعد 1942ء میں اسلامیہ کالج وانمباڑی کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ پھر اسلامک ہسٹری کے 1!!!!!! کے عہدے پر چودہ سال فائز رہے۔ ۱۳۷۸ھ / 1948ء میں نیو کالج مدراس کے پرنسپل اور مدراس یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ ممبر منتخب ہوئے ۱۳۸۷ھ / 1967ء نیو1!!!! سے مستعفی ہونے کے بعد جمالیہ عربک کالج مدراس میں پانچ سال دینی خدمات پر مامور رہے۔ یو۔جی۔سی۔ پروفیسر کی حیثیت سے مولانا نے ۱۳۹۱ / 1971 I1ء میں تحقیقی مقالہ (Contri bution of India to Muslim Law and Juris prudence) یو۔جی۔سی۔ دہلی میں داخل کیا۔

آپ نہایت متین، سنجیدہ، شگفتہ مزاج بزرگ، سادات سے تھے، تعصب سے سینہ پاک تھا۔ ہر مذہب کے لوگ نہ صرف آپ سے مرعوب تھے بلکہ دل سے قدر کرتے تھے آپ نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت، تہذیب و اخلاق، فلاح و بہبود، اصلاح اور ترقی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور مسلمانوں کے مذہبی خیالات میں وسعت اور کشادگی پیدا کرنے کی خاطر دینی و علمی جلسوں میں موثر تقریریں کیں اور ان کی ترقی کے لیے راستے ہموار کیے۔ بالخصوص میلاد النبیؐ کے جلسوں میں سیرت نبیؐ پر آپ کے لکچرس بڑے پر اثر، پرنور اور بصیرت افروز ہوتے تھے۔

آپ بیک وقت عربی فارسی اردو اور انگریزی زبانوں پر خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ کو اپنی اردو نوازیوں کی وجہ سے بھی خوب شہرتیں حاصل ہوئیں۔ آپ کا مطالعہ اسلامی

تاریخ میں بہت عمیق تھا قرآن کریم کی تفسیر انگریزی اور اردو زبانوں میں پیش کرنے کا انداز بڑا دلکش و دلچسپ ہوتا تھا۔ آپ کی علمیت اور قابلیت کے جوہر جہاں بھی کھلتے تھے وہاں کے اہل علم اپنی گردنیں خم کر دیتے تھے تھیں۔ گویا آپ کے مقناطیسی تبحر علمی کا اثر نہ صرف مدراس آندھرا تک محدود رہا بلکہ ہندوستان کے باہر عرب ممالک پر بھی چھایا ہوا تھا۔

آپ کے دینی علمی مضامین ٹمل ناڈو کے مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی عبارت زوردار صاف، سادہ اور سلیس ہوتی تھی۔ دین کے دقیق سے دقیق مسائل کا حل بھی نہایت سادگی اور سے لکھ دیتے تھے۔ دینی علمی اور ادبی کارناموں کی وجہ سے آپ کا مقام اور مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع تھا۔

مولانا نے ہمیشہ مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں میں اپنے کو مصروف رکھا آپ کی ہمدردیاں، محنتیں اور محبتیں اس سلسلے میں ناقابل فراموش ہیں۔ سرسید احمد خان کا اتباع کرتے ہوئے شہر مدراس میں آپ نے مسلمانوں کی دینی اور علمی حالتیں سدھارنے اور ان کے دلوں میں نیا جوش نیا ولولہ نئی روشنی اور نئی توانائی پیدا کرنے میں جو خدمات انجام دئے ہیں۔ ان سے اغماض برتنا یقیناً کفران نعمت کے مترادف ہے۔

آخرش یہ بات لکھتے ہوئے دکھ ہو رہا ہے کہ مولانا بخاری مرحوم سے زندگی کے ہر شعبہ میں جو لوگ مستفید ہوئے ان میں آج کوئی ایک بھی موصوف کے حق میں دعائے خیر کرنے والا یا یاد کر کے ایصال ثواب پہنچانے والا دور دور تک ناپید ہے۔

وہ قوم کبھی ترقی نہیں کرتی جو اپنے بزرگوں کے کارناموں کو یاد نہیں کرتی اور ان کے نیک صالح خدمات کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتی۔

ملک کے باہر اور ملک کے ہر گوشے میں آپ کی قدردانی اور نیک شہرتیں پھیلیں تو مدراس کے دو مسلمان فرقوں نے آپ کی ذات و صفات پر اپنی سیاہ نیتوں کے داغ لگانے کی وہ پرجوش سیاسی سازشیں کیں۔ کہ جس سے مولانا نے دل برداشتہ ہو کر اپنی اشرافت کا لبادہ چاک ہونے سے پہلے ہی اپنے وطن مالوف کا رخ کیا اور وہاں پہنچکر دائرہ المعارف میں اعزازی ڈائرکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

تاریخ اسلام پر آپ کی ایک کتاب ۱۳۶۱ھ / 1942 میں منظر عام پر آچکی ہے (150) آپ "بہارستان سخن" کے مولف بھی ہیں اور یہ کتاب گورنمنٹ مینو سکرپٹ لائبریری مدراس نے شائع کی ہے۔

۱۱۷۔ ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ

آپ بمقام مدراس ۱۳۲۳ھ / 1905 میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اردو اور فارسی کی کتابیں پروفیسر نعیم الرحمن اور ڈاکٹر عبد الحق سے پڑھیں اور مدراس یونیورسٹی سے منشی فاضل اور یم۔اے۔ یل۔ٹی۔ کی سندیں حاصل کیں آپ فرنچ اور جرمن زبان پر بھی کماحقہ درک رکھتے تھے آپ نے گورنمنٹ آرٹس کالج، اوٹی میں برسوں پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ زندگی بھر کچھ نہ کچھ کام کرتے رہے۔ چار تالیفات یادگار چھوڑی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نسخہ شاہ جہانی ۲۔ تاریخ حفیظ اللہ خان ۳۔ مذکر احباب

۴۔ تالیف قربی مطبوعہ ۱۳۸۴ھ / 1964 کے اواخر میں ہوئی۔ آپ کی صحبتوں سے حضرت راز امتیاز، حضرت کاوش بدری اور جناب صلاح الدین برق سرفراز ہوتے رہے۔ اسی اثنا میں حضرت راز امتیاز نے موصوف کی نگرانی میں پندرہ روزہ "ساون" کا اجراء کیا اور اس پرچے کو نئی زندگی عطا کرنے کی غرض سے ابھرتے ہوئے نوجوانوں کی ایک کھیپ کو اردو نثر لکھنے کی طرف مائل کیا۔ موصوف کی صحبتوں سے استفادہ کرنے کا یہ دور آج بھی ہمارے ذہن و دل میں روشن ہے۔ یکم / اپریل ۱۳۹۲ھ / 1972 میں موصوف نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی لیکن آج بھی جب کبھی دھلی سے ڈاکٹر امیر حسن عابدی صاحب (151) مدراس تشریف فرما ہوتے تو آپ کا بار بار ذکر کرتے۔ بالخصوص آپ کی تالیف "مذکر احباب" کی تلاش و جستجو میں وہ احقر کو ساتھ لئے مولانا کوکن مرحوم کی در دولت پر حاضر ہو جاتے اور وہاں سے موصوف کی خدمات کے منور نقوش ذہنوں میں لیے واپس ہو جاتے۔

۱۱۸۔ مولانا مولوی محمد ابراھیم باقوی

آپ باقیات صالحات کے فارغ تھے۔ حالاں کہ آپ کی مادری زبان ٹمل تھی لیکن

موصوف نے " گلدستہ تجوید " سب سے پہلے ٹمل میں لکھی اور اسکی مقبولیت کے بعد عام فیض رسانی کے لیے اسی ہلکی پھلکی اردو میں مولانا مولوی محمد زکریا عمری کی خاص توجہ اور نظر ثانی کے بعد پیش کیا۔ مصنف نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں مولانا قاضی حبیب اللہ، حضرت مولانا وجدی الحسینی بھوپالی اور مولانا محمد یوسف کوکن عمری نے نہ صرف مفید مشورے دیے بلکہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کا حوصلہ بھی بخشا لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہ کتاب ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند محمد عبد الہادی نے شائع کی۔

اس کتاب میں سوال و جواب کے پیرائے میں تجوید کے اہم مسائل اور اس کی اصطلاحات کو عمدہ شستہ اور سہل زبان میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۹۵ھ / 1975ء اور دوسری بار ۱۴۰۷ھ / 1987ء میں الفلاح پریس، حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔

آپ نے زندگی بھر مسجد اعظم شولہ، پلیان توپ، مدراس میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دئے۔

محمد قاسم انصاری چھاؤنی بھوپالی کی تقریظ ۱۳۹۴ھ / مطابق ۱۲/ اکتوبر 1974ء سے پتہ چلتا ہے کہ " گلدستہ تجوید " چھپنے سے پہلے ہی وہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔

۱۱۹۔ مولانا مولوی عبد السلام کمالی ویلوری

آپ کی ولادت ۱۳۲۴ھ / 1906ء میں بمقام ارکونم (شمالی آرکاٹ) ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا صوفی خطیب عبد الرزاق کے زیر نگرانی ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے باقیات صالحات آئے اور عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ مدراس یونیورسٹی سے منشی فاضل کی سند حاصل کی ۱۳۵۶ھ / 1937ء میں دوبارہ ارکونم گئے اور وہیں مشن ہائی اسکول میں اردو مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مشن ہائی اسکول سے وظیفہ یاب ہونے کے بعد مدرسۂ باقیات میں فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ برسوں ویلور میں اردو خدمات انجام دیے۔ ۱۳۹۰ھ / 1970ء باقیات سے سبکدوش ہونے کے بعد دار العلوم سبیل الارشاد بنگلور میں چند سال تک صدر شعبۂ فارسی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

مولانا راہی فدائی نے اپنے مقالے "مدراس، ویلور کی ادبی خدمات" میں لکھا ہے کہ مولانا کمالی ویلوری نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا ضیاالدین امانی پلی کنڈوی سے فن شاعری کے رموز و حقائق سیکھے۔

سنا ہے چند سال بیشتر موصوف کے کلام کی اشاعت کے لیے کرناٹک اردو اکیڈمی نے مالی تعاون دیا تھا اور بعض احباب نے اسکی اشاعت کی ذمہ داری قبول کرلی تھی۔ لیکن تعجب اس بات کا ہے کہ آج تک ان غیر ذمہ دار، افراد نے موصوف جیسے ولی صفت، ظریف الطبع، منکسر المزاج شاعر کا کلام شائع نہیں۔ ان احباب کے اس رویہ سے مولانا کو ذہنی رنجش تو ہوئی مگر موصوف نے کبھی اف تک نہیں کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مولانا نے اس صدمہ سے متاثر ہو کر ایک شعر یوں لکھا ہے۔

کس سے وفا کی ظالم نے   میں نے طوطا کیوں پالا

آپ کی خدمات کے اعتراف میں مولانا راہی فدائی اور مولانا اشرف سعودی نے بڑے اچھے مضامین اردو ادب کو دیے ہے۔ ان مضامین کے مطالعے سے ہمیں مولانا کمالی ویلوری کے فن اور شخصیت کے مختلف النوع جہات تک رسائی حاصل کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔

مولانا کو تمل زبان و ادب پر بھی بھرپور دسترس حاصل تھی احقر نے مولانا سے تمل زبان کے شہرہ آفاق شعراء کے بہترین اشعار تشریح کے ساتھ سنے ہیں۔ مولانا کو گمنڈی مستان اور ترو ولور کے ہزاروں اشعار ازبر تھے۔

مولانا کا انتقال ۱۴۱۶ھ مطابق 24 / مئی 1995ء کو ہوا اور تدفین دوسرے دن بمقام بنگلور عمل میں آئی۔

۱۲۰۔ مولوی نثار علی نثار نگری

آپ بمقام نگری (آندھرا پردیش) ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مقامی اسکول میں حاصل کرنے کے بعد مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل کی سند لی۔ برسوں اردو منشی کی حیثیت سے مقامی اسکول میں کام کرتے رہے۔ ۱۳۷۴ھ / 1954ء میں کلکتہ گئے اور وہاں کے اردو جرائد میں صحافتی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۳۷۵ھ / 1955ء میں

بمبئی کا رخ کیا ۱۳۷۹ھ / 1959ء تک فلمی دنیا سے وابستہ رہے۔ ظاہر ہے فلمی دنیا شریف لوگوں کے لیے سمٹ کر رہ جاتی ہے۔ موصوف کے لکھے ہوئے کئی گیت دوسرے گیت کار کے نام سے ریکارڈ ہوئے، رفتہ رفتہ جب فلمی دنیا کے جھمیلوں سے ذہنی آسودگی جاتی رہی تو اپنے وطن کی طرف لوٹے۔ ۱۳۷۹ھ / 1959ء کے اواخر میں اہل و عیال کے ساتھ مستقل طور پر مدراس آئے اور ہمیشہ کے لیے یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

آپ عربی اور فارسی جانتے تھے۔ مدراس کے وسیع تر حلقوں میں آپ ایک روشن خیال قابل عالم اور مسلم الثبوت اردو شاعری کے استاد کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ خوشنویسی کے فن میں یکتائے زمانہ تھے۔ اردو نثر اور نظم دونوں اصناف میں آپ نے اپنی قابلیت اور علمیت کے روشن نقوش چھوڑے ہیں۔ آپ نے اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں بڑی سادگی، دلکشی اور بے تکلفانہ۔ طرز اختیار کیا ہے۔ اردو شاعری کے نئے رجحانات کے قدرداں تھے اور نئے لکھنے والوں کی تہ دل سے حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

آپ نہایت ظریف الطبع اور مہذب عالم تھے۔ دل و دماغ صوبہ جاتی عصبیت سے پاک تھے۔ صوم و صلوات کے پابند تھے، ماہ محرم میں آپ کی تقریریں بڑی بصیرت افروز ہوتی تھیں۔ ہر لمحہ دنیاوی خواہشوں سے دور، دینی اور علمی خدمات میں اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ یہی وجہ ہے آپ اپنے حلقۂ احباب میں بہت محبوب اور ہر دل عزیز تھے۔

ماہنامہ "امام" اور ماہنامہ "آب و تاب" کے مدیر تھے۔ برسوں "آب و تاب" کی زندگی، ترقی اور بقا کے لیے کوشاں رہے۔ ان دونوں جرائد کے ذریعہ آپ نے اردو زبان و ادب کی شاندار خدمت انجام دی جس سے اغماض برتنا کفران نعمت کے مترادف ہے۔

آپ ۱۳۹۸ھ / 1977ء میں راہی ملک عدم ہوئے اور احاطے آستانہ عباس کے جوار میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی شاعری کا مجموعہ "آئینۂ فرات" چھپ چکا ہے۔ اس مجموعہ میں موصوف کے سلام اور نوحے جگہ پائے ہیں۔ کلام میں فکری عمق کی تلاش بے سود ہے مگر عام فہم مضامین کو دلکش اور موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

۱۲۱۔ مولانا مولوی رحیم احمد فاروقی

آپ فرزند مولانا قدرت حلیم فاروقی ناصری گوپاموی (المتوفی ۱۳۱۴ھ / 1896ء ۲۴/ ستمبر ۱۳۲۶ھ / 1908ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد کی سرپرستی میں ہوئی۔ اس کے بعد مولانا مفتی محمد اور شمس العلماء قاضی عبید اللہ سے عربی اور فارسی کا درس لیا۔ مولانا عبد الرحمن سے حدیث اور تفسیر میں ملکہ حاصل کیا۔ ۱۳۴۶ھ / 1927ء میں ایس۔ ایس۔ یل۔ سی۔ کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد محمڈن کالج بی۔ اے۔ میں داخلہ لیا ۱۳۵۰ھ / 1931ء میں بی۔ اے ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں ایم۔ اے اور افضل العلماء ۱۳۵۴ھ / 1935ء کی سندیں حاصل کیں۔

آپ کی علمی و ذہنی پرورش و پرداخت مدراس کے ماحول میں ہوئی تھی لیکن آپ کے بول چال کے لہجہ اور کسی اہم ترین موضوع پر اظہار خیال کرنے کا سنجیدہ انداز اہل زبان کا سا تھا۔ علم و ادب کے پیچیدہ مسائل کا حل اور اس کی تفہیم اس طرح بے تکلفی سے پیش کرتے کہ کہیں بھی تصنع کا گمان تک نہیں ہوتا تھا۔ آپ کبھی بھی کسی بات پر مشتعل، چراغ پا، جذباتی نہیں ہوتے تھے۔ مخالفین کی باتیں بھی بڑے صبر و تحمل سے سنتے اور بڑی سنجیدگی اور متانت سے جواب دیتے اور اپنے پاس آنے والے تشنگان علم و ادب کو اپنے فیوض سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے ان اعلیٰ ترین صفات کا عکس آج بھی ان خاص شاگرد رشید۔ پروفیسر محبوب پاشاہ میں نمایاں ہے جنھوں نے زندگی بھر آپ سے زندگی کے ہر شعبہ میں استفادہ کیا ہے اور آپ کے زیر ترتیب اپنی زندگی کو روشن کیا ہے۔

آپ کے تبحر علمی کا یہ عالم کہ آپ کو عربی فارسی زبان و ادب کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی علوم پر بھی قدرت حاصل تھی۔ لسانیات سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ علوم السنہ پر آپ کی نظر بہت گہری تھی عربی زبان سے متعلق آپ کا نظریہ یہ تھا کہ جس طرح تمام بنی نوع انسان ایک باپ کی اولاد ہیں اسی طرح دنیا کی تمام تر زبانیں ایک ہی زبان عربی سے مشتق ہیں۔

آپ ن اپنی زندگی میں ہی ایک کتاب "ام اللسان" اپنے بہترین مقدمہ کے ساتھ ترتیب دی تھی (152) اور اس کتاب کا مسودہ احقر نے جناب سید سلطان، مالک عذرا پریس کے پاس برسوں پہلے دیکھا تھا۔

آپ اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک کچھ نہ کچھ تحقیقی کام کرتے رہے۔ بالخصوص اسلامی تاریخ پر بہت زیادہ کام کیا تھا، پتا نہیں آج آپ کے وہ تحقیقی مسودات کس کے پاس ہیں۔!! افسوس ہے کہ خود آپ کی اولاد نے بھی اس کے تحفظ اور اشاعت کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لی۔

آپ نے ٹمل ناڈو کے شعراء کی غزلوں کے مجموعے "رنگ، برنگ" پر (نقش اول) کے نام سے ایک مقدمہ تحریر فرمایا تھا جس کے مطالعے سے اتنی بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ تنقید میں آپ کا مزاج بڑا متوازن اور معتدل تھا۔

آپ کے ذوق ونظر کی پختگی، فنی، علمی، ادبی اور تنقیدی شعور کی وسعتیں گنج گراں مایا کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی غیر معمولی شعری صلاحیتوں کا آئینہ مرزا غالب کی مختلف بحروں پر لکھی ہوئی تصنیفیں ہیں۔ ان نعمتوں میں آپ نے نہ صرف غالب کے فکری مزاج و آہنگ، بلند و بالا احساس اظہار کی آفاقی لہروں کا خیال رکھا بلکہ غالب کے نظریات، رجحانات اور عقائد کا بھی پاس رکھا ہے۔ یہی وجہ آپ کی ہر تضمین میں غالب کا فکری اعماق کا نقش گیر ہے۔ غالب کی شاعری کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر اس کے فن کی گہرائی تک پہنچنا بہت مشکل امر ہے لیکن آپ نے بڑی دماغ سوزی اور دیدہ ریزی سے کام لے کر غالب کی تضمین کے توسط سے اپنی علمی استعداد اور شعور و فکر کی روشن شناخت قائم کی جس کو اردو ادب کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مفسیر قرآن مولانا مولوی ابوالجلال ندوی (المتوفی ۱۴۰۵ھ / 1984ء بمقام پاکستان) نے (مدراس میں اپنے قیام کے دوران) موصوف کے تعلق سے سچ کہا ہے کہ مولانا ٹمل ناڈو کی سرزمین پر "آفتاب علم و ادب" کی حیثیت رکھتے تھے۔

آخرش ٹمل ناڈو کا یہ آفتاب ۷ / اکتوبر ۱۳۸۶ھ / 1966ء میں اپنی آب و تاب دنیائے علم و ادب میں بکھیر کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

آپ کی وفات سے اردو ادب کا بہت بڑا نقصان ہوا اور اس صدی کی ایک اہم ترین تاریخی کڑی بھی ختم ہو گئی۔

آپ بھی غالب کی طرح استادِ فن، تصوف کے ماہر اور فلسفی شاعر تھے کاش آپ کو بھی کوئی فضل الحق خیرآبادی جیسا راہبر اور مشیر نصیب ہوتا....!!

آپ نے نواب غلام غوث خان اعظم کی کتاب "سفینۃ النجات" ترتیب دی جسے گورنمنٹ اورینٹل مینو اسکرپٹ لائبریری، مدراس نے شائع کیا ہے (153)

۱۲۲۔ مولانا حبیب خان سروش داؤدی

آپ بمقام پتوگرام مضافات کرشنگری شمالی (آرکاٹ) ۱۳۳۱ھ / 1912ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۳۴۴ھ / 1925ء میں دارالسلام عمرآباد آئے اور وہیں عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم سے ۱۳۵۲ھ / 1933ء میں فارغ ہوئے۔ اسلامیہ کالج وانمباڑی سے انٹر، بی۔اے۔ کے امتحانات، میں درجہ اول میں کامیاب ہوئے۔ مدراس پریسیڈنسی کالج اور گورنمنٹ آرٹس کالج، مدراس میں لکچرار کے فرائض انجام دیے۔

زندگی بھر آپ نے اپنے آپ کو دینی، علمی، ادبی اور تعلیمی مشاغل میں مصروف رکھا۔ کبھی کسی سرمایہ دار کی خوشامد نہیں کی۔ نہایت ظریف متواضع خلیق اور وسیع القلب تھے۔ طبیعت میں قلندرآنہ شان تھی، خودداری یقیناً آپ کو ورثے میں ملی تھی۔آپ کو اپنی دینی علمی اور ادبی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے شہر مدراس میں بہت زیادہ شہرتیں ملی تھیں۔آپ نے اردو زبان وادب کی جو خدمات انجام دیں وہ واقعی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ اردو کے نام پر آپ نے کبھی تجارت نہیں کی۔ ہمیشہ ادبی محفلوں اور بحثوں میں حصہ لیتے تھے اور جب کبھی کسی موضوع پر رائے دینے اور پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرنے کا موقعہ ملتا وہ بہت منصفانہ مزاج، غیر جانب دارانہ رویہ اور جراءت مندانہ قدم اٹھاتے تھے۔

آپ کی طرز تحریر سب سے مختلف اور علاحدہ تھی بیک وقت نظم ونثر دونوں پر یکساں عبور حاصل تھا۔ عربی اور فارسی زبانوں کے ماہر ہونے کے باوجود اپنی تحریروں میں عربی اور فارسی کے غیر مانوس اور مغلق الفاظ برتنے کے شائق نہیں تھے۔آپ کی تحریروں میں مذہبیات کا بہت زیادہ دخل تھا اکثر مضامین نہ صرف پندونصائح سے دلچسپ اور بااثر ہوتے تھے بلکہ زندگی کے لطیف جذبات اور انسانی فطرت کے خطرات کے ترجماں ہوتے تھے (154)۔ آپ نے صنف افسانہ میں بھی طبع آمائی کی تھی لیکن اس صنف میں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔

آپ کے غیرجانب دارانہ اور فاضلانہ تنقیدی شعور کے نقوش آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ نے طنزومزاح اور انشاپردازی میں بھی ایک نئی راہ متعین کرنے کی سعی کی لیکن زندگی نے ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ آپ کی تحریروں میں جدت نہیں تھی لیکن مولانا عبدالحلیم شرر اور مولانا راشد الخیری کی طرح آپ بڑی بے تکلفی اور روانی کے ساتھ مشکل

سے مشکل بات کو بڑی چابکدستی سے پیش کر دیتے تھے۔

اسلامی تاریخ پر آپ کی عالمانہ تقریریں بڑی معلومات آفریں اور مستند ہوتی تھیں۔ ۱۷۔ جولائی ۱۳۸۴ھ مطابق 1964ء میں کی رات نبی اکرام کی سیرت پر بڑی پر مغز تقریر کے درمیان اچانک قلب کا دورہ پڑا اور اسپتال پہنچنے سے پہلے ہی راستہ ہی میں اس دنیائے فانی کو خیرباد کہدیا۔ انااللہ ۔۔ راجعون ۔آپ نے اپنی زندگی میں دو کتابیں "سوانح حیات" اور "تیر تفنگ" ترتیب دیں ۔پہلی کتاب "سوانح ممتاز" گورنمنٹ اورینٹل مین اسکریٹ لبریری نے شائع کی اور دوسری کتاب "تیرو تفنگ (جو طنز و مزاح کے مضامین پر مشتمل تھی) کا مکمل مسودہ جس پر پروفیسر احتشام حسین، نے تفصیلی مقدمہ بھی لکھا تھا، اشاعت کے لئے تیار تھا۔ پتہ نہیں آپ کی وفات کے بعد اس مسودے کا ناقدر دانوں کے ہاتھوں کب اور کہاں قتل ہوا۔۔۔؟

۱۲۳۔ افضل العلماء مولانا محمد یوسف کوکن عمری

آپ بمقام میمنبور 4 / نومبر 1916ء م 1335ھ میں پیدا ہوئے عربی اور فارسی کی تعلیم جامعۂ دار السلام عمر آباد سے حاصل کی۔ افضل اعلماء اور منشی فاضل یم۔ اے ڈی لٹ کی سندیں مدراس یونیورسٹی سے حاصل کیں اور مدراس یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو اور فارسی و عربی کے مدرس کی حیثیت سے 1977ء م 1398ھ تک خدمات انجام دیتے رہے۔ عمر کی آخری سانسوں تک عربی، اردو اور فارسی ادب کے جسم میں روح بھرتے رہے۔ گویا آپ تامل ناڈو کے اردو ادب میں گرانقدر متاع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تحقیق آپ کا خاص موضوع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر مولانا کو بے مثال قدرت عطا فرمائی تھی۔ مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بہت قوی تھا۔ مدراس کے اکابرین علم و ادب سے متعلق نہ صرف معلومات کا خزانہ سینے میں روشن تھا بلکہ یہاں کے علماء ادباء شعراء کے سنین ولادت و وفات کی گویا لغات تھے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ مدراس کے عوام اور علماء نے ان کی زندگی میں ہی ان کی قدر نہیں کی حالاں کہ موصوف سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا مگر مستفید ہونے والوں کے ذہنوں میں احسان فراموشی کے جراثیم بھرے ہوئے تھے۔ احقر کا خیال ہے کہ مولانا بڑے غلط ماحول میں پیدا ہوئے تھے۔ کاش وہ شمالی ہند میں پیدا ہوتے تو مولانا کو مولانا حالی کا مقام یقیناً مل جاتا۔

مولانا کی زیر نگرانی ڈگریاں حاصل کرنے والوں کی فہرست بڑی لمبی ہی لیکن دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ کسی شاگرد نے ان کے نام اور کام کو روشن کرنے کی کوشش نہیں کی تو خود انکی کی بیگم حافظہ صاحبہ نے انکے فن اور شخصیت پر ایک مبسوط کتاب ترتیب دیکر 1994 ء م 1415 ھ میں شائع کی ہے۔ مولانا کی وفات پورے تامل ناڈو کے علمی و ادبی حلقوں کے لئے ایک المناک خلاء ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکتا۔ مولانا وفات سے پہلے مہینوں تک شدید بیمار رہے۔ بیماری کی حالت میں بھی احقر جب پروفیسر امیر حسن عابدی کے ہمراہ انکے دولت کدے پر حاضر ہوا تو مولانا نے اپنے دیرینہ وصف کا ثبوت دیتے ہوئے بڑے خلوص و محبت کے ساتھ ہم سے بات چیت کی اور ہم جن معلومات کے حصول کے لئے گئے تھے وہ معلومات موصوف نے بڑی فراخ دلی سے فراہم فرمائے۔ موصوف کے بجھے ہوئے چہرے کے خدوخال کا جائزہ لیتے ہوئے احقر نے اندازہ لگایا کہ اردو داں طبقے میں ان کا پرسان حال دور دور تک کوئی نہیں تھا جس کا مولانا کو بے حد ملال بھی تھا کہ مزاج پرسی کے لئے بھی کسی کا ظرف ان کی طرف مائل نہیں ہوا ہے۔ آخرش مولانا کی روح ۷/ اکتوبر 1990 ء م 1411 ھ قفس عنصری سے نکل کر عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔ رام راؤ باغ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے حسب ذیل کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔

۱ امام ابن تیمیہ۔ یہ انکی پہلی تصنیف ہے مطبوعہ 1959 ء/ 1379 ھ

۲ خانوادہ قاضی بدر الدولہ (جلد اول) مطبوعہ 1963 ء/ 1383 ھ

۳ "مختصر تاریخ ہند" (اردو ترجمہ) مطبوعہ 1952 ء/ 1372 ھ

۴ "نامعلوم انسان" (اردو ترجمہ) مطبوعہ 1954 ء/ 1374 ھ

۵ "اصل الاصول فیما یطابق بالکشف من المعقول والمنقول" مطبوعہ 1959 ء/ 1379 ھ

۶ "شعر اکل النور فی شرح ہیاکل النور" مطبوعہ 1953 ء/ 1373 ھ

۷ "شرح تحفۃ العراقین" مطبوعہ 1954 ء/ 1374 ھ

۸ "مثنوی نو بہار عشق" مطبوعہ 1956 ء/ 1376 ھ

۹ "مولانا باقر آگاہ" مطبوعہ 1957 ء/ 1377 ھ

۱۰ "العرب و آدابہم" (الجزء اول) مطبوعہ 1965 ء (الجزء الثانی) مطبوعہ 1966 ء/ 1386 ھ

۱۱ "القراۃ العربیہ" مطبوعہ 1966ء/1386ھ

۱۲ "القراۃ المفیدۃ" (الجزء اول) مطبوعہ 1966ء

۱۳ "دی عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک" مطبوعہ 1974ء/1394ھ

۱۴ "الابیات المقدسہ" مطبوعہ 1980ء/1401ھ

۱۵ "اعلام النثر والشعر فی العصر العربی الحدیث (الجزء اول) مطبوعہ 1980ء 1401ھ (الجزء الثانی) مطبوعہ 1982ء/1403 (الجزء الثالث) مطبوعہ 1984ء/1405ھ

۱۶ "قربی" مطبوعہ 1959ء/1379ھ

۱۷ "بحر العلوم" مطبوعہ

۱۸ "مثنوی ہفت جوہر" مطبوعہ 1963ء/1383ھ

۱۲۴۔ مولانا مولوی کمال الدین

آپ کے والد ماجد، باقیات صالحات کے عالم اور فاضل تھے۔ آپ بمقام (chitian kottai) پیدا ہوئے۔ آپ نے عربی اور فارسی کی تعلیم مولانا ابو بکر، اتم پالیم، مفتی اعظم شیخ آدم اور حضرت شیخ حسن ملیباری سے حاصل کی۔ حصول علم کے بعد آپ اپنے مادر علمی ہی میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں حضرت مولانا سید شاہ عبد الجبار صاحب قبلہ کے دور نظامت میں حضرت نے آپ کو اپنا نائب ناظم بنالیا۔ حضرت کے وظیفہ یاب ہو جانے کے بعد آپ مدرسہ باقیات صالحات کے ناظر ہوے۔ آپ کو فلکیات، ہندسہ اور سمت قبلہ کے تعین میں ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی تازہ ترین تصنیف "اوقات الصلواۃ" منظر عام پر آچکی ہے اس کتاب میں تمام عالم کے لئے قبلہ "معلوم کرنے کے طریقے بڑے سہل طریقے پر بیان کئے گئے ہیں۔ آپ اسی مدرسہ سے 1993ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

۱۲۵۔ افضل العلماء سید عظمت اللہ سرمدی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۳۳۸ھ م 1919ء میں بمقام ترپاتور ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ختم کرنے سے بعد عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم کے لے جامعہ دار السلام، عمر آباد (شمالی

آرکاٹ) آئے۔ علامہ محمد غضنفر حسین شاکر نائطی کی سرپرستی میں السنہ مشرقیہ پر عبور حاصل کیا مدراس یونیورسٹی سے بی۔اے، اور ایم۔اے، کے امتحانات پاس کئے۔ 1949ء م 1369ھ میں اسلامی تاریخ کے لکچرر مقرر ہوئے۔

اردو، فارسی اور عربی زبان و ادب پر نہ صرف آپ کو ملکہ حاصل تھا بلکہ ان تینوں زبانوں میں بالخصوص اردو زبان میں پراثر تقریریں اور تنقیدی صلاحیتوں کا اعتراف تامل ناڈو کے اکابرین نے کیا تھا۔ قدیم وجدید ادب پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ ان کے مضامین میں جہاں علمی معلومات اور منصفانہ مزاج کی چھوٹ ہوتی تھی وہیں ان کی تقریریں بڑی پر مغز اور عالمانہ ہوتی تھیں۔

ان کی علمی اور ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے چہیتے شاگرد حضرت کمال مدراسی نے پنجاب اسوسی ایشن مدراس کی جانب سے 1983ء م 1404ھ میں ان کا جشن بھی منایا تھا۔ اردو صحافت میں بھی آپ کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ ہفت روزہ " شاکر " مدراس " سرکار " اور ماہنامہ " پاکیزہ " کے صفحات پر ان کے مضامین فرضی ناموں سے جگہ پاچکے ہیں۔

ان کی نثری عبارتوں میں سادگی، سلاست اور روانی ہوتی ہے قلم برداشتہ وہ جو بھی لکھتے ہیں اس میں خشکی اور بدمزگی کا کہیں بھی شائبہ تک نہیں ہوتا۔ یہ ان کی تحریروں کی نمایاں شان ہے۔

اردو کی روایتی شاعری میں ان کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ فن شاعری میں بھی استاد تھے۔ آپ کی شاعری کی زبان نہایت شستہ و شیریں ہے۔ اکثر اشعار اخلاقی اور ناصحانہ تیور لئے ہوئے ہیں آپ بڑے متواضع، خلیق، ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ان کے خاص شاگردوں میں حضرت کمال مدراسی اور محی الدین عارف مدراسی نے اردو شعر و ادب میں بہت نام پیدا کیا۔ آپ نے اردو ادب میں جو خدمات انجام دیئے ہیں ناقابل فراموش ہیں۔

تامل زبان و ادب سے بھی ان کو خاصا لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے " ترو کرل " کا منظوم ترجمہ نہایت پاکیزہ اور آسان زبان اردو میں کیا تقریباً دو سو مختصر ترین " ترو کرل " کا ترجمہ کیا ہے جسے ڈاکٹر صفی اللہ نے ان کی غزلیات کے ساتھ ترتیب دیکر " متاع رفتگان " کے نام

سے مدراس یونیورسٹی سے شائع کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 1959ء م ۱۳۷۹ھ میں ان سے پہلے مولانا مولوی اسمٰعیل رفیعی نے "ترو کرل" کے چند نظموں کے تراجم حضرت دانش فرازی مرحوم کی محفلوں میں سنائے تھے۔ پروفیسر حسرت سہروردی نے بھی "ترو کرل" کا نثری ترجمہ کیا ہے جو "ساہتیہ اکاڈمی، دہلی" سے شائع ہوا ہے۔

آپ 1978ء م ۱۳۹۹ھ میں وظیفہ یاب ہونے کے بعد بنگلور گئے اور وہیں [redacted] / جون 1978ء م ۱۳۹۹ھ کی صبح آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر انہیں ابدی سکون نصیب فرمائے۔ آمین۔

۱۲۶۔ پروفیسر حکیم عبدالوہاب ظہوری عمری

آپ بمقام بنگلور 1920ء م ۱۳۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پتہ نہیں کہاں حاصل کی۔ لیکن مولوی فاضل کی اعلیٰ تعلیم مدرسۂ دارالسلام عمرآباد سے اور منشی فاضل، افضل العلماء کی سندیں مدراس یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ نظامیہ طبی کالج [redacted] "طبیب ماہر" کا امتحان 1940ء م ۱۳۵۹ھ میں پاس کیا اور مختلف طبی کالجوں میں بحثیت پروفیسر، پرنسپل اور ڈین رہے ہیں۔ موصوف کے قول کے مطابق آپ کی اردو شاعری کے ذوق کی ابتدا علامہ شاکر نائطی کی صحبتوں سے ہوئی لیکن آپ کے شعری مجموعہ "شیرازہ افکار" کے مطالعے کے بعد دکھ اس بات کا ہوتا ہے کہ موصوف کی شاعری کی اڑانیں علامہ شاکر نائطی کی آفاق گیر فکر، عہد آفریں اظہار اور نورانی شعری کائنات کے وسیع تر وسعتوں میں کہیں بھی نقش نہیں چھوڑتی جس کے شاگرد ہونے یا پھر استفادہ کرنے کا ثبوت فراہم ہو۔ ماہنامہ "مصحف" میں بھی موصوف کی بہت ساری تخلیقات نظر سے گذریں۔ ان تخلیقات کے غائر مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ شاکر نائطی نے محض حوصلہ افزائی کی خاطر موصوف کی تخلیقات کو "مصحف" میں چھاپ دی تھیں۔ خوشی اس بات کی ہے کہ حکیم موصوف کی شاعری بھی بڑی شان و شوکت سے مکتبہ شعر و حکمت سے شائع ہوئی ہے اور میرے فاضل دوست مضطر مجاز نے بڑا عالمانہ مقدمہ بھی لکھا ہے۔

۱۔ سیم صبا نویدی کی شخصیت کا بھرپور جائزہ مطبوعہ

۱۲۷۔ مولانا جعفر حسین صدیقی

آپ بمقام مدراس ۴ فبروری 1925ء م ۱۳۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مدراس کارپوریشن اسکول میں ہوئی اچانک 1930ء م ۱۳۴۹ھ میں آپ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد ویلور گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی مدرسہ باقیات صالحات کے خوشگوار ماحول میں جید علماء کے درمیان اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور یہیں 1989ء م ۱۴۱۰ھ تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ 1991ء م ۱۴۱۲ھ میں حضرت قبلہ مولانا مولوی سید عبدالجبار باقوی کی خصوصی دعوت پر " جامعہ العلوم الثنائیہ " کڈپہ شریف تشریف لے گئے اور فروری 1995ء م ۱۴۱۶ھ تک اسی جامعہ میں منصب تدریسی پر مامور رہے ناسازگاری صحت کے تحت دوبارہ کڈپہ شریف نہ جاسکے اور اپنے کرم فرما دوست و مہربان سے معذرت چاہ لی۔

درس و تدریس کے دور میں آپ نے مفتی اعظم حضرت شیخ آدم المتوفیٰ 1980ء م ۱۴۰۱ھ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ کے علمی اور ادبی کارناموں کو شہ ملی۔ چونکہ آپ کو السنہ مشرقیہ پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے بقول راہی فدائی صرف شیخ الاسلام عبدالحق محدث دھلوی کی معرکتہ آراء تصنیف " رشعہ اللمعات فی شرح المشکواۃ کا اردو ترجمہ " فیص اللمعات " کے نام سے پیش کیا۔ انگریزی مضامین کا بہترین ترجمہ اردو میں کیا ہے اور ان تراجم کو مجموعہ " عبرت و نصیحت " کی صورت میں حصہ اول مطبوعہ 1976ء م ۱۳۹۷ھ میں اور حصہ دوم مطبوعہ 1977ء م ۱۳۹۸ھ میں اردو دنیا سے روشناس کرایا۔ موصوف کے ان تراجم پر نقل سے زیادہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کے حضرت فیضی صدیقی کی علمی ادبی اور فکری اڑانوں کا صحیح اندازہ آپ کی ناول نگاری، ڈرامہ نویسی، انشائیہ نگاری سے زیادہ آپ کے تراجم سے ہوتا ہے گویا آپ کو اس فن پر ید طولیٰ حاصل ہے۔ آپ کا ایک جاسوسی ناول " پر اسرار نظر بند " " ادارہ جاسوسی پنجہ " الہ آباد کے زیر اہتمام 1957ء م ۱۳۷۷ھ میں منظر عام پر آچکا ہے اردو نثر کے علاوہ آپ نے اردو شاعری میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں بالخصوص آپ نے موضوعاتی نظمیں بہت زیادہ لکھی ہیں جو سالنامہ نفیر ویلور کے شماروں میں جگہ پاچکے ہیں۔

۱۲۸۔ مولانا حامد الباقوی

مولانا عبدالحمید حامد باقوی بمقام گڈیاتم 1926ء م ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم خود اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد 1936ء م ۱۳۵۵ھ میں باقیات کی مبارک زمین پر قدم رکھا اور یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ مدراس یونیورسٹی سے "منشی فاضل کی سند حاصل کی 1946ء م ۱۳۶۶ھ میں اچانک چند نامساعد حالات کے پیش نظر باقیات سے رشتہ توڑ کر گڑیاتم کی ہائر سکنڈری اسکول میں اردو منشی کے عہدے پر فائز ہوئے اور یہیں سے وظیفہ یاب ہوئے۔

آپ نے مدرسہ باقیات کے علمی اور ادبی ماحول میں اپنے شعری ذوق کو پروان چڑھایا۔ آپ کی بیشمار نعتیں اور دینی مضامین ساناہ صفیر ویلور اور سالنامہ "نفیر" ویلور میں جگہ پاچکی ہیں 1991ء م ۱۴۱۲ھ میں آپ نے اپنے سفرحج کے تاثرات کو کتابی صورت میں "حج مبرور" کے نام سے پیش کیا۔فی الحال مولانا اپنے غزلیات کے مجموعے کی ترتیب میں مصروف ہیں۔

۱۲۹۔ مولانا راجی صدیقی

مولانا راجی صدیقی فرزند شاہ محمد عمر صدیقی قادری الچشتی مرحوم بمقام مدراس 1927ء م ۱۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسۂ محمدی کی طرف رجوع ہوے اور یہاں حضرت مولانا مفتی قاضی حبیب اللہ اور مولانا ابوبکر نظمی سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ دینی علوم پر مولانا کی نگاہ کافی وسیع تھی شعروادبی کا ذوق بھی آپ کو ورثے میں ملا تھا۔اپنے والد ماجد کی صحبتوں میں علم نجوم پر بھی آپ نے کمال حاصل کیا زندگی کی آخری سانسوں تک اس سے رشتہ نبھایا۔

اردو شعروادب میں آپ کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا کفران نعمت کے مترادف ہے۔ آپ نے زندگی بھر نوجوان نسل کی رہنمائی اور ہمت افزائی کی ہے علمی معلومات اور شعری رموز کی تحصیل میں راقم آپ کا مرہون منت ہے 1960ء م ۱۳۸۰ھ میں جب جدیدیت کی لہروں سے حضرت عزیز تمنائی اور حضرت دانش فرازی نے تامل ناڈو کی فضا کو آشنا کیا تو راقم مولانا سے اجازت لیکر حضرت دانش فرازی کے تلامذہ میں شامل ہوا۔مولانا کی وسیع النظری اور فراخ دلی کا یہ بین ثبوت ہے کہ مولانا نے بخوشی راقم کو حضرت دانش فرازی سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع عنایت فرمایا۔نئے زاویے، نیا احساس، نئی فکر اور نئی ہوش مندی کے جو خدوخال راقم کی

تحریروں میں نمایاں ہیں وہ حضرت دانش فرازی اور ان کے حلقۂ اربابِ علم و فن کی دین ہے۔
مولانا راجی صدیقی کا شعری مزاج اور آہنگ سب سے بے نیاز اور جداگانہ ہے۔ میر و غالب کے وسیع مطالعہ سے انہوں نے اپنی ایک انفرادیت قائم کرلی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار کے خالب سے میر کے جذبوں کی سنجیدگی اور غالب کی فکری تمازت کی زریں لہریں صاف محسوس ہوتی ہیں۔
آپ کا انتقال [redacted] / نومبر 1989ء م ۱۴۱۰ھ کی دوپہر ہوا اور دوسرے دن احاطہ مقبرہ عبدالحق ساوی دستگیر میں تدفین عمل میں آئی۔
آپ کا ایک شعری مجموعی "زخم تر" مطبوعہ 1987ء 1408ھ میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔

۱۳۰۔ علامہ الحاج سید شاہ عبدالجبار قادری باقوی

بیسویں صدی کے اہل علم و اصحاب کمالِ علماء و فضلاء میں سے حضرت قدوۃ العلماء شیخ التفسیر ابو سعید علامہ الحاج سید شاہ عبدالجبار صاحب قادری المتخلص بہ ناصر باقوی کی ذات گرامی ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ آپ خاندان سادات نیشاپور کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت مولانا عارف باللہ سید شاہ محمود قادری تبلیغ دین کی خاطر اپنے وطن مالوف نیشاپور ایران سے ہجرت فرما کر ہندوستان تشریف لائے اور یدرو راج پالیم (قصبہ پرٹور، ضلع کڈپہ) میں بالہام خداوندی قیام پذیر ہوگئے شاہ محمود قادری نیشاپوری کے بعد آپ کا خانوادہ شہر پرٹور منتقل ہو گیا۔ بعد ازاں اس خاندان سادات میں بتاریخ یکم جولائی 1927ء م ۱۳۴۶ھ کو حضرت سید شاہ بابا فخر الدین قادری نیشاپوری ولد سید شاہ کمال الدین قادری نے نیشاپوری کے گھر حضرت شاہ عبدالجبار ناصر باقوی کی ولادت ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر ظل عاطفت ہوتی رہی، والد ماجد نے 1941ء م ۱۳۶۰ھ میں آپ کو ام المدارس مدرسۂ باقیات صالحات ویلور (تامل ناڈو) روانہ فرمایا، آپ نے اس مدرسہ میں تقریباً دس سال تعلیم حاصل کی مختلف علوم و فنون، میں مہارت تامہ حاصل کیا اور 1951ء م ۱۳۷۱ھ میں سند فراغت فضیلت سے سرفراز ہوے۔ آپ کے کمال علمی و بلند کرداری سے متاثر ہوکر مدرسۂ باقیات کے ارباب

حل و عقد نے آپ کو منصب تدریس پر فائز کر دیا 1975ء م ۱۳۹۵ھ میں آپ کی تدریسی خدمات سے متاثر ہوکر مدرسہ کی مجلس شوری نے آپکو مدرسہ کا ناظر و مہتمم (Principal) مقرر کیا۔ جہاں سے آپ 1989ء م ۱۴۰۹ھ میں حسن خدمت سے سبکدوش ہوئے۔ آپ کی ذات گرامی دارالعلوم باقیات صالحات کے لیے ایک بابرکت، انمول اور روشن یادگار ہے موصوف کے دم سے باقیات صالحات میں بزرگوں کی پاکیزہ روایات زندہ تھیں۔ آپ کے بعد ان روایات کو زندہ رکھنے والا نہ پیدا ہوا نہ ہوگا ان دنوں پرانا باقیات تو شہید ہو چکا ہے نئے احباب کی سرپرستی میں اسکی اونچی عالیشان عمارت پر پہلی سی رونق اور بہار افزاء کیفیت کا فقدان ضرور نظر آتا ہے۔

مولانا کی علمی استعداد اور خاص طور پر فقہ پر موصوف کی نظر اور دلی لگاؤ قابل ذکر ہے۔ آپ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ فتویٰ کے بھی شناور ہیں آپ کا رہن سہن زندگی بسر کرنے کا انداز بالکل سیدھا سادھا اور درویشانہ ہے۔ آپ سے ملنے والا پہلی ملاقات میں ہی آپ کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آپ کی گفتگو کا انداز اتنا جامع، مختصر، شگفتہ اور متانت و سنجیدگی سے بھرپور ہوتا ہے کہ بات کرنے سے ایسا لگتا ہے کہ منہ سے جیسے الفاظ کے پھول برس رہے ہیں چہرے پر بلا کی معصومیت اور آنکھیں نورانی کیفیت کی غماز۔ ویلور کے ماحول میں جمعہ کی نمازوں کے بعد آپ کے خطبات نہایت مقبول اور مفید خاص و عام ہوتے۔ آپ نے دینی مسائل پر کئی مضامین لکھے جو سالنامہ "صفیر" ویلور اور "نفیر" ویلور میں بالالتزام چھپ چکے ہیں۔

سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ آپ نے شمالی ہند کے دنیادار علماء کی طرح دین کو تجارت نہیں بنایا احقر نے اپنی زندگی میں ایسے وضع دار، حق اور ناحق کی صحیح شناخت رکھنے والے شیخ طریقت شاذ و نادر ہی دیکھے ہیں آپ نے 1990ء م ۱۴۱۱ھ میں شہر کڈپہ میں جامعہ العلوم النشاسیہ کی داغ بیل ڈالی اور تقریباً چھ سال سے بحیثیت ناظر و مہتمم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ عالم باعمل صوفی باصفا ہونے کے علاوہ صاحب قرطاس و قلم بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر و تحریر دونوں کی صلاحیتیں آپ میں بدرجہ اتم ودیعت کر دی ہیں۔ آپ کے رشحات قلم سے سیکڑوں علمی و ادبی مضامین نکل چکے ہیں آپ کے نوک قلم سے وجود پذیر ہونے والی کتابوں کی تعداد تاحال دس ہے جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ جان پدر مطبوعہ (1976ء م ۱۳۹۷ھ) حضرت امام غزالی کی نصائح کا مجموعہ اپنے فرزند

ارجمند کے لیے تحریر کیا تھا۔

۲۔ مضامین تفسیر: یہ حضرت والا کے تفسیری مضامین کا مجموعہ ہے جو 88 صفحات پر محیط ہے اس کو ادارہ صفیر ویلور نے 1982ء م ۱۴۰۳ھ میں شائع کیا تھا۔

۳۔ اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ (مطبوعہ 1980ء م ۱۴۰۳ھ) مسلک اعتدال یعنی سلف صالحین کے مسلک پر مدلل رسالہ ہے۔

۴۔ تفسیر ام الکتاب (مطبوعہ 1983ء م ۱۴۰۹ھ) ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے یہ رسالہ سورہ فاتحہ کی لاجواب تفسیر۔

۵۔ فقہی اختلاف (مطبوعہ 1992ء م ۱۴۱۳ھ) یہ کتاب ۶۸ صفحات پر محیط ہے آپ کی تمام کتابوں میں شاہکار ہے یہ کتاب افتراق بین المسلمین کو دفع کرنے اور گروہ بندیوں کا قلع قمع کرنے میں تیر بہ ہدف ہے۔ افراط و تفریط کے شکار اذہان کے لیے راہ ثواب و شمع ہدایت ہے۔ عوام و خواص دونوں طبقوں کے لیے ایکساں فائیدہ مند ہے

۶۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلا ایڈیشن (مطبوعہ 1994ء م ۱۴۱۵ھ) میں اور دوسرا ایڈیشن 1995ء م ۱۴۱۶ھ یہ ۳۲ صفحات کا ایک مقدس رسالہ منکرین میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دندان شکن جواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ پاکیزہ حکایات (مطبوعہ ۱۴۱۶ھ م 1995ء)

۸۔ نکاح اور مبادیات نکاح (زیر طبع)

۹۔ مضامین سیرت (زیر طبع)

۱۰۔ داستان کرب و بلا (زیر طبع)

نوٹ: ۔ راقم کے زیر اہتمام "فقہی اختلاف"، "میلاد النبیؐ" اور "پاکیزہ حکایات" تمل ناڈو اردو پبلیکیشنز مدراس سے شائع ہوئی۔

۱۳۱۔ ڈاکٹر تیکا شعیب عالم

ڈاکٹر تیکا شعیب عالم فرزند حضرت علامہ احمد عبدالقادر شیخ نائیگیم بمقام (Kilakarai) کیلا کرائی ۲۹ / جولائی 1930ء م ۱۳۴۴ھ کو پیدا ہوئے آپ کے والد بزرگوار سری لنکا اور ملیشیا کے مختلف عربی مدراس کے سرپرست وصدر تھے۔ ان کی دینی قومی اور مذہبی خدمات بڑی تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو بیک وقت عربی اور تامل زبانوں پر ملکہ حاصل تھا۔ حضرت کاوش بدری صاحب کا بیان ہے کہ جنگ آزادی میں بھی انہوں نے بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ جنگ آزادی کے دوران موصوف کے تعلقات مولانا محمد علی مولانا شوکت علی مولانا عبدالکلام آزاد اور گاندھی جی سے بہت اچھے تھے۔ ڈاکٹر شعیب عالم جامع الکمالات اور جامع الصفات شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کی تبحر علمی سے متاثر ہو کر مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر برہان دہلی نے لکھا ہے کہ "تیکا شعیب عالم عربی اور انگریزی دونوں زبانوں میں روانی سے گفتگو اور تقریر کرتے ہیں اور تامل زبان تو ان کی مادری زبان ہے۔ جس کے وہ پرجوش مقرر ہیں۔ عربی ادب کے بعض موضوعات پر گفتگو کرنے کا موقع نصیب ہوا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میں نے کسی شاعر کا نام لیا یا کوئی ایک شاعر کا شعر پڑھا تو انہوں نے پورا قصیدہ فر فر سنا ڈالا۔" مولانا سعید اکبر آبادی کے اس بیان سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے تامل ناڈو کے نہ صرف ایک اچھے اور نیک آدمی سے ملاقات کی بلکہ عربی ادب کے سمندر میں غوطہ لگا کر اس کے اندر کی موتیاں تلاشنے کی کوشش میں بھرپور کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ مولانا سعید اکبر آبادی کی فراخ دلی اور وسیع النظری کی روشن دلیل ہے۔ ڈاکٹر شعیب عالم کی ایک ضخیم کتاب "عربک، اردو، پرشین ان سرندیپ اینڈ ٹامل ناڈو" بزبان انگریزی 1993ء م ۱۴۱۴ھ میں منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کا پندرہواں باب جو حضرت کاوش بدری کی فراہم کردہ معلومات کا نتیجہ ہے، مشتبہ ہونے کے باوجود، من حیث المجموع مذکورہ کتاب تحقیق کی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۳۲۔ مولانا مولوی ڈاکٹر سید قدرت اللہ باقوی

آپ بمقام میسور 1934ء م ۱۳۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میسور میں ہوئی۔ آپ نے مدرسہ باقیات صالحات میں 1949ء م ۱۳۶۹ھ سے 1959ء م ۱۳۷۹ھ تک عربی اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے۔ (اردو) کیا اور پھر اردو میں رانچی یونیورسٹی سے ڈی۔ لٹ۔ کی سند حاصل کی۔ باقیات سے رشتہ جوڑنے کے بعد آپ کا طبعی رجحان زیادہ تر عربی زبان و ادب کی طرف تھا اور اس زبان سے اتنی محبت اور قدرت حاصل تھی کہ آخرش اس زبان میں بھی ایم۔ اے۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے اسناد بڑی آسانی سے حاصل کر لیں اور آپ کا یہ کارنامہ شاہد عربی زبان و ادب کی تاریخ فراموش نہیں کرسکے گی کے آپ کی عربی تصنیف "العلامہ السید عبدالحی الحسینی مورخ الھند الاکبر عصرہ، حیاۃ، مولفاتہ" ۔ مولانا مولوی سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریظ کے ساتھ 1983ء م ۱۴۰۴ھ میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہے۔ آپ 1993ء م ۱۴۱۴ھ میں کیرالا کے مختلف کالجوں میں پرنسپل رہ چکے ہیں قیام کیرالا کے درمیان آپ نے بہت سی عربی کتابیں لکھی جو راقم الحروف کے زیر اہتمام منظر عام پر آچکی ہیں۔

آپ کا اردو زبان میں اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ موصوف نے کرناٹک کی عہد آفرین، شیخصیت مولانا مولوی عبدالحی ذاعظ بنگلوری کی دینی و عملی، علمی و ادبی خدمات کا بھرپور جائزہ پیش کر کے ان کی صحیح شناخت سے اردو دنیا کو واقف کرایا ہے۔

۱۳۳۔ مولانا مولوی سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری

حضرت سید حسن بخاری عرف سید پیر پاشاہ بمقام حیدرآباد 1938ء م ۱۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور اعلیٰ تعلیم سید شاہ محمد یعقوب صاحب بغدادی باقوی کی زیر نگرانی ہوئی۔ مزید تعلیم کے شوق میں دارالعلوم لطیفیہ کی طرف رجوع ہوئے۔ لطیفیہ کے جید علماء و فضلا سے فیض یاب ہونے کے بعد مدرسہ لطیفیہ میں ہی درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ علامہ شاکر نائطی کی صحبتوں سے مستفید ہو کر مشق سخن بھی کیا تھا اور اپنے استاد محترم کے حکم کی تعمیل میں کشفی تخلص قبول فرمایا تھا۔ انہیں دنوں مولانا طیب الدین اشرفی

صاحب سے ملاقات کی تو نثر نگاری پر بھی دسترس حاصل کی۔ آپ کے بہت سارے دینی معلوماتی مضامین "اللطیف" میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کا عملی اور ادبی کارنامہ یہ ہے کہ آپ بڑے خلوص اور لگن کے ساتھ "جواہر السلوک" (بحوالہ ریاست میسور میں اردو کی نشو و نما مطبوعہ 1962ء م ۱۳۸۲ھ) کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے جو ہنوز محتاج اشاعت ہے۔ (راقم کی نظر سے کڑپہ شریف میں اس ترجمہ کا نسخہ گذر چکا ہے۔) 1979ء میں دار العلوم لطیفیہ سے مستعفی ہو کر کڑپہ شریف گئے اور آج کل بھی دینی علمی اور عملی کاموں میں بے حد مصروف ہیں۔

("جواہر السلوک" کے دس فائدے (ابواب) کا ترجمہ (بروایت مولانا مولوی محمد یعقوب اسلم صاحب) علامہ شاکر نائطی کے ہاتھوں ہو چکا تھا جسے مولانا سید محمد مصطفےٰ حسین بخاری نے از سر نو ترتیب دیکر اپنے ترجمے میں شامل کر لیا ہے)

۱۳۴۔ مولانا مولوی خطیب عبد المجید باقوی

آپ بمقام رحمت پالا ویلور پیدا ہوئے۔ فی الحال مدرسہ باقیات صالحات میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے علمی اور دینی موضوعات پر کئی مضامین لکھے جو سالنامہ "صفیر ویلور" میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کی ایک تالیف "تذکرہ حضرت مولانا عبد الوہاب ویلوری مطبوعہ 1982ء م ۱۴۰۳ھ منظر عام پر آئی ہے۔ اس تالیف میں آپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ام المدارس مدرسہ باقیات صالحات کو دار العلوم دیو بند کی شاخ اور بانی مدرسہ باقیات حضرت شاہ عبد الوہاب قادری کو اکابر دیو بند کے خوشہ چیں بتانے کی سعی لاحاصل کی ہے جس کا مدلل جواب مولانا راہی فدائی نے اپنی کتاب "تجزیہ" مطبوعہ ۱۴۰۳ھ م 1982ء میں دیا ہے اور مولانا عبد المجید صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں مسلک وہابیہ اور نجدیہ کو مسلک باقیات ثابت کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کا بھی مدلل جواب مولانا راہی فدائی نے کتاب "مسلک باقیات" میں دیتے ہوئے بانی باقیات صالحات کے مسلک و عظمت کا صحیح جائزہ لیا ہے اور موصوف کی غلط بیانیوں کا استدلال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بانی باقیات صالحات کے ڈانڈے کسی حیثیت سے بانی دار العلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی سے نہیں ملتے۔

مولانا عبد المجید باقوی کی تصانیف میں "ماں باپ کے آداب و حقوق" مطبوعہ 1986ء

م ۱۴۰۷ء " تحریک دعوت و تبلیغ " مطبوعہ " علم حدیث کے اصول ، مبادی نظام میراث "، "مصائب نامہ " اور " کربلا کا المیہ " علمی دنیا میں مشہور ہیں۔
مولانا نے " جادہ اعتدال " میں اپنے استاذ محترم کی شان میں بڑی گستاخیاں کی ہیں...
معاذ اللہ

۱۳۵۔ مولانا اشرف سعودی باقوی

مولانا مفتی اشرف علی سعودی فرزند حضرت مولانا ابو سعود احمد صاحب باقوی بمقام ویلور شمالی آرکاٹ ۱۳۵۹ھ م 1990ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور اعلی تعلیم مدرسہ باقیات صالحات سے حاصل کی بقول مولانا راہی فدائی ۱۳۸۱ھ م 1961ء میں آپ دار العلوم دیو بند گئے اور وہیں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ آج کل اپنے والد ماجد کی قائم کردہ مدرسہ " دار العلوم و سبیل الرشاد " بنگلور میں بحیثیت مفتی و شیخ الحدیث کے خدمات پر مامور ہیں آپ کو اردو نظم و نثر پر بھی ید طولی حاصل ہے۔ آپ کے دینی معرکتہ الاراء مضامین " صفیر " ویلور " نفیر " ویلور اور سبیل بنگلور میں جگہ پاچکے ہیں۔ آپ نے اپنے نانا علامہ ضیاالدین امانی باقوی کا شعری مجموعہ " گلشن سیرت " از سر نو ترتیب دے کر دوبارہ شائع کیا ہے۔ علامہ کی شعری صلاحیتوں اور علمی بصیرتوں کا اعتراف اپنے وقت کے ان اکابرین شعر و ادب نے بھی کیا ہے جن میں مولانا الطاف حسین حالی اور ڈپٹی نذیر احمد بھی شریک تھے۔
مولانا اشرف سعودی سے احقر کی التماس ہے کہ وہ اپنے نانا مولانا امانی پلی کنڈوی کی تنقیدی تحریریں جو اس دور کے مقتدر رسائل مثلاً " معیار ادب " اور " مصحف " میں جگہ پاچکی ہیں ترتیب دیکر چھاپ دیں۔ اگر یہ تحریریں شہود پر آجائیں تو یقیناً تامل ناڈو کی تنقیدی ادب میں نہ صرف اضافہ ہو گا بلکہ علامہ کا مقام بھی شمالی ہند کے تنقید ادب کے معماروں میں اونچا ہو گا۔

۱۳۶۔ مولوی محمد یعقوب اسلم عمری

آپ بمقام آنکانم شمالی آرکاٹ 18 جولائی 1945ء میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی ابتدائی اور اعلی تعلیم جامعہ دار السلام عمر آباد (شمالی آرکاٹ) سے حاصل کی اس جامعہ سے فارغ

الحصیل ہونے کے بعد مدراس یونیورسٹی سے 1966 میں منشی فاضل اور 1975ء میں بی۔ اے ۔ کے امتحانات کامیاب کیے ۔1979ء میں مسلم علی گڑھ یونیوسٹی [redacted] یم اے (اردو) امتیازی درجہ میں پاس کیا۔ گزشتہ پچیس برس سے آپ وانمباڑی اسلامیہ ہائر سیکنڈری اسکول میں بحیثیت اردو استاد خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ تقریباً تیس سال سے آپ کا ذہن وفکر جس محور کے اطراف گھوم رہا ہے وہ ہے اردو زبان اور اس کی ترقی وبقا۔

ریاست تامل ناڈو میں مختلف افراد اپنے اپنے انداز میں اردو کی خدمت انجام دے رہے ہیں لیکن یعقوب اسلم کا دائرہ عمل نقطہ آغاز سے شروع ہوتا ہے ۔ موصوف کا خیال صدفی صد درست ہے کہ اگر ابتدائی سطح پر اردو کی تعلیم وتدریس کا کام خاص لگن اور انہماک سے انجام نہین دیا جائے تو آگے چل کر ہماری نسلیں اردو زبان وادب سے بالکل نابلد ہوجائیں گی۔

مولوی یعقوب اسلم تامل ناڈو کے ایک معتبر باشعور شاعر، ادیب اور نقاد ہیں ۔ آپ کے ادبی تنقیدی اور مذہبی مضامین ہندوستان کے مقتدر رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں ۔ حال ہی میں احقر کی شخصیت سے متعلق آپ کی ایک جامع اور بسوت کتاب "عکس در عکس" 1995ء میں منصۂ ظہور میں آچکی ہے ۔ آپ کے افسانوں کا مجموعہ "چہروں کی دیوار" فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنو کے مالی اشتراک سے 1986ء میں منظرعام پر آکر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔

مندرجہ بالا دو معرکتہ الآراء تصانیف کے علاوہ یعقوب اسلم کی جو کتابیں منظرعام پر آچکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱) اردو گرامر، مطبوعہ 1975ء
۲) اردو خطوط ومضامین، مطبوعہ 1978ء
۳) ضرب الامثال، مطبوعہ 1980ء
۴) رسول عربی (نعتوں کا مجموعہ) مطبوعہ 1980ء
۵) معیاری کہانیاں (بچوں کے لئے) مطبوعہ 1982ء
۶) ایک مفکر مدرس اور رہنما (سوانح) مطبوعہ 1994ء
۷) عکس در عکس ۔ علیم صبانویدی کی شخصیت کا بھرپور جائزۃ مطبوعہ 1995

۱۳۷- مولانا مولوی حافظ عبدالرزاق حافظ باقوی

آپ بمقام رانچوٹی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور ۱۳۶۹ھ 1944ء میں مدرسۂ باقیات صالحات میں داخل ہوئے اور یہیں سے 1955ء م ۱۳۷۵ھ فارغ التحصیل ہوئے آپ نے طالب علمی کے دوران شعرو شاعری سے رشتہ جوڑا اور مولانا مولوی فدوی باقوی سے اپنے کلام کی نوک پلک درست کی اس کا اعتراف موصوف نے اپنی نجی محفلوں میں بارہا کیا ہے مولانا راہی فدائی کا بیان ہے کہ مولانا فدوی کے قائم کردہ "حلقۂ ارباب ذوق" کے ماہانہ مشاعروں میں بلاناغہ شریک ہوتے رہے۔ باقیات سے فارغ ہونے کے بعد وشارم گیے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ مدارس یونیورسٹی سے ایم۔اے۔اور ہندی کے بہت سارے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کرنے کے بعد سی۔عبدالحکیم کالج میں لکچرر مقرر ہوئے(retirement) ہونے کے قریب مدراس آرٹس کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہیں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

زندگی بھر آپ نے بچوں کے لیے نظمیں لکھیں حال ہی میں آپ نے ایک طویل نظم "قمر نامہ الاسلام" شائع کی ہے جو منظوم سیرت طیبہ ہے اس طویل نظم میں بھی بچوں کی نفسیات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ بچوں کے ادب کی ضمن میں آپ کی خدمات ٹامل ناڈو کے اردو ادب میں یقیناً ناقابل فراموش ہیں اب یہ فیصلہ کرنا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے کہ آپ کو اپنی یہی کتابیں زندہ رکھیں گی۔ موصوف کی مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ضرور ہوتا ہے لیکن اردو ادب جن نقوش اور اقدار کا متلاشی ہے اس کی منور کرنیں کہیں بھی نہیں ملتیں۔

۱) نئی کلیاں، بچوں کی نظمیں، مطبوعہ ۱۳[illegible]ھ 1972ء کتاب گھر میل وشارم۔

۲) پھول، بچوں کی نظمیں، مطبوعہ 1973ء م ۱۳۹۳ھ سی۔عبدالحکیم کالج کمیٹی میل وشارم

۳) مخبر اعظم، نواب سی۔عبدالحکیم کا تذکرہ۔ مطبوعہ 1975ء م ۱۳۹۵ھ سی۔عبدالحکیم کالج کمیٹی میل وشارم۔

۴) چاند تارے، بچوں کے لیے، مطبوعہ ۱۴۰۰ھ 1979ء آندھرا پردیش اردو اکاڈمی حیدرآباد۔

■) ذکر حبیب، نعتیہ کلام مطبوعہ 1980ء م ۱۴۰۱ادارلاشاعت ویلور۔
۶) پھلواری، بچوں کی نظمیں مطبوعہ ۱۴۰۲ام1982ء کتاب گھر میل وشارم۔
۷) بہار سخن، غزلوں اور نظموں کا مجموعہ، 1987ء م ۱۴۰۸اشاکر پریس مدراس۔
۸) وشارم میں اردو، ناشر سی۔ عبدالحکیم کالج کمیٹی میل وشارم۔
۹) قمرنامہ اسلام، منظوم سیرت، 1990ء م ۱۴۱۱حافظ پبلی کیشنز میل وشارم۔
۱۰) نور علی نور، شعری مجموعہ۔

مندرجہ بالا کتابوں میں قمرنامۂ اسلام منظوم سیرت طیبہ ہے۔ اس منظوم سیرت کا انتسابی حروف ان کی مرحومہ بیگم میمونہ خاتون کے نام ہے۔

۱۳۸۔ شیخ تمبی پلاور

آپ کومار (ضلع ناگر کوئل) میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ نے ۱۳۶۹ھ میں وفات پائی عربی اور تامل زبان و ادب کی تعلیم ناگر کوئل کے مختلف مدارس مین حاصل کی۔ آپ نے ہمیشہ اسلامی موضوعات کو اپنی تخلیقی عمل کا مرکز و منبع بنایا۔ تامل نثر میں نظم (سیرا پرانم) کی تشریح لکھ کر تامل زبان و ادب میں ایک کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے تامل زبان میں نعتوں کا مجموعہ "نایگاں مان مگو منجری" شایع فرمایا۔ آپ کی یہ نعتیں حضور اکرم صلعم سے ان کی بے پایاں اور بے کراں عقیدتوں کی غماز ہیں۔ ان کی ہمہ جہت شخصیت ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے باعث صد احترام تھی۔

۱۳۹۔ مولانا مولوی ظہیر احمد راہی فدائی باقوی

مولانا مولوی حافظ ظہیر احمد باقوی متخلص بہ راہی فدائی کی ولادت دیندار ■ زمین دار گھرانے میں بتاریخ ۹ / نومبر 1949ء م ۱۳۶۹ھ بمقام کڈپہ ہوئی، اس وقت تک شہر کڈپہ راس پر سی ڈنسی میں شامل تھا۔ راہی کے والد الحاج ٹی۔ یوسف نائک صاحب (المتوفی 1992ء م 1413 ھ) منصب تحصیلداری پر فائز تھے۔ راہی کی ابتدائی تعلیم کڈپہ میں عربی اور

انگریزی مدارس میں ہوئی۔ بعد ازاں 1968ء م ۱۳۸۸ھ میں مدرسۂ باقیات صالحات ویلور (تامل ناڈو) میں آپ کا داخلہ ہوا جہاں سے 1974ء م ۱۳۹۴ھ میں آپ کی فراغت ہوئی اور اپنے مادر علمی ہی میں خدمات تدریس پر مامور کیئے گئے آپ نے مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل اور افضل العلماء کے امتحانات اور میسور یونیورسٹی سے ایم۔ اے درجہ اول میں کامیاب کیا، اردو کے مشہور نقاد و ادیب ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید پروفیسر، اسیں۔ وی۔ یونیورسٹی، تروپتی (اندھرا) کے تحت "مدرسۂ باقیات وصالحات ویلور کے علمی و ادبی کارنامے" کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کے لئے مقالہ سپرد قلم کیا۔ راہی تقریباً پچیس سال سے سالنامہ صفیر اور نفیر ویلور کے مدیر ہیں۔ آپ کا یہ علمی و ادبی مجلہ ہند اور بیرون ہند ر کے اہل علم میں کافی مقبول ہے۔ راہی 1984ء م ۱۴۰۵ھ تا 1987ء م ۱۴۰۸ھ تک مدراس یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ (syndicate) کے منتخب رکن رہے ہیں۔ آپ نے نہ صرف اپنے دور میں شعبۂ اردو، فارسی و عربی کی بطور خاص خدمت کی تھی بلکہ اس شعبہ کی توسیع اور ترقی کے لیے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جس کا اعتراف ڈاکٹر نجم الہدیٰ، صدر شعبۂ اردو، عربی اور فارسی نے مولانا کے شعری مجموعے "اجال" کے مقدمہ میں برملا کیا ہے۔

راہی جدید شاعر ہونے کے علاوہ محقق و نقاد کی حیثیت سے بھی مقبول و معروف ہیں۔ ملک و بیرون ملک کے معتبر و مستند نقاد آپ کی شاعری کے جدید لب ولہجہ کے قائل و معترف ہیں بلکہ آپ کی نثری کاوشوں اور تحقیقی صلاحیتوں کے بھی مداح ہیں۔ بالخصوص تنقید میں آپ کا مزاج بڑا متوازن اور معتدل ہے۔ آپ کے تحقیقی مضامین ادب میں ایک کارنامہ کی حیثیت رکھتے ہیں بالخصوص آپ کی تالیف "کڈپہ میں اردو" مطبوعہ 1992ء م ۱۴۱۳ھ جو موضوع و مواد کے لحاظ سے بڑی تاریخی اور عالمگیر افادیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن خداداد صلاحیتوں اور نیک صفات سے نوازا ہے ان کا احاطہ کرنا اس مختصر سی تحریر میں ناممکن ہے۔ آپ نہ صرف شرافت اور متانت، سنجیدگی اور تحمل کا وہ خزانہ ہیں بلکہ خوش خلقی، ایثار و سادگی کا بے مثال پیکر بھی ہیں۔ آپ کی تاحال بارہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ لمحے (1974ء / ۱۳۹۴ھ)

۲ انتسلاہ (1976ء / ۱۳۹۸ھ)

۳ باقیات ایک جہاں (نثری مجموعہ مطبوعہ 1980ء م ۱۴۰۰ھ)

۴ تصنیف(1981ء م ۱۴۰۲ھ شعری مجموعہ)
۵ اماں(شعری مجموعہ 1987ء م ۱۴۰۸ھ)
۶ تجزیہ(تحقیقی مجموعہ 1988ء م ۱۴۰۹ھ)
۷ ترقیم(شعری مجموعہ 1990ء ۱۴۱۱ھ)
۸ مسلک باقیات
۹ اکتسابِ نظر(مطبوعہ 1991ء م ۱۴۱۲ھ یہ دونوں نثری تحقیقی مضامین کے مجموعے ہیں)
۱۰ کڈپہ میں اردو(مطبوعہ 1992ء م ۱۴۱۳ھ)
۱۱ مصداق(نعتوں اور نظموں کا مجموعہ 1993ء م ۱۴۱۴ھ)
۱۲ اوراقِ جاویداں(مطبوعہ 1994ء م ۱۴۱۵ھ اکابر علم و ادب کے مکاتیب کا مجموعہ)

۱۴۰۔ مولانا مولوی حافظ ابوالنعمان بشیرالحق قریشی

مولانا بشیر الحق قریشی فرزند حضرت مولانا محمد زور قریشی اشرفی ادھونی بمقام ادھونی 1953ء م ۱۳۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم ادھونی میں ہوئی۔ مولانا ریاست علی خان سے قرآن مجید پڑھا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے ویلور آئے اور مدرسۂ لطیفیہ میں داخلہ لیا۔ فارسی اور عربی کی درسی کتابیں پڑھیں۔ صحیح شاگرد وہ ہوتا ہے جو اپنے استاد سے بھی دو قدم آگے نکل جاتا ہے خوشی اس بات کی ہے کہ مولانا بشیر الحق قریشی نے فطری صلاحیتوں کے بل بوتے پر اپنے اساتذہ مثلاً مولانا سید حمید اشرف، مولانا مولوی سید مصطفیٰ حسن بخاری سے بھی بہت اونچا اٹھنے کی کوشش میں بھرپور کامیاب رہے ہیں۔

آپ نے خاص لگن محنت اور رہنمائی سے نہ صرف دینی تعلیم کے روشن چراغ جلائے بلکہ اقطاب ویلور کے بعض فارسی کارناموں کو اردو زبان میں منتقل کر کے تاریخ ادب اردو میں ایک اہم ترین اضافہ بھی کیا ہے۔ آپ کے قلم سے بہت سی کتابیں اور مضامین منصہ شہود پر آچکی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ توسل نبوی کی شرعی حیثیت ۲۔ آثار الرسول ۳۔ رحمۃ للعلمین ۴۔ اصحابی کا لنجوم ۵۔ جمعہ ۶۔ اسلامی قانون سازی کا تاریخی جائزہ ۷۔ شراب اور اس کا اسلامی

وقف ۸۔رضوان صحابہ ۹۔کیا مرنے کے بعد استفادہ وافادہ ممکن ہے ۱۰۔خانوادہ حضرت قطب ویلور کی تاریخ ساز شخصیت ۱۱۔بیعت کی شرعی حیثیت ۱۲۔مجدد جنوبی ہند حضرت قطب ویلور ۱۳۔میلاد النبی اظہار سرور کا مسئلہ

ان کتابوں اور مضامین کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بشیر الحق نے مدرسہ کے نام اور اس مدرسہ کے بزرگان دین کے کارناموں کو منظر عام پر لانے کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔ کاش یہی عقیدتیں اور محنتیں دوسرے احباب کو بھی نصیب ہوں۔ اور مدرسہ کا نور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے۔

۱۴۱۔ سید شاہ عثمان پاشاہ قادری

آپ جناب سید احمد حسین قادری کے پانچویں فرزند ہیں۔ آپ بمقام حیدرآباد ۸ / اکتوبر ۱۳۸۶م کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و تربیت والد بزرگوار کی زیر نگرانی میں ہوئی۔ مقامی مدرسوں میں تعلیم حاصل کی اور عثمانیہ یونیورسٹی سے "بی۔ کام۔" کیا۔

آپکے والد بزرگوار اپنے دور کے صالح صوفی اور وضعدار بزرگ تھے۔ آپکی ذات گرامی خصوصیات کی حامل ہے آپ کی طبیعت میں عاجزی اور انکساری، استغناء اور سادگی رچی ہے۔ رحمدلی اور صلہ رحمی "بخشش وعطا آپ کی طبیعت کا خاصہ ہیں۔

آپ حضرت سید شاہ محمد طاہر کے نسبتی بھانجے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی برادرزادی کے لئے آپ کو پسند فرمایا اور دامادی میں لے لیا اعلیٰ حضرت سید شاہ ابو النصر قطب الدین محمد باقر قادری سے بیعت ہوئے پھر خلافت و اجازت بھی عطا ہوئی اور خود اپنی نگرانی میں راہ سلوک تربیت فرمائی۔ مولانا محمد حسین ایم۔ اے سے جو اس وقت دار العلوم لطیفیہ میں تدریسی خدمات پر مامور تھے عربی فارسی صرف ونحو کی تعلیم پائی۔

اپنے خسر مرحوم کی زندگی میں دار العلوم لطیفیہ کی دفتری کاروائیوں کا انتظام مطبخ اور طلبہ کی تنظیم و نگرانی میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ خسر کے انتقال کے بعد اعلیٰ حضرت مرحوم نے آپکو ناظم دار العلوم بنایا اور اعلی حضرت کے وصال کے بعد آپ اور آپ کے ہمزلف مولانا سید ہلال پاشاہ شطاری قادری ایک رائے ہو کر دار العلوم لطیفیہ سے متعلقہ تمام امور کا انتظام و انصرام بڑی ہی

سنجیدگی اور باقاعدگی سے کر رہے ہیں۔

اتنی مصروفیات کے باوجود بھی آپ نے مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی پھر ایم۔ اے۔ مدراس یونیورسٹی سے کیا اور اب مدراس یونیورسٹی ہی سے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے مقالہ کی تیاری میں مصروف ہیں۔

دارالعلوم لطیفیہ اور خانقاہ اقطاب ویلور کی روایات کو قائم اور روشن کرتے ہوئے طالبین کو بیعت سے مشرف بھی کرتے ہیں۔

گذشتہ سال ۱۴۱۵ھ مطابق 1994ء میں آپ کا ایک کتابچہ " اقطاب ویلور کی علمی، دینی و ادبی خدمات " کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ اس کتابچہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان میں دو خانقاہیں قائم ہوئیں۔ ایک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تھی اور دوسری خانقاہ جس کی بنیاد حضرت قطب ویلور عبد اللطیف بیجاپوری نے ویلور (شمالی آرکاٹ) میں رکھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خانقاہ کا آج دور دور تک پتہ نہیں لیکن اقطاب ویلور کی خانقاہ آج بھی علم دین کی وہی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کا سلسلہ آج سے برسوں پہلے شروع ہوا تھا۔

۱۴۲۔ مولوی سید محمد ابراہیم باقوی

آپ فرزند سید حسین چکمنگلوری ہیں۔ آپ کرناٹک میں 27 / مارچ 1957ء مطابق ۱۳۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خود اپنے وطن کے مدارس سے حاصل کی اور فارسی، عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے باقیات صالحات عربک کالج ویلور کی طرف رجوع ہوئے اور سند یافتہ ہوئے۔ اسے مولانا کی خوش قسمتی سمجھئیے کہ باقیات ہی میں تدریسی خدمات پر معمور ہوئے اور ۱۴۱۱ھ مطابق 1990ء میں اسی مدرسے سے سبکدوش ہو کر اپنے وطن گئے اور وہیں بحیثیت امام وخطیب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی سید عبد الجبار صاحب کی صحبتوں میں آپ کی نثری صلاحتیں اوج پر پہنچی، آپ کبھی کبھار منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے شعر وشاعری بھی کر لیتے ہیں۔ نثر میں آپ کے خطبات کا مجموعہ "خطبات باقیہ" ۱۴۱۱ھ مطابق 1990ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ موصوف کے یہ

تمام تر خطبات حضرت مولانا سید عبدالجبار کی عطا کردہ محبتوں کی مرہون منت ہیں۔

۱۴۳۔ مولانا ابوالحسن محمد رمضان القادری

آپ بمقام کلیان پور (مشرقی چمپارن) بہار ۱۳۸۸ھ مطابق 1968ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالرضا، عبدالہادی خان کی سرپرستی میں جامعہ فاروقیہ بنارس (یوپی) سے عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں اور فاضل ہوئے۔ آپ اپنے پیرومرشد الحاج مفتی علامہ اختر رضا خاں کی خاص نظر التفات کی بدولت ویلور کی مشہور و معروف درس گاہ دارالعلوم لطیفیہ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ آپ کی دو کتابیں اردو زبان میں دینی مسائل سے متعلق منظر عام پر آچکی ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱)۔ برہان مبین، مطبوعہ ۱۴۰۹ھ / 1988ء

(۲)۔ تحفۂ عید، مطبوعہ ۱۴۱۳ھ / 1992ء

"پس نوشت"

۱۴۴۔ مولانا شاہ محمد

آپ کی ولادت باسعادت آرکاٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد عبدالقادر میراں شاہ ولی اللہ جو مزوی الجبلین کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ زندگی بھر آرکاٹ کے مضافات میں واقع "آدم پہاڑ" میں چلہ کش رہ کر وہیں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک تاحال مرجع خواص و عوام ہے۔

حضرت شاہ محمد کی دو مثنویاں "خزانۂ معرفت" اور "خزانۂ عبادت" بہت مشہور ہے۔ ان دونوں مثنویوں کے مخطوطات اورینٹل مینواسکرپٹ لائبریری مدراس اور میسور میں محفوظ ہیں

آپ کا مزار "آدم پہاڑ" کے قریب ایک اور چھوٹی سی پہاڑی پر واقع مسجد کے صحن میں موجود ہے۔ مولانا راہی فدائی اور راقم کو آپ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا ہے

۱۴۵۔ مولانا نادر ویلوری

آپ کا سنہ ولادت اور سنہ وفات کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی نے مولانا نادر ویلوری کی دو کتابوں "مثنوی رشک قمرو مہ جبین" اور "مثنوی نادر" یا "سفرنامہ اعظم جاہ" کا تذکرہ اپنی تالیف "مدراس میں اردو" میں کیا ہے۔ موصوف نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ مذکورہ دونوں کتابوں کے نسخے کم یاب ہیں لیکن آخرالذکر کتاب مثنوی نادر کا ایک قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد کے خزینہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔ جس کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور لکھتے ہیں۔

"شاعر کے باپ اور دادا دونوں نواب صاحب (آعظم جاہ) کے ملازم اور مقرب تھے اور خود شاعر بچپن ہی سے نواب آعظم جاہ کا مقرب رہا ہے۔ اس کے والد نواب موصوف کے استاد تھے"

مولانا نادر نے سخن گوئی میں مشہور درباری شاعر مرزا اظفری سے اصلاح سخن لی تھی۔ "مثنوی نادر" میں شاعر نے نواب آعظم جاہ کی مدح میں متعدد اشعار کہے ہیں۔ ان کی بیگم والدہ اور بھائی محمد علی خان عظیم جاہ کے اوصاف بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ آعظم نگر یعنی مدراس کی بھی بہت دلچسپ تعریف کی ہے۔ مثنوی نادر اردو کے قدیم ترین منظوم سفرناموں میں شمار کئے جانے کی مستحق ہے۔ اس میں نادر نے آعظم جاہ کے سفر کا اصل مقصد درگاہوں کی زیارت اور نذر و نیاز بتایا ہے۔ اس سلسلے میں ناگور شریف میں حضرت قادر ولی گنج سوائی کے مزار کی زیارت اور اس کے اہتمام کو خاص عقیدت اور احترام سے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے شہر مدراس، نظہر نگر اور جنوبی ہند کی معاشرت اور سیاست پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

۱۴۶۔ پچیئی ابراھیم پلاوور

آپ نے اپنے دور کے مشہور ہندو عالم تنتری آچاری سے تعلیم حاصل کی۔ ترچناپلی مشن کالج میں تمل زبان و ادب کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ آپ کو تمل نثر و نظم پر ید طولی حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں "نطہرولی آنڈور"، "محی الدین آندورمالئی" اور "ترومدینہ" بے حد مقبول ہوئے۔ آپ کی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عربی زبان و ادب کی مختلف کتابیں اپنے دور کے علماء سے پڑھی ہیں۔ آپ نے تمل نثر میں اولیائے کرام پر تحقیقی کام بھی کیا ہے۔ آپ کی طبیعت تمل ادب کی جدید قدروں کی طرف مائل تھی۔

آپ نے ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۴۷۔ شیخ عبدالقادر لبے یینار

آپ کے والد ماجد حبیب محمد، کائل پٹنم کے رہنے والے تھے۔ آپ کی سن ولادت کا پتہ نہیں چلتا۔ آپ کو رسول اکرمؐ اور اولیائے کرام سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ آپ کی شعری تصنیف "فتوح الشام" 2787 ابیات پر مشتمل ہے۔ آپ کی یہ کتاب سیرت نبیؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ پروفیسر حسرت سہروردی کا بیان ہے کہ موصوف نے حضرت قادر ولی گنج سوائی ناگور، مدراس کی سوانح کو بھی نظم کا جامہ پہناتے ہوئے 2585 اشعار والی ایک طویل نظم لکھی۔ آپ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے تعلق سے بھی ایک طویل نظم "ترومنی مالئی" (Tirumani Malai) اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے متعلق ایک عقیدت نامہ بنام "قطب نائیگر" (Qutub Nayegar) لکھا جو تامل اسلامی ادب میں بے حد مشہور ہوا۔

آپ کا انتقال ۱۲۶۳ھ میں ہوا۔

۱۴۸۔ رتن لال مست

آپ کے دادا تیج رائے پنجاب کے رہنے والے تھے۔ تلاش معاش کے سلسلہ میں حیدرآباد آئے اور یہیں رتن لال ۱۲۲۰ھ مطابق 1805ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی کا بیان ہے

کہ ان کا خاندان حیدر آباد کو خیر باد کہہ کر آرکاٹ آکر مقیم ہوا۔آپ آرکاٹ کے جید علماء سے فیض یاب ہوئے۔شاعری میں شمس الدین فیض کے شاگرد ہوئے۔

آپ کو ترجمہ کے فن میں مہارت تامہ حاصل تھی بیک وقت آپ اردو، فارسی، انگریزی زبانوں کے ماہر تھے اور کئی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ ۱۲۶۸ھ مطابق 1851ء میں عمدۃ التواریخ (155) رسالہ منتخب البصر، ۱۲۔۔ھ رسالہ علم واعمال ۱۲۵۵ھ میں تالیف ہوئی۔

آپ نے ۱۲۱۷ھ مطابق 1802ء میں انتقال فرمایا۔

۱۴۹۔ علامہ غضنفر حسین شاکر نائطی

آپ کی ولادت بمقام ییمنبور ۱۳۱۷ھ مطابق 1899ء میں ہوئی۔آپ اہل نوائط سے تھے۔ ابتدائی تعلیم ییمنبور کے مقامی مدارس میں ہوئی۔اور اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ مدرسہ لطیفیہ ویلور رجوع ہوئے۔اور یہاں مولانا مولوی قاسم صاحب کی نگرانی میں فارسی، عربی اور اردو زبان پر ملکہ حاصل کیا۔مدرسہ لطیفیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مولوی قاسم صاحب کی ایماء پر اورلیس کالج ویلور میں درس وتدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔ ۱۳۴۳ھ مطابق 1924ء میں بانی مدرسہ دارالسلام عمرآباد کی خاص الخاص درخواست پر مدرسہ دارالسلام کے پرنسپل مقرر ہوئے اور زندگی کی آخری سانسوں تک اسی مدرسہ سے اپنا ناطہ جوڑے رکھا۔

علامہ شاکر اردو، عربی اور فارسی زبانوں کے جید عالم تھے۔ان تینوں زبانوں پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔بالخصوص عربی زبان کے سلسلہ میں آپ کے اجتہاد نے آپ کے مقام کو اتنا اونچا کر دیا کہ ایک ایک لفظ کی تحقیق میں ہزاروں کتابوں کی چھان بین کرنے کے بعد آپ نے عربی لغت ترتیب دینی شروع کی اور قرآن کے ایک ایک لفظ پر غور وفکر کرتے کرتے حرف "ذال" تک پہنچے تھے کہ آپ کے خیالات نے پلٹا کھایا اور آپ کو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ بہت کم الفاظ عربی زبان میں "جامد" ہیں اور سب کے سب "مشتقات" ہیں تو علامہ نے لغت کا جتنا حصہ ترتیب دیا تھا وہ علامہ کی نظر میں نظرثانی کا محتاج ٹھہرا۔اسی سوچ بچار میں علامہ کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی۔اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے یہ علمی کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔اگرچہ یہ لغات نامکمل سہی لیکن آج بھی کوئی اللہ کا بندہ اسے شائع کردے تو واقعی عربی ادب میں ایک

اضافہ ثابت ہوئی۔

علامہ کو فارسی علم و ادب پر بھی قدرت حاصل تھی۔ فارسی گرامر پر مشتمل کتاب "قندپارسی" آپ کی بہترین صلاحیتوں کی غماز ہے۔ سعدی اور نظامی جیسے بزرگ شعراء کے اشعار کے وضاحتی حوالے پیش کئے ہیں۔ راقم سمجھتا ہے کہ آج تک فارسی فن عروض میں اس نہج کی کوئی بھی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے۔

علامہ شاکر نائطی نے تمل ناڈو کے شعر و ادب کو نئی فکری سمتوں سے آشنا کرتے ہوئے وہ نیا موڑ دیا جو غالب کے فکر و آہنگ سے ممزوج ہے۔ آپ کی بیشتر غزلوں میں غالب کی فکری آفاقیت اور تخلیقی ہنرمندی کے نور آور گہر نمایاں ہیں۔

علامہ کا یہ عظیم کارنامہ یقیناً سنہری حروف میں لکھا جائے گا کہ موصوف مدرس دارالسلام عمرآباد کو دنیائے اسلام کی ایک عظیم درس گاہ بنانے کی جدوجہد میں پوری طرح کامیاب رہے۔

علامہ نے مولانا ابوالکلام آزاد کے "الکلام" اور "البلاغ" کے معیاری افق کو چھوتا ہوا ایک جریدہ "مصحف" کا (1935ء) میں اجراء کیا۔ اس ماہنامے کے اداریئے۔ "گلبانگ پریشان" علامہ کے انتقادی پہلوؤں کی نشاندہی کے لئے کافی ہیں۔ علامہ نے اس ماہ نامے میں ہندوستان بھر کے ادباء، شعراء اور علماء مثلاً ماہر القادری، الطاف مشہدی، نوح ناروی، عرش ملسیانی، جوش ملسیانی، ناطق گلاوٹھی اور ملا رموزی کی تخلیقات متواتر شائع کی تھیں۔ "مصحف" کے ذریعہ علامہ نے داغ اسکول کو استوار کرنے میں بہت اہم رول ادا کیا تھا۔ "گلزار اعظم" کے مشاعروں پر علامہ نے روشنی ڈالتے ہوئے نہ صرف تعریف کی بلکہ تاریخ اردو ادب میں اس نوع کے مشاعروں کو اولیت کا درجہ عطا کیا ہے "مصحف" کے بعض شماروں میں عبدالغنی مدراسی کی نکتہ چینیاں موصوف کے انتقادی پہلوؤں کے تیکھے نقوش اجاگر کرتی ہیں۔ "مکتوبات ماہر القادری" اس کے بعض شماروں کی جان تھے۔ یہ جریدہ (1955ء) تک جاری رہا۔

"مصحف" کا ایک اور اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اس جریدے کے ذریعہ مولانا عظمت اللہ سرمدی، مولانا سروش داؤدی، مولانا عبدالوہاب ظہوری، مولانا عبدالحلیم قدوسی، مولانا وجدی، مولانا طاہر آمبوری اور مولانا اسمعیل رفیعی جیسے ابھرتے ہوئے شعراء اور ادباء کی ذہنی پرورش و پرداخت ہوئی گویا علامہ شاکر نائطی اور "مصحف" وہ دو لازم و ملزوم حقیقتیں تھیں جس نے شمال کو بھی اپنے ہمہ رنگ شعار سے آشنا کیا۔ "مصحف" کا ہر شمارہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت

رکھتا تھا۔ سر محمد اقبال کے انتقال پر علامہ نے جو "اقبال نمبر" ترتیب دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ "مصحف" کی اعلیٰ ترین خوبی یہ تھی کہ اسکی کتابت اور طباعت پر علامہ نے خاص توجہ دیتے ہوئے اسے اتنا خوبصورت بنایا کہ شمال کے اکابرین ادب بھی اس کی صوری اور معنوی خوبیوں کے معترف تھے۔

علامہ شاکر نائطی کے درس و تدریس کا خوبصورت انداز آج بھی موصوف کے قدیم طلباء کے ذہنوں میں نقش گیر ہے۔ بالخصوص مولانا روم، حافظ اور اقبال کے تصانیف کا درس دینے میں علامہ کو خاصہ کمال حاصل تھا۔ اسرار خودی اور رموز بے خودی پڑھاتے وقت آپ کی شعری بصیرتوں کا صحیح اندازہ طلباء کو ہوتا تھا۔

زندگی کے آخری دور میں علامہ نے "اصحاب رسولؐ" کی شاعری پر ایک بسوط کتاب "الاصابہ ال شعار الصحابہؓ" تالیف کی۔ علامہ کی یہ عربی تالیف مدرسہ دارالسلام کی جانب سے شائع ہوئی۔ یہ معرکہ آراء کتاب مدراس یونیورسٹی، کیرالا یونیورسٹی کے علاوہ مدینہ یونیورسٹی کے نصاب میں بھی شامل رہی۔

بحیثیت مجموعی علامہ کی علمی شخصیت تمل ناڈو کی سرزمین پر وہ مینار نور کی حیثیت رکھتی ہے جس کی کرنوں سے آج کی نئی نسل کے دل و دماغ منور و معطر ہیں۔

آپ ۱۳۸۷ھ مطابق 1967ء میں واصل بحق ہوئے اور عمر آباد کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے۔

۱۵۰۔ مولوی محمد صادق

آپ اہل نوائط سے تھے۔ آپ ۱۳۲۶ھ مطابق 1908ء میں بمقام میلاپور، مدراس پیدا ہوئے آپ شمس العلماء قاضی عبید اللہ کے پوتے تھے۔ "سفر عراق" کے مرتب عبید اللہ ایم اے نے لکھا ہے کہ آپ قاضی حبیب اللہ صاحب کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ کی ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم مدرسہ محمدی میں اپنے نانا قاضی عبید اللہ صاحب کی سرپرستی میں ہوئی۔ مدرسہ محمدی کے جید علماء مفتی محمود، مولوی محمد عبد الرحمان، مولوی حبیب اللہ سے عربی اور فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں اور تفسیر، حدیث، فقہ پر ملکہ حاصل کیا۔

آپ حضرت مولانا اسلم فرنگی محلی کے خاص الخاص مرید تھے۔ انجمن حمایت اسلام کے یتیم خانے میں بچوں کو قرآن حکیم اور دینیات کا درس دیتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں جب یتیم خانہ گتھی (کڑپہ شریف سے 90 کیلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے) میں منتقل ہوا۔ تو آپ بھی یتیم خانہ کے ساتھ گتھی گئے اور وہاں کی شدید گرمی سے پریشان ہو کر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ چار سال بعد دوبارہ جب یتیم خانہ مدراس منتقل ہوا تو آپ اسی مدرسہ میں پھر سے درس و تدریس کی خدمات پر مامور ہوئے۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی غیر مطبوعہ تصانیف کے حسب ذیل نام عبید اللہ صاحب نے اپنی مرتب کتاب "سفر عراق" (مطبوعہ ۱۴۱۳ھ مطابق 1993ء) میں گنوائی ہیں۔

۱۔ السراج اہلسنت والجماعت (عربی) غیر مطبوعہ

۲۔ فتاویٰ صادقیہ (اردو) غیر مطبوعہ

۳۔ مسائل صیام و قیام (اردو) غیر مطبوعہ

۴۔ مفید المومنین (اردو) مطبوعہ

پتہ نہیں یہ کتابیں کہاں اور کس کے پاس ہیں؟

آپ ۲۸ / رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق 18 / فروری 1958ء واصل بحق ہوئے اور حضرت مخدوم ساوی عرف دستگیر کے روضۂ اقدس کے احاطہ میں آسودہ خاک ہیں۔

۱۵۱۔ مولوی سید حمزہ حسین

آپ فرزند سید سلیمان بمقام مدراس ۱۳۴۳ھ مطابق 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ دار السلام عمر آباد گئے اور وہاں سے آٹھ سالہ مولوی فاضل کورس میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ 1943ء میں منشی فاضل کی اور 1960ء میں ادیب فاضل کی سندیں مدراس یونیورسٹی سے کرنے کے بعد 1971ء میں بی اے اور 1972ء ایم اے علیگڑھ یونیورسٹی سے پاس کیا۔

1947 سے 1972ء تک پرشین منشی کے عہدہ پر مدراس اورینٹیل مینواسکرپٹ

لائبریری میں فائز تھے۔ 1974 سے 1984 ء تک گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس میں اردو کے پروفیسر رہے اور اسی کالج سے وظیفہ یاب ہوئے۔

موصوف نے اپنی تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ تالیفی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ آپ کی مرتب کردہ کتابوں کی فہرست (بقول آپ کے فرزند ڈاکٹر سید سجاد حسین ریڈر مدراس یونیورسٹی مدراس) حسب ذیل ہے۔

۱۔ تزک والاجاہی۔ فارسی (صفحات 408) 1957 ء میں مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔
۲۔ رقعات والاجاہی۔ فارسی (صفحات 498)
۳۔ واقعات اظفری۔ فارسی (صفحات 237)
۴۔ ظفر نامہ قادر نگر۔ فارسی (صفحات 112)
۵۔ سلطنت التواریخ۔ فارسی (صفحات 112)
۶۔ خلاصہ الانساب۔ فارسی (صفحات 30)
۷۔ تذکرۃ الانساب۔ فارسی (صفحات 115)
۸۔ رسالہ فرامین و عقائد۔ فارسی (صفحات 84)
۹۔ مسودات جسونت رائے۔ فارسی (صفحات 147)

۱۵۲۔ مولانا مولوی علی فطرت

خطیب ملت مولانا مولوی علی فطرت ۱۳۴۳ھ مطابق 1924 ء بمقام حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی۔ نیز آپ نے مولانا مولوی سید اسرار حسین نجفی، مولانا مولوی سید نثار حسین اور مولانا مولوی سید محسن نواب رضوی لکھنوی جیسے جید علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔

کثیر، غائر اور تقابلی مطالعہ کی عکاسی آپ کی تصانیف میں نظر آتی ہے جن میں سے چند کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ صحیفۂ نور (مطبوعہ 1959 ء) اقبال پرنٹنگ پریس حیدرآباد
۲۔ شمع الیقین (مطبوعہ 1962 ء) اقبال پرنٹنگ پریس حیدرآباد

۳۔صوت ناقوس (مطبوعہ 1965ء) نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، حیدر آباد
۴۔دعائیں (مطبوعہ 1957ء) نیشنل فائن پرنٹنگ پریس حیدر آباد
۵۔اسلامی طرز زندگی (مطبوعہ 1980ء) عثمانی پریس، مدراس
۶۔اسلامی تہذیب (مطبوعہ 1980ء) عثمانی پریس، مدراس
۷۔تجوید القرآن (مطبوعہ 1986ء) گرافک پرنٹرس، مدراس
۸۔عرفان حسین (مطبوعہ 1989ء) گوہر پریس، مدراس
۹۔عقلیتہ الاسلام (مطبوعہ 1989ء) عثمانی پریس، مدراس
۱۰۔روح خدا (مطبوعہ......) نوشین پریس، مدراس

شاعری میں علامہ نجم آفندی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ شعری ذوق موصوف کو ورثہ میں ملا ہے۔ آپ کے والد ماجد جناب میر سرور علی اور جد امجد میر علی حسین بھی شعر کہتے تھے۔ آپ 1963ء میں پہلی بار مدراس آئے اور پھر 1972ء میں پھر دوبارہ مدراس تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

مدراس آنے کا مقصد دینی خدمت ہے۔ آپ نے حسینی ٹرسٹ مدراس اور انجمن حسینی مدراس کے دینی مدارس میں دینیات پڑھائی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ درس قرآن اور تفسیر قرآن کے ذریعہ آپ نے تعلیم بالغان کا سلسلہ جاری رکھا۔

خود مولوی علی فطرت رقم طراز ہیں کہ میں اپنی زندگی کے چھ دہے گزار چکا ہوں۔ اس مدت میں نے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور زندگی کے پیچدار راستے بھی، مذہبی ماحول میں رہا ہوں اس لئے یہی ماحول میری زندگی پر چھایا رہا۔ آپ نے تحریری اور تقریری دونوں طریقہ سے مذہب کی خدمت کی۔ میری اب تک (۲۲) چھوٹی بڑی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

مولوی علی فطرت 1984 سے 1993ء تک تمل ناڈو وقف بورڈ کے ممبر رہے ہیں۔

۱۵۳۔ مولانا غلام محمد مہدی خان

آپ نے اپنے والد مولانا غلام امجد علی خاں سے علوم دینیہ حاصل کیا۔ مولانا غلام عباس علی سے علوم متداولہ اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ عراق اور ایران کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔

آپ جب ایران تشریف لے گئے تو آقائے آیت اللہ العظمی الحاج سید حسین نے آپ کی بڑی عزت فرمائی اور جنوبی ہند کے لئے آپ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اس کے علاوہ لبنان کے مشہور عالم

آیت اللہ آقائی شرف الدین عامل نے بھی آپ کو جنوبی ہند کے لئے اپنا وکیل خاص مقرر کیا۔
آپ برٹش حکومت میں تقریباً بیس سال مجسٹریٹ رہے اور 1920 ء میں گورنمنٹ چیف شیعہ قاضی کی حیثیت سے اپنے والد محترم کا عہدہ سنبھالا۔ تقریباً پچاس برس تک موصوف نے اس عہدے کے فرائض کو بحسن و خوبی نبھایا۔ آپ نے وحدانیت کے موضوع پر شعری تصنیف "مثنوی حقیت" تخلیق کی۔ کچھ عرصہ پہلے "الھدی" نامی ایک رسالہ بھی نکالا۔

۱۵۴۔ مولانا الحاج آمر کلیمی شاہ

سید محمد عمر نام تخلص آمر پیرومرشد سید نوری شاہ چشتی و قادری قدس سرہ نے خلافت سے سرفراز فرمانے کے بعد کلیمی شاہ کے خطاب سے نوازا۔ آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ مطابق اپریل 1927 ء مدراس میں ہوئی۔
آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدماجد حکیم سید رضا علی صاحب سے حاصل کی اور چیپاک کارپوریشن اسکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم پائی۔ بعد ازاں مسلم ہائی اسکول مدرسہ اعظم، مدراس سے ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی کی سند حاصل کی۔ اس دوران آپ نے مولوی عبدالقدوس نعمانی، لکھنو سے تفسیر، فقہ، حدیث اور دیگر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مولانا نے حضرت الحاج سید نوری شاہ چشتی و قادری سے بیعت کیا۔
آپ کی تفسیر قرآن عوام و خواص میں یکساں مقبولیت رکھتی ہے۔ آپ رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں قرآن کی تفسیر کا سلسلہ پینتیس (۳۵) سال تک جاری رکھا۔ آپ ایک شعلہ بیان واعظ اور مقرر ہیں۔
ہند و بیرون ہند آپ کے مریدین کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تک پہنچتی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے خلفاء تبلیغ و اشاعت دین میں لگے ہوئے ہیں۔
شاعری کو آپ حقائق کا بہترین وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آپ کا شعری مجموعہ "محو بجود" منظر عام پر آچکا ہے۔ اس شعری مجموعہ میں ایک طویل نظم بعنوان "نغمۂ سرمدی" موجود ہے۔ جو اردو کے شعری ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ راقم سمجھتا ہے کہ اس طرح کے شعری تجربے اردو ادب میں شاذ و نادر ہی کئے گئے ہیں۔ تمل ناڈو کے شعراء نے اس طرف خاص توجہ مبذول کی اور تمل ناڈو کی اردو شاعری کے خزانے کو مالا مال کیا۔
شعری مجموعہ کے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف بھی کتابت و طباعت کے مراحل سے گذر رہی ہیں جو انشاء اللہ بہت جلد منظر عام پر جلوہ گر ہوں گی۔
مولانا نے "الجامعۃ العمریۃ الکلیمیہ" کے نام سے ایک مدرسہ دینیہ قائم فرمایا ہے جو مدراس میں تیس (۳۰) برسوں سے دینی، علمی اور ملی خدمات انجام دے رہا ہے۔

✱ حوالے و حواشی

o حضرت شاہ سلطان ثانی

1 - جلیل القدر عالم اور صوفی آپ سے متعدد کرامات مشہور ہیں۔
2 - تمام شیعہ آپ کو اپنا امام مانتے ہیں۔ مشہور عالم اور متقی۔
3 - آپ مصنف " وصل نام " ہیں۔ اس مثنوی کے قلمی نسخے کتب خانہ ادبیات اردو، کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد اور کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہیں۔
4 - محمد علی اثر دکنی غزل کی نشوونما۔ (ص-۲۳۶ مطبوعہ 1986ء حیدرآباد۔)

o حضرت شاہ عالم شغلی ترچناپلوی

5 - ڈاکٹر محمد علی اثر دکنی شاعری تحقیق و تنقید
6 - سالنامہ " نفیر " ویلور مطبوعہ 1994ء (ص-۲۲)

o حضرت مولانا شیخ صدقت اللہ اپا

7 - یہ مدرسہ کیلاکرائی کی پرانی جمعہ مسجد کے احاطے میں قائم ہوا۔ یہ جمعہ مسجد، عرب تجار نے ۱۰۵۰ھ 1640ء میں تعمیر کی تھی۔

o حضرت عمر پلاور

▪ - ڈاکٹر شعیب عالم کا بیان ہے کہ اس طویل نظم سے پہلے علی پلاوری نامی شاعر نے " معراج مالائی " (Meeraj Malai) لکھی تھی جو تامل زبان کی تاریخ ادب میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ (ص-۱۰۵) عربی اردو اور فارسی ان سرزمین دیپ اور تامل، مطبوعہ ۱۴۱۵ھ 1994ء مدراس۔
▪ - مولف یم۔ آر۔ یم۔ عبدالرحیم (Islamia Kalaik Kalanjiyam) یونیورسٹی پبلی شرز، مدراس مطبوعہ ۱۴۰۰ھ 1979ء جلد سوم۔

o حضرت حافظ سید محمد فراقی ویلوری

10 - " تحقیقی نقوش " مصنف ڈاکٹر محمد علی اثر، مطبوعہ ۱۴۱۴ھ 1993ء (ص-۲۹)۔
11 - ایضاً (ص-۳۷)۔

o شیخ محمد مخدوم عبدالحق ساوی دستگیر

12 - قطب مدراس، مطبوعہ ۱۴۰۴ھ 1983ء عذرا پریس، مدراس۔
13 - مدراس میں اردو کی نشوونما۔
14 - تذکرۃ اولیائے دکن، مولف عبدالجبار ملکاپوری حصہ دوم (ص-۹۸۷ تا ۹۸۹)

o لالہ جسونت رائے منشی

15 - نصیرالدین ہاشمی " دکن میں اردو " ترقی اردو بیورو (ص-۲۵) مطبوعہ 1984ء۔
16 - اس کتاب کا ایک مخطوطہ (Oriental Manuscript Library) میں موجود ہے۔

o حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن قرنی قادری ویلوری

17 - اس کتاب میں مسلمانوں کے صحیح اور غلط عقائد کے درمیانی فرق اور دین کے مسائل مبہمات اور مبادیات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور اسلام میں پیدا ہونے والے مختلف فرقوں کے گمراہ کن فاسد عقائد کو دلائل کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے۔
18 - یہ کتاب بھی عقائد کے موضوع پر بڑی اہمیت کی حامل ہے۔
19 - یہ کتاب عرفان الٰہی کے بے پایاں نعمت سے متعلق قرنی کے ایمان افروز کلمات پر مزین ہے حضرت کی یہ تصنیف اسم با مسمّٰی ہے۔

20 - اس کتاب میں حضرت قربی کی وہ نصیحتیں درج ہیں جو پوری ملت کے افراد کے لیے بہت اہم اور ضروری ہیں۔
21 - سالنامہ "اللطیف" قطب ویلوری (ص-۴۵) مطبوعہ ۱۴۰۵ھ م 1984ء -

o مولوی حسن علی نقش بندی آہ

22 - پرنام بٹ کا قدیم نام "پیاری بیگم پیٹھ" ہے۔

o حضرت مولوی امین الدین احمد خان بہادر

23 - مدراس میں اردو کی نشو و نما۔ (ص-۱۲۸)۔

o حضرت مولوی میر اسماعیل خان ابجدی

24 - کرناٹک میں فارسی اور عربی (ص-۱۸۴) مطبوعہ 1974ء -
25 - تذکرہ مخطوطات جلد پنجم (ص-۱۹۸)۔
26 " " "

o حضرت شاہ تراب علی تراب گنج الاسرار ترنا ملی

27 - ڈاکٹر سلطانہ بخش دیوان تراب - انجمن ترقی اردو، کراچی مطبوعہ 1982ء (ص-۱۰ اور ۱۱)۔

o حضرت علیم اللہ شاہ قادری

28 - کتب خانہ جامعہ مسجد، بمبئی کے اردو مخطوطات مرتبہ ڈاکٹر حامد اللہ ندوی (ص-۲۰۸) مطبوعہ 1990ء -

o حضرت العلام ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی

29 - مطبوعہ "احسان عشق" مصنف شمس العلماء لسان الحکمت محمد عبد الرحمن شاطر مدراسی، مطبوعہ 1924ء م ۱۳۴۳ھ شاہ الحمید پریس، مدراس۔
30 - اولیائے اکرام جلد دوم (ص-۱۷۹) سیارہ ڈائجسٹ مطبوعہ 1986ء م ۱۴۰۷ھ۔

o حضرت مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان فخری میلاپوری

31 - کرناٹک میں عربی اور فارسی، مولانا یوسف کوکن عمری مطبوعہ 1974ء م ۱۳۹۴ھ۔

o حضرت مولانا سید امیر الدین علی

32 - شیخ مخدوم عبد الحق ساوی عرف دستگیر کی درگاہ شریف کے قریب آپ کی خانقاہ آج بھی مشہور ہے۔ آپ کے فرزند میر مبارک اللہ خان راغب (المتوفی 1852ء م ۱۲۹۹ھ) بھی مدراس کے مشہور و معروف شاعروں میں سے تھے۔
33 - محی الدین کے چند اشعار "رقعات امیری" کے آخری صفحات میں جگہ پائے ہیں۔
34 - خانوادہ قاضی بدر الدولہ مولف مولانا محمد یوسف کوکن عمری مطبوعہ 1963ء م ۱۳۸۲ھ۔

o حضرت علامہ محمد باقر آگاہ نائطی شافعی قادری ویلوری

35 - مولانا آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ م 1785ء -
36 -
37 -
38 - "سب رس" (ص-۲۸) حیدرآباد مطبوعہ اگست 1994ء -

o حضرت سید محمد غوث غوثی آرکاٹی

39 - ڈاکٹر محمد علی اثر "غوثی آرکاٹی کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ" مشمولہ سالنامہ "نقیر" ویلور 1995ء -
40 - سید محمد غوث غوثی۔ "دکن کا ایک قادر الکلام شاعر" (ص-۳) غیر مطبوعہ
41 - ایضاً
42 - نصیر الدین ہاشمی - دکن کے چند تحقیقی مضامین؛ قصص الانبیاء (ص-۹۷)

43 ۔ ایضاً (ص۔۶۲)
44 ۔ حضرت انتر جامی کا مزار آرکاٹ میں موجود ہے۔

○ حضرت غوثی چنگل پیٹی مدراسی

45 ۔ سید محمد غوث قدیم اردو کا ایک قادر الکلام شاعر، غیر مطبوعہ (ص۔۳)
46 ۔ محمد علی اثر، غوثی آرکاٹی کا ایک غیر مطبوعہ قصیدہ، سالنامہ "نقیر" ویلور، (ص۔۲۵) مطبوعہ 1990ء ۔
47 ۔ محمد علی اثر، سید محمد غوثی (غیر مطبوعہ)

○ حضرت عمر ولی القادری

48 ۔ عربی اردو پرشین ان سرندیپ آئنڈ تامل ناڈو مطبوعہ (ص۔۵۶۲) 1993ء ۔

○ حضرت مولوی محمد غوث شرف الملک بہادر

49 ۔ سن تصنیف 1816ء م ۱۲۳۲ھ۔
50 ۔ سن تصنیف 1790ء م ۱۲۰۵ھ۔
51 ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ محمدی، مدراس میں اور دوسری نسخہ، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں موجود۔

○ حضرت غلام علی موسیٰ رضا خان لائق

52 ۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ راقم نے کتب خانہ اہل اسلام میں دیکھا تھا لیکن آج یہ نسخہ کتب خانہ سے غائب ہے۔
53 ۔ اس کا ایک نسخہ بھی کتب خانہ مذکورہ میں موجود ہے۔
54 ۔ یہ کتاب (Govt Manuscript Library) سے 1950ء م ۱۳۷۰ھ میں شائع ہوئی۔
55 ۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں کرناٹک کی سیاسی تاریخ پر مشتمل ہے۔ "سراج التواریخ" سے منسوب ہے۔ دوسرے حصہ میں کرناٹک سے پھول پھل پتوں، درخت، میوے اور ترکاریوں کا ذکر ہے جس کو "جامع الاشیاء" کا نام دیا گیا ہے۔

○ حضرت نواب غلام اعز الدین خان بہادر مستقیم جنگ نامی

56 ۔ مدراس میں اردو مولوی نصیر الدین ہاشمی نے نامی کا مقام پیدائش آرکاٹ لکھا ہے۔
57 ۔ نامی نے "نوبہار عشق" میں شیریں فرہاد کا قصہ 1796ء م ۱۲۱۱ھ میں نظم کیا تھا۔
58 ۔ مثنوی "بہارستان عشق" میں نامی نے لیلیٰ مجنوں کا قصہ 1798ء م ۱۲۱۳ھ میں نظم کیا تھا یہ دونوں مثنویاں نامی نے عادل شاہی دور میں لکھی تھی۔ مثنویاں (بالخصوص نظامی بیدری) کی طرز پر لکھی گئی ہیں۔ یہ دونوں مثنویوں کے نسخے ادارہ ادبیات دکن میں محفوظ ہیں۔

○ حضرت مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قادری محوی ویلوری

59 ۔ اللطیف 1983ء م ۱۴۰۳ھ اقطاب ویلوری۔
60 ۔ انوار اقطاب ویلوری (ص۔۹۳)۔
61 ۔ اس کا پہلا نسخہ کتب خانہ دار العلوم لطیفیہ ویلور اور دوسرا نسخہ کتب جامعہ آصفیہ، حیدر آباد میں محفوظ ہے۔
62 ۔ یہ رسالہ مراتب عروج و نزول کی وضاحت اور دعا کی فضیلت و اہمیت میں ہے۔
63 ۔ اس کتاب میں موضوع اکرام کی مشہور بحث "کل شئ فی کل شئ" کی جامع وضاحت پیش کی گئی ہے۔ سن تصنیف 1826ء م ۱۲۴۲ھ۔
64 ۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح بڑے شگفتہ انداز میں کی گئی ہے۔ سن تصنیف 1827ء م ۱۲۴۳ھ۔

○ حضرت سید برہان خان پانڈی

65 ۔ یہ کتاب 1957ء م ۱۳۷۶ھ میں گورنمنٹ مینواسکرپٹ لائبریری مدراس سے شائع ہوئی۔
66 ۔ " عربی اور پرشین کرناٹک میں " (ص۔۳۲۶) مطبوعہ 1974ء م ۱۳۹۴ھ مولف مولانا یوسف کوکن عمری۔

o حضرت مولانا شیخ آدم

67 ۔ (ص۔۴۶) کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کے اردو مخطوطات مطبوعہ 1990ء م ۱۴۱۱ھ۔
68 ۔ تذکرہ مخطوطات جلد پنجم مرتبہ ڈاکٹر زور (ص۔۲۵۲)۔

o حضرت مولوی تراب علی نامی

69 ۔ یہ کالج آج مدراس پریسیڈنسی کالج کے نام سے مشہور ہے۔

o حضرت مولوی قاضی ارتضا علی خان خوشنود

70 ۔ گلزار احمد، مطبوعہ مظہر العجائب پریس، مدراس۔

o حضرت مولانا مولوی حافظ شیخ عبد القادر

71 ۔ اس کتاب کا ایک نسخہ مولانا راہی فدائی کی ذاتی لائبریری میں احقر نے دیکھا ہے۔

o حضرت مولانا مولوی محمد سعید اسلمی

72 ۔ (ص۔۱۱۰) تذکرہ علمائے ہند، مولف مولوی رحمن علی، مطبوعہ 1961ء م ۱۳۸۱ھ پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی، کراچی۔

o حضرت مولوی میر حیات میسوری

73 ۔ ادبیات میسور (ص۔۲۷) میر محمد حسین مرحوم، مطبوعہ 1971ء م ۱۳۹۱ھ۔
74 ۔ شاہ کمال کڈپہ شریف کے صاحب کشف وکمال بزرگ تھے۔ آپ فارسی اور دکنی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان " مخزن العرفان " منظر عام پر آچکا ہے۔ آپ 1764ء م ۱۱۷۸ھ میں نواب حیدر علی کی دعوت پر سری رنگا پٹنم آئے اور یہیں وفات پائی اور بڑے مکان میں تدفین عمل میں آئی۔

o حضرت قاضی محمد اسلم خان شایاں

75 ۔ " تاریخ نوائط " (ص۔۲۲۹) مطبوعہ عزیز المطابع ۱۳۲۲ھ م 1904ء حیدر آباد

o مولوی غلام عبد القادر ناظر

76 . عربی آئینڈ پرشین ان کرناٹک مولانا یوسف کوکن عمری
77 ۔ " " "

o حضرت مولانا عبد اللہ نائطی

78 ۔ " تاریخ نوائط " (ص۔۲۲۶) مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء ۔
79 ۔ ایضاً (ص۔۲۲۵)۔

o حضرت سلطان عبد القادر گنبڑی مستان

80 ڈاکٹر شعیب عالم نے آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۱۵ھ م 1800ء لکھی ہے۔
81 ۔ عربی اردو آئنڈ پرشین ان سرندیپ آئنڈ تامل ناڈو (ص۔۲۸۹) مطبوعہ ۱۴۱۴ھ م 1993ء ۔
82 ۔ یم آر یم عبد الرحیم مولف (Islamia Kalai Kalanjiyam) مطبوعہ ۱۴۰۰ھ م 1979ء جلد سوم یونیورسل پبلیشرس، مدراس۔

o حضرت خان عالم خان فاروقی بہادر

83 ۔ اس کتاب کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اردو، حیدر آباد میں موجود ہے۔

o حضرت مولانا حاجی عبد الوہاب نائطی

84 ۔ " تاریخ نوائط " (ص۔۳۲۸) مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء ۔

85 - ایضاً (ص-۲۲۹)-

o حضرت مولوی منشی شمس الدین احمد

86 - اس کالج میں اپنے دور کے علماء وادباء اور شعراء مثلاً منشی ابراہیم بیجاپوری، منشی مظفر، مولوی محمد مہدی واصف مولوی مرزا عبدالباقی وفا، تراب علی نامی، حسن علی مائلی، مولوی سید تاج الدین تاج، مولوی غلام دستگیر درس وتدریس کی خدمات پر مامور تھے۔ان تمام باکمال اساتذہ کی وجہ سے اس کالج کا نام ہندوستان بھر میں مشہور ہوگیا تھا۔

87 - مرزا رجب علی بیگ سرور (المتوفی ۱۲۸۴ھ م 1867ء) نے بھی "شبستان سرور" کے نام سے "الف لیلیٰ" کے چند قصوں کا ترجمہ اردو میں کیا تھا اور اس ترجمہ کو بہت مقبولیت نصیب ہوئی تھی۔ ۱۲۶۰ھ م 1844 میں دوسرا ترجمہ منشی عبدالکریم نے فارسٹر کی انگریزی زبان سے کیا پھر منشی طوطا رام نے ۱۲۸۵ھ م 1868ء میں ، ۱۳۰۸ھ م 1890ء میں حامد علی اور ۱۳۱۰ھ م 1892ء میں مرزا حیرت دہلوی نے ترجمہ کرکے شائع کیا۔

o حضرت امام العلماء قاضی بدر الدولہ

[redacted] - مولانا یوسف کوکن نے "خانوادہ قاضی بدرالدولہ" کے (ص-۲۲۳) میں قاضی صاحب کی سن ولادت ۱۲۰۷ھ م 1792ء لکھی ہے جو غلط ہے۔

o حضرت مفتی محمد تاج الدین خان بہجت

89 - "مدراس میں اردو کی نشوونما" (ص-۲۰۷) اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ، میں بھی موجود ہے۔

o حضرت مولوی محمد مہدی واصف

90 - تذکرہ گلزار اعظم (ص-۳۹۷)۔

91 - "مدراس میں اردو کی نشوونما" (ص-۲۸۵) ڈاکٹر افضل الدین اقبال۔

92 - حدیقۃ المرام کا اردو ترجمہ مشہور محقق سخاوت مرزا نے بڑی عمدگی سے کیا جس کو انجمن ترقی اردو، پاکستان نے شائع کیا ہے۔

93 - آپ کی ایک لغت ہندوستانا آئنذ پرشین ۱۲۶۸ھ 1851ء میں مدراس سے شائع ہوئی اور یہ لغت نواب غوث خان اعظم اور Sir Henry Pettinger کے نام سے معنون ہے۔

94 - احقر نے اس کے کرم خوردہ نسخے "کتب خانہ اہل اسلام" والاجاہ روڈ، مدراس میں دیکھے تھے۔ لیکن آج نہ جانے لائبریری کے ساتھ یہ نسخے کہاں غائب ہیں۔

o افضل الشعراء شیخ عبدالقادر مینائی المعروف شیخنا پلادری

95 - "شہادت بندر" کو ملم شریف کا بہت قدیم نام ہے۔

o حضرت مولانا رضا حسین نائطی افسر

96 - "تاریخ النوائط" (ص-۳۰۲) مولف نواب عزیز جنگ بہادر مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء -

o حضرت مولوی غلام قادر

97 - یہ کتاب عربی مدراس کے نصاب میں شامل تھی۔

98 - کڈپہ میں اردو مولفہ راہی فدائی (ص-۹۲) مطبوعہ ۱۴۱۳ھ م 1992ء تامل ناڈو اردو پبلی کیشنز، مدراس۔

o حضرت مولوی محمد حسین شیرین سخن افضل الشعراء راقم

99 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844ء دوبارہ ۱۲۸۰ھ 1863ء -

100 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844ء -

101 - مطبوعہ ۱۲۷۷ھ م 1860ء -

102 - مطبوعہ ۱۲۶۰ھ م 1844 -

o حضرت منشی قادر حسین جوہر

103 ۔ آپ حضرت غوث گوالیاری " کے مرید تھے اور آپ نے اپنے مرشد کے ایماء پر ناگور کا رخ کیا تھا۔
104 ۔ نمبر D/28 اور D/06 ۔
105 ۔ اس مثنوی کا ایک نسخہ احقر نے کتب خانہ لطیفیہ میں کرم خوردہ حالت میں دیکھا تھا۔ صفحات غائب تھے لیکن ڈاکٹر افضل الدین اقبال کی کتاب " نواب اعظم نام " پڑھنے کے بعد یقین ہوا ہے کہ یہ مثنوی مدراسی شاعر قادر حسین کی ہے ۔ واقعی یہ کتاب اردو ادب میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے ۔

○ حضرت شاہ عبد القادر علی قادر صوفی

106 ۔ " میسور میں اردو کی نشوونما " (ص ۔ ۲۲۵) ڈاکٹر حبیب النساء بیگم ولی اللہ، مطبوعہ ۱۳۸۲ھ م 1962ء ۔

○ سراج العلماء حضرت مولانا مولوی سید شہاب الدین شہاب ویلوری

107 ۔ " ریاست میسور میں اردو کی نشوونما " ڈاکٹر حبیب النساء بیگم ولی اللہ۔
108 ۔ " دیوان لطیف آرکاٹی " مطبوعہ اردو گھر، میل وشارم (شمالی آرکاٹ)۔

○ حضرت مولانا سید احمد مشتاق

109 ۔ " اردو مخطوطات " (ص ۔ ۵۵) مرتبہ ڈاکٹر حامد اللہ ندوی مطبوعہ ۱۴۱۱ھ م 1990ء ، کتب خانہ جامع مسجد بمبئی۔
110 ۔ ایضاً (ص ۔ ۵۱)۔
111 ۔ ایضاً (ص ۔ ۵۹)۔

○ حضرت مولانا حبیب اللہ ذکا

112 ۔ " دکن میں اردو " نصیر الدین ہاشمی (ص ۔ ۱۲۱) مطبوعہ ۱۳۴۴ھ م 1925ء مکتبہ ابراھیمیہ، حیدر آباد۔
113 ۔ تذکرہ مخطوطات جلد دوم، ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور (ص ۱۳۵)۔

○ حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبد الغفار حسینی مسکین

114 ۔ مولوی بشیر الحق قریشی قادری نے اپنی تالیف " قطب ویلوری " (ص ۔ ۱۳۸) مطبوعہ ۱۴۱۰ھ م 1989ء میں آپ کی سن ولادت ۱۲۲۶ھ م 1811ء لکھی، جو غلط ہے۔
115 ۔ کتاب " عیون المظاہر " مطبوعہ ۱۳۱۳ھ م 1895ء ۔ مطبع Higgins bothom press
116 ۔ کتاب " کنز مرغوب " مطبوعہ ۱۳۲۳ھ م 1905ء ۔ مطبع Higgins bothom press
(مندرجہ بالا دونوں کتابوں میں مسکین اپنے پیرو مرشد کی تعریف اور ان کی روحانی فیوض و برکات کا اعتراف کیا ہے۔)
117 ۔ قاضی محمود عربی کی منظوم تصنیف ہے جس کو مسکین نے ۱۳۱۶ھ م 1898ء میں لکھی جو ۱۳۵۳ھ م 1934ء میں محمدی پریس، مدراس سے شائع ہوئی تھی۔
118 ۔ سن تصنیف ۱۳۴۳ھ م 1934ء میں نامی پریس، مدراس سے شائع ہوئی۔
119 ۔ تذکرہ " محمد سخاوت مرزا " شائع کردہ انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا و مڈل ایسٹ کلچر اسٹڈیز، حیدر آباد ۱۳۸۲ھ م 1962ء

○ حضرت مولوی عبد الصمد خان ماہر

120 ۔ نجف علی خان کی دو مثنویاں " مثنوی بہاریہ " اور " مثنوی خزائیہ " چھپ چکی ہیں۔
121 ۔ اثمہ آرکاٹی (المتوفی ۱۳۰۶ھ م 1888ء) کی چار مثنویاں " گلشن شاہدان " " گلشن مدرخان " ، " جہان فریب اور " نسب نامہ " بے حد مشہور ہیں۔

○ حضرت شمس العلماء قاضی عبید اللہ

122 ۔ رسالہ " یادگار نمبر " بتقریب جشن صد سالہ مدرسۂ محمدی (ص ۔ ۹۸) مطبوعہ ۱۴۰۹ھ م 1988ء
123 ۔ مطبوعہ ۱۳۳۲ھ م 1913ء ۔
124 ۔ مطبوعہ ۱۲۹۶ھ م 1878ء ۔

125 ۔ مطبوعہ ۱۲۱۱ھ م 1796ء ۔
126 ۔ مطبوعہ ۱۳۲۰ھ م 1902ء ۔
127 ۔ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ م 1873ء ۔

○ حضرت مولانا مولوی عزیز جنگ بہادر

128 ۔ سخن وران عہد محبوبیہ، مولف ڈاکٹر عطاء اللہ خان مطبوعہ ۱۴۱۶ھ م 1995ء ۔
129 ۔ دکن میں اردو (ص ۔ ۵۰۹) مطبوعہ ترقی اردو بیورو، دہلی ۶۔ ۱۴۰۵ھ م 1985ء ۔
130 ۔ " تاریخ نوائط " (ص ۔ ۲۳) مطبوعہ ۱۳۲۲ھ م 1904ء ۔

○ حضرت مولانا مولوی گنڈو محمد عبدالقادر شاکر وانمباڑی ۔

131 ۔ حضرت مدہوش، مرزا غالب کے شاگرد حبیب اللہ سوزاں سہارنپوری تھے ۔

○ حضرت نواب محمد منور خان گوہر

132 ۔ سخن وران بلند فکر جلد اول اور جلد دوم مطبوعہ 1932ء

○ حضرت مولانا مولوی عبدالصمد علی

133 ۔ حضرت عبدالقدوس شاداں وشارنی (شمالی آرکاٹ) عبدالحمید شرر آلندوری کے خاص الخاص شاگردوں میں سے تھے احقر نے حضرت شاداں کے پاس مولوی عبدالصمد علی اور گاندھی جی کے خطوط دیکھے تھے ۔ مولانا شرر آلندوری کے نام آئے ہوئے سات دانوں اور مکتوبات صحافیوں اور ان کے صحافتی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت دانش فرازی صاحب نے ایک تالیف " نقش دوام " بہ حسب فرمائش شاداں وشارنی ۱۳۷۸ھ م 1958ء میں ترتیب دی تھی ۔ حضرت موصوف کی وفات کے بعد سنا ہے ۔ کہ اس تالیف کا مسودہ ان کے داماد کی قید سے آج تک آزاد نہیں ہوا ہے ۔

○ حضرت مولانا محمد عبدالمجید پنگنوری

134 ۔ مدرسہ مفید عام، وانمباڑی کا ایک مشہور اور قدیم دینی ادارہ ہے جہاں درس نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے اس مدرسہ سے بہت پہلے ایک اور دینی مدرسہ " معدن العلوم " قائم کیا گیا تھا ۔ اس مدرسہ میں کیرالا، سیلون، کرناٹک اور تامل ناڈو کے طلباء قیام وطعام کے ساتھ درس نظامیہ سے مستفید و مستفیض ہوتے تھے ۔ اس درس گاہ میں اپنے دور کے فاضل علماء تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے ۔ اس شہر میں ایک اور " مدرسہ نسواں " مغربی علم و تہذیب کے خلاف قائم ہوا جس کا مقصد لڑکیوں کے دلوں میں دینی جذبے کو ابھارنا اور انکی صحیح علمی رہبری کرنا تھا ۔ آج بھی اس مدرسے کی شان ساری دنیا میں کہیں نہیں ملتی، یہ مدرسہ ۱۳۲۸ھ م 1910ء میں قائم ہوا ۔ جس سے بے شمار لڑکیاں فیض یاب ہوئی ہیں

○ حضرت علامہ اے کے عبدالحمید باقوی

135 ۔ اس کتاب میں قائد اعظم محمد علی جناح کا تفصیلی مقدمہ موجود ہے ۔
136 ۔ یہ مالی تعاون کی رقم اورنگ زیب عالمگیر کے وقف شدہ درگاہ پنجلی سے حاصل ہوئی اور اس ٹرسٹ کے صدر نواب نظیر جنگ بہادر تھے ۔

○ شمس العلماء لسان حکمت نواب عبدالحمن خان بہادر شاطر

137 ۔ آپ مدراس یونیورسٹی کے بورڈ آف اگزامس کے صدر ۱۳۴۲ھ م 1924ء اور مدراس کے ڈپٹی کلکٹر (Deputy Collector) بھی تھے ۔ " احسان عشق " (ص ۔ ۳۶) ۔ مطبوعہ ۱۳۴۳ھ م 1925ء ۔
138 ۔ ایضاً (ص ۔ ۳۹) میں موصوف نے اپنے شیخ سے متعلق یوں لکھا ہے " مرشدی مولائی حضرت مولانا سید شاہ حسین قادری مرحوم " جنکی غلامی نے شاطر کو شاطر بنایا ۔
139 ۔ آپ کے تبحر علمی کے اعتراف میں ۱۳۳۹ھ م 1920ء میں گورنمنٹ سے موصوف کو شمس العلماء کا خطاب ملا ۔

پیش امام مولوی الحاج عبدالرحیم صاحب

140 ۔ کتاب ھذا مولانا مولوی عتیق احمد صاحب ایم ۔اے ۔نائب قاضی مدراس کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

افضل العلماء حکیم قادر احمد

141 ۔ آپ مدرسہ لطیفیہ میں مدراس اور مدرسہ سعیدہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

142 ۔ عربی آنڈ پرشین ان کرناٹک، مولف مولانا یوسف کوکن عمری (ص ۔۵۶۲) مطبوعہ ۱۳۹۴ھ م1974ء ۔

حضرت مولانا مولوی قاضی محمد حبیب اللہ

143 ۔ المتوفی ۱۲۳۸ھ م1822ء ۔

144 ۔ المتوفی ۱۲۸۰ھ م ۱۸۶۳ء۔

145 ۔ ۱۳۴۶ ھ م 1927ء لارڈ کرزن (وائسرائے ہند) نے آپ کی قابلیت سے متاثر ہوکر آپ کو ۱۳۱۵ھ م 1897ء میں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔

146 ۔ " مفتی قاضی حبیب اللہ " مولف حبیداللہ (ص ۔۱۷) مطبوعہ مدرسہ محمدی مدراس ۱۴۱۲ھ م1991ء ۔

o حضرت مولانا مولوی ضیاالدین امانی پلی کندوی

147 ۔ ڈاکٹر شعیب عالم عربی اردو آنڈ پرشین ان سندیپ سنڈ آنڈ تامل ناڈو (ص ۔۵۶۰) مطبوعہ ۱۴۱۴ھ م ۔1993ء

148 ۔ ایضاً (ص ۔۲۰۴)۔

149 ۔ " معیار ادب " کے پانچ چھ شمارے، میل وشارم شمالی آرکاٹ سے نکل چکے پھر علامہ محوی نے بھوپال میں مستقل سکونت اختیار کی تو اس کے ایک آدھ شمارے سے بھوپال سے بھی شائع ہوئے۔

o افضل العلماء حضرت مولانا مولوی سید عبدالوہاب بخاری

150 ۔ " کرناٹک میں عربی اور فارسی " مصنف مولانا یوسف کوکن عمری (ص ۔ ۵۶۴) مطبوعہ ۱۳۸۳ھ م ۔1963ء

o ڈاکٹر سید محمد فضل اللہ

151 ۔ صدر شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی، دہلی۔

o حضرت مولانا رحیم احمد فاروقی

152 ۔ عربی آینڈ پرشین ان کرناٹک مولانا یوسف کوکن عمری صفحہ ۵۶۸ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ

153 ۔ ایضاً

o مولانا حبیب خان سروش داؤدی

154 آپ کے مضامین " مصحف " عمرآباد، ماہنامہ " پاکیزہ " مدراس ہفت روزہ " شاکر " مدراس اور ماہ نامہ " منزل " میں مدراس سے شائع ہوچکے ہیں۔

o رتن لال مست

155 اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

OO OO OO

فہرست کتب

خانوادہ قاضی بدرالدولہ	یوسف کوکن عمری	دارالتصنیف مدراس	1963ء
عربک اینڈ پرشین ان کرناٹک	یوسف کوکن عمری	امراء کمپنی مدراس	1974ء
مولانا باقر آگاہ فن اور شخصیت	ڈاکٹر غوث	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	1994ء
مولانا باقر آگاہ کے ادبی نوادر	علیم صبا نویدی	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	1993ء
مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	علیم صبا نویدی	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	1994ء
قطب ویلور	بشیر الحق قریشی	ٹملناڈو اردو پبلیکیشنز	1989ء
حیدرآباد کی خانقاہیں	رؤف خیر	خیری پبلیکیشنز Hyd	1994ء
فتاویٰ باقیات صالحات	محمد یعقوب قاسمی	باقیات صالحات ویلور	1987ء
رسالہ جشن صد سالہ	مدرسہ محمدی	عذرا پرنٹرس مدراس	1988ء
احسان عشق	شاطر مدراسی	شاہ الحمید پریس مدراس	1925ء
عربک ، اردو ، پرشین ان سرندیپ اور تمل ناڈو	ڈاکٹر شعیب عالم	امام العروس ٹرسٹ	1993ء
تاریخ ادب اردو جلد اول	جمیل جالبی	ایجوکیشنل پبلیشنگ	1977ء
تاریخ ادب اردو جلد دوم	جمیل جالبی	ہاؤز دہلی	1977ء
دکن میں اردو	نصیرالدین ہاشمی	ترقی اردو بیورو دہلی	1985ء
یادگار یوسف کوکن	حافظ یوسف کوکن	علیگڑھ (یوپی)	1993ء
ریاست میسور میں اردو کی نشوونما	حبیب النساء	برقی کوثر پریس بنگلور	1962ء
حدیقۃ المرام	مہدی واصف	انجمن ترقی اردو کراچی	

	تذکرہ شعرائے دکن	عبدالجبار خان ملکاپوری	رحمانی پریس حیدرآباد	1939ء
	دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر زور	اردو اکیڈیمی کراچی	1920ء
	داستان تاریخ اردو	حامد حسین قادری	L.N.A & Sons آگرہ	1941ء
	کڈپہ میں اردو	راہی فدائی	ٹمل ناڈو اردو پبلیکیشنز	1992ء
	دکنی شاعری	محمد علی اثر	دائرہ پرنٹنگ پریس	1987ء
	تحقیق و تنقید		حیدرآباد	
	مدراس میں اردو کی نشوونما	افضل الدین اقبال	اعجاز پرنٹنگ پریس Hyd	1979ء
8	دکنی غزل کی نشوونما	محمد علی اثر		1986ء
9	اردوئے قدیم	حکیم شمس اللہ قادری	نولکشور پریس لکھنو	1930ء
	اردو نثر کا آغاز و ارتقاء	رفیعہ سلطانہ	سیاست پریس حیدرآباد	1962ء
i0	تذکرہ مخطوطات جلد ششم	محمد علی اثر	ادارہ ادبیات اردو Hyd	1983ء
3	جنوب کا شعر و ادب	علیم صبا نویدی	ٹمل ناڈو اردو پبلیکیشنز	1993ء
51	کتب خانہ جامع مسجد بمبئی	حامد اللہ ندوی	ماڈرن پبلشنگ ہاؤز	1990ء
	کے مخطوطات		نئی دہلی	
52	تذکرہ مخطوطات جلد پنجم	ڈاکٹر زور	ادارہ ادبیات اردو Hyd	1959ء
	مجموعہ نغز جلد دوم	محمود خان شیرانی	ترقی اردو بیورو دہلی	1973ء
	پنجاب میں اردو	—— // ——	نسیم بک ڈپو لکھنو	1973ء
	محبوب الزمن جلد اول	عبدالجبار ملکاپوری	محبوب پریس حیدرآباد	1911ء
	محبوب الزمن جلد دوم		— — —	1911ء
	دکن کی سیاسی تاریخ	—— // ——	حیدرآباد	1944ء
		ابوالاعلیٰ مودودی		

تذکرہ علمائے ہند	مولوی رحمان علی	"	"
تذکرہ علمائے فرنگی محلی	مولوی محمد عنایت اللہ	لکھنو	1930ء
تاریخ النوائط	نواب عزیز جنگ بہادر	عزیز المطابع حیدرآباد	1904ء
طبقات شعرائے ہند	مولوی کریم الدین	رضالائبریری رام پور	"
فہرست اردو مخطوطات	مولوی نصیرالدین ہاشمی	سنٹرل ریکارڈ آفس Hyd	"
اردو شہ پارے	ڈاکٹر زور	مکتبہ ابراھیمیہ Hyd	1929ء
اردو زبان وادب	مسعود حسین خان رضوی	E.Book ہاوز علیگڑھ	ء
اردو تنقید کا ارتقاء	عبادت بریلوی	انجمن ترقی اردو کراچی	1961ء
تاریخ فرشتہ اردو ترجمہ	محمد قاسم فرشتہ	نول کشور پریس لکھنو	1933ء
تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ	انسٹیٹیوٹ پریس علیگڑھ	1919ء
تذکرہ اولیاء	شیخ فریدالدین عطار		1905ء
دکنی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر زور		1960ء
سخنوران بلند فکر	منور حسین خان گوہر	مدراس یونیورسٹی	1932ء

سپاس نامہ

محمد جعفر ایم، اے، ایم، فل: حیدرآباد

جنہوں نے ڈاکٹر محمد انوارالدین، صدر شعبۂ اردو، حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی آندھرا کے زیرِ نگرانی مقالہ "علیم صبا نویدی حیات اور کارنامہ" لکھ کر ایم، فل، کی سند حاصل کی ۔

ڈاکٹر محمد قاسم ایم، اے، پی ایچ ڈی، کیرلا

جنہوں نے پروفیسر ناز قادری، شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی، کے زیرِ نگرانی مقالہ "علیم صبا نویدی کی ادبی خدمات" لکھ کر پی ایچ ڈی، کی سند حاصل کی۔

مولانا کاظم نائطی بی ایس سی، بی ایڈ، ایم اے، انگریزی / اردو

جنہوں نے "لہجہ تراش" علیم صبا نویدی کے فکر و فن پر نقد و نظر کا گراں بہا اور وقیع مقالہ سپردِ قلم کیا ۔

مولوی حکیم محمد یعقوب اسلم عمری۔ ایم، اے، (علیگ)

جنہوں نے "عکس در عکس" نامی مبسوط کتاب کی صورت میں علیم صبا نویدی کی شخصیت کا جائزہ پیش کیا ۔

ٹمل ناڈو کے

صاحبِ تصنیف علماء

کلیم صبا نویدی